سِیرُوا فِی الْاَرْضِ

سفرنامہ

مقاماتِ مقدسہ اور یورپ

عبدالحمید خان

ابن

الحاج مولوی فیروز الدین خانصاحب

مترجم و مفسر قرآن مجید و بانی فیروز سنز

فیروز سنز لمیٹڈ

بار چہارم ۱۹۶۹ء

قیمت چار روپے

عراق
شام
ہالینڈ
انگلستان
فرانس
مصر
مکہ معظمہ
آدن
مدینہ منورہ

Marfat.com

Marfat.com

سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

سفرنامہ

مقاماتِ مُقدّسہ اور یورپ

عراق
شام
بیت المقدس
لبنان
ترکی
یونان
اٹلی
سوئٹزرلینڈ
جرمنی
بلجیم
ہالینڈ
انگلستان
فرانس
مصر
مکّہ مُعظّمہ
اور
مدینہ منوّرہ

عبد الحمید خان

ابن

الحاج مولوی فیروز الدین خانصاحبؒ

مُترجم و مُفسّر قرآن مجید و بانی فیروز سنز

فیروز سنز لمیٹڈ

بار چہارم ۱۹۶۹ء

قیمت
چار روپے

Marfat.com

برادرِ محترم عبدالمجید خاں مرحوم کے نام

جن کی بزرگانہ شفقتیں
ہم سب کے شاملِ حال رہیں
اور
جن کی تحریک پر
یہ
سفر نامہ
اِشاعت پذیر ہُوا۔

Marfat.com

سببِ طباعت

مَیں کیا اور میرا سفرنامہ کیا۔ ع

من آنم کہ من دانم

یہ تو محض اپنے عزیز و اقارب اور چند ایک دوستوں کی فرمائش تھی کہ جہاں جاؤ، وہاں کے مختصر حالات لکھتے رہنا۔ اس تعمیل میں اور خاص کر اس بات کے پیشِ نظر کہ علیحدہ علیحدہ کتنے خط لکھوں، مختلف مقامات کے متعلّق جو سطور قلم بند ہوتی رہیں، اخبار "خدّام الدّین" لاہور میں چھپنے کے لیے بھیجتا رہا۔ یہ اخبار میرے نزدیکی عزیز و احباب تقریباً سبھی کے پاس پہنچتا ہے۔

میرے حالاتِ سفر پڑھ کر برادرِ محترم عبدالمجید خان مرحوم کے دل میں بھی شوق ہُوا کہ وہ بھی بلادِ اسلامیہ کی سیاحت کریں اور زیاراتِ حرمینِ شریفین سے مستفیض ہوں۔ اُنھوں نے مجھ سے تقاضے شروع کر دیے کہ اپنے حالاتِ سفر کتابی شکل میں چھاپ دُوں۔ اِسی حکم کی تعمیل میں یہ سفرنامہ پیشِ خدمت ہے۔

عبدالحمید خان

Marfat.com

دیباچہ طبع چہارم

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے چوتھی بار مجھے زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف کیا۔

اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ○

بے شک یہ اللہ کا فضل ہے صریح

میری دُعا ہے کہ خداوند کریم اُن جملہ مومنین و مومنات کی آرزوئیں بھی برلائے جو اُس کے دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلّم کی حاضری کو زندگی کا منتہائے مقصود سمجھتے ہیں۔

خیال تھا کہ اِس ایڈیشن میں اپنے چوتھے سفر کے تاثّرات بھی قلم بند کروں گا۔ لیکن افسوس کہ زندگی کی گوناگوں مصروفیتیں عناں کشِ خامہ رہیں۔ بہرحال، زندگی رہی اور فرصت کے لمحات میسّر آئے تو اِن شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں چند ایک ابواب کے اِضافے کی کوشش کروں گا۔

مارچ ۱۹۶۹ء

عبدالحمید خان

Marfat.com

فہرست

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عزمِ سفر		حضرت قاسمؓ	۳۱
۱۔ بغداد (عراق)	۲۱	حضرت حُرؒ	۳۱
حضرت امام اعظمؒ	۲۳	نجفِ اشرف	۳۲
شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۲۵	حضرت علیؓ	۳۲
حضرت ابوبکر شبلیؒ	۲۶	حضرت ہودؑ و صالحؑ	۳۳
کاظمین شریف	۲۷	کوفہ	۳۵
امام موسیٰ کاظمؒ	۲۷	مسلم بن عقیلؓ	۳۵
امام محمد تقیؒ	۲۷	بنت حضرت علیؓ	۳۵
کربلائے معلیٰ	۲۸	حضرت یونسؑ	۳۶
حضرت امام حسینؑ	۲۹	حضرت ذوالکفلؑ	۳۸
حضرت علی اکبرؓ	۲۹	بابل	۳۸
حضرت علی اصغرؓ	۲۹	چاہِ ہاروت و ماروت	۳۹
حضرت عباسؓ	۳۱	حضرت یوشعؑ	۴۰

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حضرت جُنید بغدادیؒ	۴۱	حضرت ابُو ہُریرہؓ	۶۰
حضرت شیخ سرّی سقطیؒ	۴۱	یزید کے محلّات	۶۰
حضرت بہلول داناؒ	۴۳	زینب بنت علیؑ	۶۱
حضرت ابراہیم خواصؒ	۴۳	حضرت ابُو عبیدہؓ بن الجرّاحؓ	۶۱
حضرت معرُوف کرخیؒ	۴۳	سیّدنا بلال حبشیؓ	۶۲
ملکہ زُبیدہ	۴۵	حضرت عبداللہ بن جعفر طیّارؓ	۶۲
حضرت امام غزالیؒ	۴۵	حضرت سعید بن خالدؓ بن ولید	۶۳
حضرت سلمان پاکؒ	۴۶	حضرت معاویہؓ	۶۳
محل کسریٰ کے کھنڈرات	۴۶	یزید	۶۵
۲- دمشق (شام)	۴۹	شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ	۶۶
جامع اُمویہ	۵۴	حضرت عبدالغنی نابلسیؒ	۶۶
حضرت یحییٰؑ	۵۵	حضرت شیخ محمد عرف باباکردیؒ	۶۶
حضرت ہُودؑ	۵۶	حضرت دحیۃ الکلبیؒ	۶۷
سُلطان ناصر الدّین محمُودؒ	۵۷	حضرت ابُو مسلم خولانیؒ	۶۷
غازی صلاح الدّین رحؒ	۵۸	حضرت بایزید بسطامیؒ	۶۸
قید خانۂ اہلِ بیتؑ	۵۹	اصحاب کہف	۶۸

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مقام ہابیل و قابیل	۷۱	حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ	۸۸
چالیس پیغمبروں کی زیارت گاہ	۷۱	حضرت سارہؑ	۹۰
مقام اربعین	۷۱	حضرت اسحٰقؑ	۹۰
۳۔ بیتُ المقدّس	۷۴	حضرت یوسفؑ	۹۱
بحیرۂ مُردار	۷۴	حضرت یوسفؑ کا خواب	۹۱
عمّان	۷۴	دو قیدیوں کے خواب	۹۴
مزارِ حضرت موسیٰؑ	۷۵	عزیزِ مصر کا خواب	۹۴
بیتُ المقدّس	۷۸	حضرت یوسفؑ کی تربیّت	۹۶
مزارِ حضرت مریمؑ	۸۳	پیراہنِ یوسفی	۹۷
حنّہ والدہ و عمرانؑ والد حضرت مریمؑ	۸۴	خواب کی تعبیر	۹۸
قیدخانہ حضرت عیسیٰؑ	۸۴	حضرت یعقوبؑ اور اُن کی اہلیہ	۹۸
مزارِ حضرت رابعہ بصریؒ	۸۵	چرچ آف گیتھم	۹۹
حضرت محمد ابی قبیسؓ	۸۶	بیتُ اللحم	۹۹
جنّاتی تالاب	۸۶	حضرت شموئیل	۱۰۱
حضرت عُزیرؑ	۸۶	مسجدِ اقصیٰ	۱۰۷
خلیل الرّحمٰن	۸۸	صخرہ شریف	۱۰۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیوارِ گریہ	۱۰۵	نماز پر تعجّب	۱۲۶
۴۔ بیروت (لبنان)	۱۰۶	اِسلام سے ناواقفیت	۱۲۷
بعلبک	۱۰۹	پاکستان سے اجنبیّت	۱۲۷
۵۔ استنبول یا قسطنطنیہ	۱۱۴	تمیزِ حلال و حرام ندارد	۱۲۸
تُرکی سِکّہ	۱۱۴	ایک سے زیادہ خُدا	۱۳۱
مسجدِ ایا صُوفیا	۱۱۶	ایکروپولس	۱۳۲
دیگر تاریخی مقامات	۱۱۷	پروسیپین کی کہانی	۱۳۴
دُنیا کا سب سے بڑا مُسقّف بازار	۱۱۸	۷۔ روم (اٹلی)	۱۳۹
گولڈن ہارن اور سمندر کی سیر	۱۱۹	روم کی تاریخ	۱۳۹
حضرت ابُو ایُّوب انصاریؓ	۱۲۰	روم کی مذہبی حیثیّت	۱۴۰
سُلطان کا خزانہ	۱۲۱	مسولینی کا خواب	۱۴۲
سقوطری اینیلیٹے کو چیک	۱۲۲	اطالوی لوگ	۱۴۳
سُلطان محمد فاتح	۱۲۲	موجُودہ روم	۱۴۳
مُصطفےٰ کمال	۱۲۳	بعض قابلِ دید مقامات	۱۴۴
چند تُرکی اصلاحات	۱۲۴	روم کے پُرانے کھنڈرات	۱۴۵
۶۔ ایتھنز (یُونان)	۱۲۶	خُونی اکھاڑہ	۱۴۵

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
روم کی رات	۱۴۷	لوسرن کی سیر	۱۷۳
پاپائے روم	۱۴۸	۹۔ فرنکفرٹ (جرمنی)	۱۷۵
روم کی فصیل	۱۴۹	شہر کی سیر	۱۷۵
زمین دوز غار	۱۵۰	اوپل موٹر سازی کا کارخانہ	۱۷۶
حق و باطل کی جنگ	۱۵۱	بین الاقوامی نمائش	۱۸۲
میلان۔ وینس (اٹلی)	۱۵۴	۱۰۔ برسلز۔ واٹرلو (بلجیم)	۱۸۳
میلان رات میں	۱۵۷	طرزِ حکومت	۱۸۴
وینس کی سیر	۱۶۰	صنعت و حرفت	۱۸۴
۸۔ سوئٹزرلینڈ	۱۶۴	برسلز کی سیر	۱۸۵
مونٹرکس کی سیر	۱۶۴	واٹرلو	۱۸۷
قدیم بندی خانے	۱۶۵	رات کا منظر	۱۸۹
جنیوا کی سیر	۱۶۶	۱۱۔ ہالینڈ	۱۹۱
تار پر چلنے والی ریل	۱۶۷	ایمسٹرڈم	۱۹۱
جنیوا رات میں	۱۶۷	شیفول	۱۹۲
جمعیت الاقوام	۱۷۰	ایلس میر	۱۹۳
زیورچ کی سیاحت	۱۷۱	روٹرڈم	۱۹۵

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ڈیلفٹ	۱۹۴	لندن کا ٹریفک	۲۱۲
ہیگ	۱۹۷	پاکستان میں یونیورسٹی ٹاؤن کی ضرورت	۲۱۷
لیڈن	۱۹۸		
۱۲- لندن	۱۹۹	ٹیلیفون بنانے کا کارخانہ	۲۱۷
شہر	۲۰۱	شاہی محلّات اور سرکاری عمارات	۲۱۸
امارتِ بحریہ	۲۰۲		
بنک آف انگلینڈ	۲۰۳	دریائے ٹیمز	۲۲۰
براڈکاسٹنگ ہاؤس	۲۰۴	ایک عجیب سُرنگ	۲۲۱
بکنگھم پیلس	۲۰۴	ٹیمز کا وکٹوریہ بند	۲۲۱
سینوٹوف	۲۰۴	ویسٹ اینڈ	۲۲۲
گلڈہال	۲۰۵	برٹش میوزیم	۲۲۳
ایوانِ پارلیمنٹ	۲۰۵	ہائیڈپارک	۲۲۵
ویسٹ منسٹرایبے	۲۰۷	پُرانا شہر	۲۲۶
میڈم ٹُشو کی مومی نمائش	۲۰۹	فلیٹ سٹریٹ	۲۲۷
چڑیا گھر	۲۱۱	عجیب رسم	۲۲۸
آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیاں	۲۱۲	لندن کی عدالتیں	۲۲۸

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ٹاور آف لنڈن	۲۲۸	ایفل ٹاور	۲۴۵
لنڈن کی بندرگاہ	۲۳۱	نپولین کا مقبرہ	۲۴۶
مچھلی منڈی	۲۳۱	لکسیم برگ محل	۲۴۸
دریائے ٹیمز کا جنوبی کنارہ	۲۳۲	بوئیس ڈی بولون	۲۴۸
زمین دوز ریلیں	۲۳۳	مجسمۂ آزادی	۲۵۰
۱۳۔ پیرس (فرانس)	۲۳۶	غلّہ منڈی	۲۵۰
شہر کی تاریخ	۲۳۷	ورسلز	۲۵۱
قدیم شاہی عہد	۲۳۸	اِسلامی نُقطۂ نظر	۲۵۲
اہلِ فرانس اور عرب	۲۳۸	۱۴۔ قاہرہ (مصر)	۲۵۴
آب و ہوا	۲۳۹	اہلِ یورپ کی مادّہ پرستی	۲۵۴
پُرانا شہر	۲۳۹	پاکستانی کھانے	۲۵۵
ناٹرا ڈیم کا گرجا	۲۴۰	دریائے نیل کے نام پروانہ	۲۵۶
اِنقلابِ فرانس	۲۴۲	اذان	۲۵۷
چرچ آف میڈلین	۲۴۳	مِصر کی مُختصر تاریخ	۲۵۸
آرچ ڈ ٹرائمف	۲۴۳	ہر فرعونے را موسیٰؑ	۲۵۸
چیلیٹ کا محل	۲۴۴	ایک عجیب واقعہ	۲۶۰

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
قسطاط یا قاہرہ	۲۶۰	ابوالہول	۲۷۸
ممالیک اور خدیو	۲۶۱	قاہرہ کی مساجد	۲۷۸
شاہ فاروق کی دست برداری اور اخراج	۲۶۲	جامعہ عمرو بن العاص رضؓ	۲۷۹
		جمعۃ الوداع	۲۷۹
موجودہ حکومت کے کارنامے	۲۶۳	جامعۂ احمد بن طولون	۲۸۰
یوم نجات	۲۶۴	جامعۃ الرفاعی	۲۸۱
جمال عبد الناصر	۲۶۵	جامعہ حضرت امام حسینؓ	۲۸۱
ہوٹل اور قہوہ خانے	۲۶۶	الازہر یونیورسٹی	۲۸۲
عجائب خانہ	۲۶۸	قاہرہ کے مضافات	۲۸۵
پرانا عجائب گھر	۲۶۹	کرایہ کی موٹریں	۲۸۶
قلعۂ ایوبی	۲۷۱	ٹورسٹ پولیس	۲۸۷
چاہِ یوسف	۲۷۲	ایک پرانا واقعہ	۲۸۸
باغِ فردوس	۲۷۲	شاہ فاروق کا موٹر لانچ	۲۸۹
مچھلیوں کا باغ	۲۷۳	۱۵۔ مکہ معظمہ	۲۹۱
چڑیا گھر	۲۷۴	جدہ ایرپورٹ	۲۹۱
اہرام	۲۷۴	جدہ کسٹم ہاؤس	۲۹۲

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حاجی کیمپ	۲۹۲	حجرِ اسود	۳۰۹
سابق مُعلّم کی یاد	۲۹۴	مُلتزم	۳۰۹
حاجیوں کی دُرگت	۲۹۵	مقامِ ابراہیمؑ	۳۰۹
حرمینِ شریفین میں حاضری	۲۹۷	مطاف	۳۱۰
اِعترافِ گناہ	۲۹۷	محرابُ النّبیؐ	۳۱۰
دُعا	۲۹۸	بیتُ اللہ کے اِرد گرد کی عمارت	۳۱۱
گرمی کی ایک رات	۳۰۰		
حاجیوں کی رہائش گاہ	۳۰۰	مسجدِ جبلِ ابی قبیس	۳۱۱
اُو خویشتن گم است کرا رہبری کند	۳۰۱	جنّتُ المعلّیٰ	۳۱۲
رسالہ ہدایاتِ حج شائع کردہ حکومتِ پاکستان	۳۰۲	دارِ ارقم	۳۱۲
		جبلِ ثور	۳۱۲
مکّہ مُعظّمہ کی تاریخ	۳۰۵	غارِ حرا	۳۱۳
بیتُ اللہ شریف	۳۰۶	کتابُ الحج	۳۱۶
اصحابِ فیل	۳۰۶	منیٰ	۳۱۷
چاہِ زمزم	۳۰۸	عرفات	۳۱۸
حطیم	۳۰۹	مُزدلفہ	۳۱۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
منیٰ میں قربانی	۳۱۹	مسجدِ نبوی	۳۳۱
رمی جمار	۳۲۰	روضۂ ریاضِ جنّت	۳۳۴
سعودی ٹریفک پولیس	۳۲۱	متبرک ستون	۳۳۴
سر منڈانا	۳۲۱	محرابِ النبیؐ	۳۳۶
طوافِ وداع	۳۲۲	منبرِ شریف	۳۳۶
۱۶- مدینہ منوّرہ	۳۲۳	مسجدِ نبوی کے مینار	۳۳۶
کھڑے پیر کا روزہ	۳۲۵	گنبدِ خضرا	۳۳۶
مدینہ کا ہوائی اڈّہ	۳۲۵	مدینہ منوّرہ کی دُوسری زیارتیں	۳۳۷
نئے شکاری	۳۲۶	جبلِ اُحد	۳۳۷
روضۂ اطہر کی زیارت	۳۲۷	مسجدِ قبلتین	۳۳۸
نقشہ ترتیبِ زیارت جنابِ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم	۳۲۷	مسجدِ شمس	۳۳۸
		جنّت البقیع	۳۳۹
		صدقے کے دُنبے	۳۴۰
مدینہ منوّرہ	۳۲۹	پلیہ تیل کا اور پلیہ تیل والے کا	۳۴۱
مسجدِ قبا	۳۳۱	مراجعتِ وطن	۳۴۲

ابتدا سازم بنامِ پاکِ آں بے ابتدا

عزمِ سفر

قرآنِ حکیم نے اگرچہ مسلمانوں کو سِیرُوا فِی الْاَرضِ کا حکم دے رکھا ہے لیکن ہم لوگ دُنیادی اُلجھنوں اور کاروباری زندگیوں میں کچھ اِس طرح پھنس کر رہ گئے ہیں کہ ہمیں باہر جانے کا کبھی خیال ہی نہیں آتا۔ لیکن خدا کا فضل ہے کہ اب اِس کی اہمیّت پاکستانیوں پر عیاں ہوتی جا رہی ہے۔

مجھے اپنے کاروبار کے سلسلے میں برِّصغیر ہند و پاکستان کے قریباً تمام بڑے بڑے شہروں میں جانے کا موقع مِلا۔ لیکن برِّصغیر سے باہر جانے کا شرف اُس وقت حاصل ہُوا جب مَیں پہلی مرتبہ ۱۹۴۴ء میں حجِّ بیت اللہ کے لیے حجاز گیا۔ اِس مُقدّس سفر میں مَیں اپنے اندر ایک خاص وجدانی ذوق پاتا تھا۔ لیکن اگلے سال ۱۹۴۵ء میں اپنی اہلیہ کے ہمراہ حجِ بیتُ اللہ شریف کے لیے گیا تو ذمّہ داریوں کے سبب پہلا سا لُطف نصیب نہ ہُوا۔

مَیں اِس کو اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہُوں کہ چند سال سے مجھے حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب لاہوری کا درسِ قرآنِ حکیم سُننے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ اِس بزرگانہ صحبت نے ایک مرتبہ پھر حج کرنے کا شوق پیدا کیا۔ لیکن اِس صُورت میں کہ کسی اہلِ دل کی معیّت حاصل ہو۔ چُنانچہ مَیں نے مولانا موصُوف سے اپنی اِس خواہش کا اِظہار کیا کہ کیا ہی اچھا

Marfat.com

ہو کر آپ بھی شریکِ سفر ہوں۔ مولانا نے بکمال خندہ پیشانی اور مہربانی میری اِس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور سفر کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ یہاں تک کہ ہوائی جہاز میں نشستیں بھی مخصوص کرالی گئیں۔ لیکن عین وقت پر مولانا ممدوح کی علالت کے باعث یہ پروگرام منسوخ کرنا پڑا۔

حضرت ممدوح کی زبان سے حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے متعلق باتیں سُن سُن کر اُن سے ایک غائبانہ عقیدت پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ آپ کی خود نوشت سوانحِ حیات کو بھی دیکھنے کا موقع ملا۔ جس کے بعد تو مَیں اپنے دِل میں اُن کی زیارت کے لیے ایک خاص تڑپ اور کسک محسوس کرنے لگا۔ یہ شوق بڑھا تو مَیں نے اپنے ایک ہم نام دوست کو جو لاہور کے محکمۂ آڈٹ میں مُلازم ہیں اور مولانا احمد علی صاحب اور مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے بھی خاص عقیدت رکھتے ہیں۔ اِس پر آمادہ کیا کہ ہم دونوں ہندوستان جا کر مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے شرفِ نیاز حاصل کریں۔ چنانچہ ہندوستان جانے کے لیے پاسپورٹوں کا بندوبست کر لیا گیا۔ لیکن روانگی سے قبل ہی مُناسب خیال کیا گیا کہ مولانا صاحب کی خدمت میں عریضہ تحریر کر کے معلوم کر لیا جائے کہ آیا وہ اِن دنوں دیوبند ہی میں اقامت گزیں ہوں گے۔

وسطِ رمضان المبارک میں مولانا صاحب کی خدمت میں یہ عریضہ تحریر کیا گیا کہ "عید الفطر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ نیاز کی آرزو ہے۔ اپنے اوقاتِ مُلاقات سے مُطّلع فرمایئے۔" مولانا صاحب کی طرف سے جواب موصول ہُوا کہ "ماہِ شوال میں مَیں حج بیت اللہ شریف کیلیے حجاز جا رہا ہُوں۔ محرّم الحرام تک واپسی ہو گی۔"

Marfat.com

آپ کے اِس جواب نے میرے شوقِ فراواں پر تازیانے کا کام کیا اور فوراً ارادہ کر لیا کہ کیا ہی اچھا ہو جو اِس موقع پر مَیں بھی مولانا صاحب کی معیّت میں حجِ بیتُ اللہ سے مشرّف ہُوں۔ چنانچہ مَیں نے مولانا کی خدمت میں لکھا کہ مَیں اِس کو اپنے لیے نیک فال سمجھتا ہُوں کہ مجھے حرمینِ شریفین میں آپ کی بزرگانہ صحبت میں سکُون و اطمینان میسّر آسکے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے عزم و ارادے میں برکت دی اور مَیں نے بہت جلد سامانِ سفر دُرست کر لیا۔

برادرِ عزیز ڈاکٹر عبدالوحید صاحب کا ہمیشہ یہ اصرار رہا کہ مجھے کچھ عرصہ کے لیے باہر جانا چاہیے۔ وہ اقوامِ متّحدہ کے حقوقِ اِنسانی کے کمیشن کے پاکستانی نمائندے کی حیثیّت سے تقریباً ہر سال یورپ اور امریکہ جاتے ہیں اِمسال بھی آپ اِس کمیشن کے اجلاس جنیوا میں شرکت کے بعد ۲۹ مئی کو لاہور واپس تشریف لائے تو مَیں نے اپنے سفر کا تذکرہ کیا۔ اُنھوں نے فوراً ایک پروگرام مرتّب کر دیا کہ مَیں اسلامی ممالک اور یورپ کی سیاحت کرتا ہُوا لندن جاؤں جہاں جولائی کے پہلے ہفتہ میں دُنیا بھر کی چھپائی کی مشینوں کی نمائش ہو رہی ہے اور نمائش میں شرکت کے بعد حج کے موقع پر حرمینِ شریفین پہنچ جاؤں۔

بیگم ڈاکٹر وحید نے حج کے علاوہ متعدّد بار یورپ اور امریکہ وغیرہ کا سفر کر چکی ہیں۔ مجھے مختلف مقامات سے متعلّق اپنے تجربات سے آگاہ کیا۔

اِبتدا میں مَیں بیگم وحید کو اُن کی مغربیّت پسندی کے باعث اجنبیّت کی آنکھ سے دیکھا کرتا تھا لیکن ان کی صوم وصلوٰة کی پابندی، باقاعدہ زکوٰة کی ادائیگی بغیر کسی تصنّع اور نمائش کے بنی نوعِ انسان کی خدمت مریضوں کے لیے

علاج و مُعالجہ کا بندوبست، اور تعلیم و اشاعتِ دین میں ہمہ تن مصروفیت ایسی باتیں نہ تھیں کہ مجھ پر اثر نہ کرتیں۔ علاوہ ازیں یہ اُنھیں کی ہمّت اور جذبۂ صادق تھا کہ گزشتہ سال ڈاکٹر وحید، اُن کی دُختر ناصرہ اور میری ہمشیرہ صاحبہ حجِ بیتُ اللہ شریف سے مُشرّف ہُوئے۔ خُداوندِ کریم اُنھیں ایسے نیک کاموں کی ہمیشہ توفیق دے اور اِستقامت بخشے۔ آمین ثُمّ آمین۔ اُن کی اِنھیں باتوں نے میرے دِل میں اُن کا اِحترام پیدا کر دیا ہے۔

قیامِ پاکستان سے قبل بّرِصغیر کے بڑے بڑے شہر بمبئی، دہلی، کلکتّہ، پُونا، لکھنؤ وغیرہ دیکھنے کا اِتّفاق ہُوا۔ مگر پاکستان بننے کے بعد میری دُنیا لاہور، کراچی اور پشاور تک محدُود ہو کر رہ گئی۔ لمبے سفر میں کسی مُخلص دوست کی رفاقت نہایت ضرُوری ہوتی ہے اور اِس طرح سفر کی صعُوبتوں کو بھی انسان ہنسی خُوشی برداشت کر لیتا ہے۔ اِس کے لیے میری نظر مکرّمی عبدالحمید صاحب بٹ پر پڑی، جن کا ذکر پہلے آ چُکا ہے (اللہ تعالیٰ اُنھیں اُن کے اخلاص کا اجر دے)۔ لیکن افسوس کہ یہ بیل بھی منڈھے نہ چڑھ سکی۔

میری اہلیہ جن کو دس برس سے پتھّری کی شکایت تھی اور بعد ازاں اپریشن کر کے ایک گُردہ بھی نکال دیا گیا تھا اور پتّہ میں بھی پتھّری ہونے کے باعث اکثر علیل رہتی ہیں۔ میرے اِرادۂ سفر سے آگاہ ہُوئیں تو انھوں نے بھی میرے ساتھ چلنے کا اِشتیاق ظاہر کیا۔ اِس موقع پر اُن کو ایک خواب یاد آ گیا جسے تقریباً ۸ برس ہو چکے ہیں۔ اِس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ ہم دونوں ایک بار پھر حج کے لیے گئے ہیں۔ چُنانچہ اُن کا پاسپورٹ بھی بنوا لیا گیا۔ پاسپورٹ بنواتے ہیں

Marfat.com

برادر محترم عبدالمجید خان صاحب اور فرزندم عبدالسلام سلمہٗ نے جو تگ و دو کی اللہ تعالیٰ اُنھیں اِس کی جزائے خیر مرحمت فرمائے۔

سوائے پسرم عبدالحی[1] کے مَیں اپنی باقی اولاد کی ذمّہ داریوں سے سُبکدوش ہو چُکا ہُوں۔ اِس لیے اِس کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ خُداوند تعالیٰ اس پر اپنی برکات نازل فرمائے۔ ع رحمتِ حق بہانہ می جوید

اِس سفر کے مُتعلق مَیں نے اپنے فرزندِ اکبر عبدالغنی برؔق سلمہ کو کراچی میں بذریعہ ٹیلیفون مُطّلع کیا تو اُنھوں نے شبانہ روز کوشش کر کے ہم تینوں کے لیے مُختلف مُلکوں کے ویزے حاصل کر لیے اور ۶ر جُون کو پرواز کرنے والے ہوائی جہاز میں ہمارے لیے نشستیں مخصُوص کرا دیں۔

۴ر جُون بروز ہفتہ ایکسپریس ٹرین کے ذریعے ہم لاہور سے روانہ ہو کر ۵ر جون کو ایک بجے کے قریب کراچی پہنچ گئے۔ اور ۶ر جُون کو غیر مُلکی سِکّہ حاصل کر کے اُسی روز بارہ بجے دوپہر بی۔ او۔ اے سی کمپنی کے سپیڈ برڈ میجسٹک ہوائی جہاز میں سوار ہو کر عازمِ بغداد ہو گئے۔

یہ جہاز کافی کُشادہ ہے۔ نشستیں فراخ اور آرام دِہ۔ عملہ بڑا مُستعد، دَورانِ پرواز میں نہایت مُصفّا، لذیذ کھانے۔ جُوس اور پھل مِلتے رہے۔ مُسافروں کی دیکھ بھال، آرام اور آسائش کا فرداً فرداً خیال رکھّا گیا۔ پرواز کرتے اور اُترتے وقت کسی قسم کی کوئی تکلیف محسُوس نہیں ہُوئی۔ دس برس ہُوئے میری اہلیہ حج سے واپسی پر ہوائی جہاز کے ذریعے ہی آئی تھیں۔ اِس کے علاوہ دو تین بار کراچی سے لاہور اور دہلی تک فضائی سفر کر چکی تھیں۔ اُنھوں

---

[1] بفضلہٖ ۸ مئی ۱۹۵۶ء کو اس کی شادی بھی ہو چکی ہے۔

Marfat.com

نے تمام راستہ کوئی تکلیف محسوس نہیں کی۔ البتہ پسرم عبدالحی کو چکر آتے رہے اور اُس نے اکثر وقت غنودگی میں کاٹا۔

باوضو تو تھا ہی نشست پر بیٹھے بیٹھے ظہر کی نماز ادا کی۔ پینتالیس منٹ تک جہاز آبادان میں ٹھہرا۔ اُترے تو بلا کی لُو اور گرمی تھی۔ غسل خانے میں گئے۔ مگر وہاں لوٹا نہ ہونے کے باعث پریشانی ہُوئی۔ مَیں سفر میں ہمیشہ ایک لوٹا اور گلاس اپنے ساتھ رکھتا ہُوں لیکن اِس دفعہ محض عزیزوں کے اِس اِصرار پر کہ ہوائی جہاز میں یہ چیزیں کیسے جائیں گی۔ اُنھیں کراچی چھوڑ آیا۔ آخر فضائی اڈّے کے ایک قُلی کے ذریعے ٹین کا ایک ڈبّہ لے کر رفعِ حاجت کی اور وضُو کیا۔

آبادان کا فضائی اڈّہ اور اُس کا ریسٹورنٹ ہال خاصہ بڑا ہے۔ دیواروں پر مُختلف پوسٹر آویزاں تھے اور شاہِ ایران کی فوٹو بھی۔ لیکن میز کرسیوں کی حالت بڑی ابتر تھی۔ اُن کی خستہ حالی اور کارکُنان کی عدم توجّہی کے باعث یہ منظر بڑا بے لُطف اور پھیکا نظر آ رہا تھا۔ برف تو کُجا ٹھنڈے پانی کا بھی اِنتظام نہ تھا۔ خُدا خُدا کر کے جہاز کے چلنے کا وقت قریب آیا اور ہم اِس میں بیٹھ گئے۔ جہاز میں برف آب، چائے اور دیگر مشروبات و ماکولات سے ہماری تواضع کی گئی۔ یہیں عصر کی نماز پڑھی اور سوا چھ بجے بغداد پہنچ گئے۔ لاہور اور بغداد کے وقت میں دو گھنٹے کا فرق ہے۔ یعنی لاہور میں چھ بجتے ہیں تو بغداد میں چار بجے کا وقت ہوتا ہے۔

Marfat.com

بغداد (عراق)

جب ہم بغداد اترے تو کسٹم کی معمولی دیکھ بھال کے بعد بی۔ او۔ اے سی کمپنی کی بس میں ٹائیگرس پیلیس ہوٹل جا پہنچے۔ اس بس میں ہمارے علاوہ کوئی اور مسافر نہ تھا۔ ہوائی اڈے سے ہوٹل تک راہ میں سینکڑوں عالیشان عمارتیں نظر آئیں۔ نئے ماڈل کی کاروں کی کثرت سے اس ملک کی امارت عیاں ہو رہی تھی۔ بس کا ڈرائیور اردو زبان سے واقف تھا۔ راستے میں خوب باتیں ہوتی رہیں۔ جب میں نے کہا کہ جس ملک کے عوام مفلسی کی زندگی بسر کر رہے ہوں وہاں موٹروں کی ایسی ہی بہتات ہوا کرتی ہے تو وہ میری اس بات سے بہت محظوظ ہوا۔

اگرچہ آج بھی بغداد ایک نہایت خوبصورت شہر ہے۔ لیکن میرا تصور آج سے صدیوں قبل کے بغداد کی طرف چلا گیا۔ جب اس پر عباسی خلفاء کی حکومت تھی۔ اس وقت یہ شہر صنعت و تجارت میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ اور اہلِ علم کا مرجع تھا۔ اس خاکِ پاک سے بڑے بڑے صاحب فضیلت بزرگ پیدا ہوئے اور آخر اسی خاک میں مدفون ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بغداد دنیا میں عروس البلاد کے نام سے مشہور تھا۔

Marfat.com

بنی اُمیہ کے خاتمہ کے بعد جب بنو عباس برسرِ اقتدار آئے تو اُنھوں نے بغداد کو اپنا دارالحکومت مقرر کیا۔ اس دور میں دُنیا میں بغداد کو ہر اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اُس وقت سے اِس وقت تک بغداد پر کئی دور گزرے۔ ۱۲۵۸ء میں چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کر کے ہزاروں انسان تہِ تیغ کر دیے۔ بلکہ اُن نوادرات کو بھی جلا کر خاکستر کر دیا جو عباسی دور میں بغداد کے لیے سرمایۂ افتخار تھے۔ ترکمانوں اور صفویوں کے بعد اِس پر ترکوں نے قبضہ کر لیا۔ عثمانی عہدِ حکومت میں جب رفعت پاشا گورنر تھے تو انھوں نے کئی کارخانے اور چھاپے خانے قائم کیے اور ایک ہفتہ وار اخبار نکلنا شروع ہوا۔

۱۹۱۷ء میں انگریزی فوج نے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ چار سال کے بعد ۱۹۲۱ء میں یہاں پہلی عراقی حکومت قائم ہوئی۔ ۱۹۲۲ء میں شاہ فیصل اول عراق کے بادشاہ بنے۔ ۱۹۳۲ء میں شاہ فیصل کے اِنتقال کے بعد شاہ غازی مرحوم اُن کے جانشین ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں شاہ غازی موٹر کے ایک حادثہ میں ہلاک ہو گئے۔ اور اُن کے بیٹے شاہ فیصل دوم اُن کے جانشین مقرر ہوئے جو پچھلے دنوں پاکستان بھی تشریف لائے تھے۔

آج کا بغداد اگرچہ عباسی دورِ حکومت کا بغداد نہیں۔ پھر بھی یہ نرالی شان کا شہر ہے۔ دریائے دجلہ اِس شہر کے درمیان میں بہتا ہے۔ شہر کافی صاف ستھرا ہے۔ اور کھجوروں کے لیے دُنیا بھر میں مشہور ہے۔ یہاں ۱۱۶ قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں۔ انگور، تربوز، میٹھا لیموں، سنگترہ وغیرہ بہت عمدہ پھل

Marfat.com

ذیں۔ اپریل اور اکتوبر کے مہینوں میں گرمی کی شدت ہوتی ہے۔ بغداد کی موجودہ آبادی آٹھ لاکھ سے زاید ہے۔

ٹائیگرس پیلیس ہوٹل میں جا کر کپڑے تبدیل کیے۔ اور تاریخی مقامات اور مزارات کی زیارت کے لیے ایک ٹیکسی لے کر چل کھڑے ہوئے۔

امام اعظم رح :

سب سے پہلے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔ آپ کا اسم گرامی نعمان، ابو حنیفہ کنیت اور امام اعظم لقب تھا۔ اسلام میں چار مدرسۂ فکر ہیں یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ان میں حنفی امام اعظم رحمۃ اللہ کے پیرو ہیں۔ امام موصوف کو فقہ اسلامی میں بہت بلند درجہ حاصل ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اموی اور عباسی دونوں دور دیکھے تھے۔ آپ کو ہمیشہ دنیاوی مدارج حاصل کرنے سے نفرت رہی۔ آپ نے نہ تو اموی عہد حکومت اور نہ عباسی دور میں باوجود اصرار کے ۔ ۔ ۔ بلکہ سزائیں بھگتنے کے بھی کوئی عہدہ قبول نہ کیا۔ اموی دور میں آپ کو ہر روز دُرّے مارے جاتے تھے۔ عباسی دور میں آپ کو قید کر دیا گیا۔ اور یہیں آپ کو زہر دیا گیا، جس سے آپ نے ۱۵۰ھ میں انتقال کیا۔

امام صاحب کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ لیکن دیانت اور صداقت کا ہمیشہ پاس رکھتے۔ آپ غیر معمولی دماغی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ اور ہر بات کا فی الفور اور معقول جواب دیا کرتے تھے۔ جب عباسی خلیفہ منصور نے آپ کو قاضی

کا عُہدہ پیش کیا۔ تو آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ "میں اپنے اندر اتنے بڑے عُہدہ کی اہلیّت اور قابلیّت نہیں رکھتا" منصور نے کہا "آپ جھُوٹے ہیں"۔ اِس پر امام صاحب نے فرمایا۔ "اگر میں جھُوٹا ہُوں تو پھر کسی صورت میں بھی قاضی بننے کے لائق نہیں۔ کیونکہ جھُوٹا شخص قاضی نہیں ہو سکتا" منصُور نے غصّے میں آکر قسم کھائی کہ "تم کو یہ عُہدہ قبول کرنا ہی ہو گا" آپ نے بھی قسم کھائی کہ "میں یہ عُہدہ ہرگز قبول نہ کروں گا" اور فرمایا کہ "میں نے اِس لیے قسم کھائی ہے کہ میں اِس کا کفّارہ ادا نہیں کر سکتا۔ اور چونکہ تُم بادشاہ ہو۔ اس لیے اپنی قسم کا کفّارہ ادا کر سکتے ہو" اِس تنازعہ کا نتیجہ یہ ہُوا کہ منصُور نے آپ کو قید کر دیا۔

مزار پر ایک بہت بڑا اور عالی شان قبّہ ہے۔ اور جالی کے کنگرے پر چاندی کا کام بنا ہے۔ یہ گنبد ہارون الرشید کے عہد میں تعمیر ہُوا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک مسجد ہے۔ جسے شاہ الپ ارسلان نے ۱۰۲۶ھ میں تعمیر کیا تھا۔ سلطان سلیمان اعظم نے ۱۵۳۴ء میں اسے دوبارہ بنوایا۔

جس طرح پاکستان میں لوگ مزارات کی جالیوں کے ساتھ رنگ برنگ کے دھاگے باندھ دیتے ہیں۔ اسی طرح یہاں کے لوگ مزار پر منّت کا تالا لگا دیتے ہیں۔ جسے منّت کے پُورا ہونے پر کھول دیا جاتا ہے۔ فاتحہ پڑھی اور دُعا کی کہ خداوند تعالیٰ ہمیں بھی اِن بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ کیونکہ حاجات کا پورا کرنا صرف اُسی خدائے واحد کے قبضہ و قدرت میں ہے۔

Marfat.com

حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی :

یہاں سے فارغ ہو کر ہم حضرت شیخ محی الدّین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُر انوار پر گئے۔ جو محلہ باب الشیخ میں واقع ہے۔ قبر کے گرد چاندی کی جالیاں ہیں۔ امام اعظمؒ کی طرح یہاں بھی منت کے تالے پڑے ہوئے دیکھے۔ باہر کے کتبہ پر یہ شعر کندہ ہیں۔

بادشاہِ ہر دو عالم شاہِ عبدُالقادر است
سرورِ اولادِ آدم شاہِ عبدُالقادر است

آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم
نورِ قلب از نورِ اعظم شاہِ عبدُالقادر است

یہ وہی بزرگ ہیں جن کے متعلق اکثر لوگ

امداد کُن امداد کُن از بندِ غم آزاد کُن
در دین و دُنیا شاد کُن، یا شیخ عبدُالقادرا

اور شیئاً للہ کا وظیفہ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ قرآنِ حکیم کی واضح تعلیم ہے کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی امداد چاہتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو محی الدین اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے علم و عمل سے دین کو زندہ کیا۔ آپ ایران کے شہر جیلان کے رہنے والے تھے۔ حصولِ علم کے لیے بغداد تشریف لائے

اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد یہیں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا آپ نے ۱۱۶۵ھ میں وفات پائی۔ جب ترک خلیفہ سلیمان بغداد پہنچا۔ تو اُس نے جہاں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کی مرمت کرائی۔ وہاں شیخ کے روضہ کے ساتھ ایک مسجد بنوائی۔ اور مدرسہ بھی قائم کیا۔ اور اسکے ساتھ اتنی جائداد وقف کی۔ کہ سال کا خرچ پورا ہو سکے۔ اِس مسجد کا گنبد بغداد میں خوب صورت ترین شمار ہوتا ہے۔

آپ دیانت، صداقت، علم و فضل، زہد و ریاضت، سخاوت، اِستغنا اور بے خوفی کا پیکر تھے۔ ہر روز جو کچھ نذرانوں کی صورت میں آتا۔ وہ شام تک راہِ خدا میں بانٹ دیتے۔ حق بات کہنے سے کبھی نہ جھجکتے، اور سچی بات بادشاہ کے منہ پر بھی کہہ دیتے۔ ایک مرتبہ عباسی خلیفہ مستنجد باللہ نے آپ کو اشرفیوں کی ایک تھیلی دی۔ اشرفیوں کو دیکھ کر آپ غصے میں آ گئے اور فرمایا "تو مجھے غریبوں کا خون چوس کر جمع کیا ہوا روپیہ دیتا ہے۔ تجھے شرم آنی چاہیئے۔ میں اِس روپے کو ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھتا ہوں"

ابوبکر شبلیؒ:

اِس کے بعد ہم لوگ مشہور ولی اللہ حضرت ابوبکر شبلیؒ کے مزار پر گئے حضرت امام اعظمؒ کے مزار کے قریب ہی قبرستان میں آپ کا مزار ہے جس پر ۱۳۱۹ھ میں سلطان ترکی عبد الحمید خان ثانی نے ایک کتبہ لگوا دیا تھا۔ آپ میں جذب بہت تھا۔ ایک دفعہ لوگوں نے دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھوں

Marfat.com

میں جلتی ہوئی لکڑیاں لیے بھاگے جا رہے ہیں۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ "میں جنت اور دوزخ کو آگ لگانے جا رہا ہوں تاکہ لوگ محض اللہ کے لیے اُس کی نماز پڑھیں۔ دوزخ کے خوف اور جنت کی آرزو میں اُس کی عبادت نہ کریں۔"

کاظمین شریف :

بغداد سے چھ میل کے فاصلے پر حضرت امام موسیٰ کاظمؒ اور حضرت امام محمد تقیؒ کے مزارات ہیں۔ تینوں۔ دیواروں اور صدر دروازہ پر سونے کے پترے چڑھے ہوئے ہیں۔ دیواریں رنگ رنگ کے شیشوں سے جگمگا رہی ہیں۔ ہر وقت زائرین کی بھیڑ رہتی ہے۔ شیعہ حضرات کے لیے یہ بہت متبرک جگہ ہے۔ یہ عمارت اور مسجد ایرانی طرزِ تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ اسے ۱۵۱۵ء میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے تعمیر کیا تھا۔

اب رات کافی ہو چکی تھی۔ اور سارا دن پھرنے سے کچھ تھکن بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اس لیے ہم واپس ہوٹل آ گئے اور عشا کی نماز کے بعد آرام کیا آج ہم نے جو ٹیکسی لی۔ اُس کا ڈرائیور انگریزی کے علاوہ ٹوٹی پھوٹی اردو بھی جانتا تھا۔ اس لیے ہمیں کسی گائڈ (راہنما) کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ یہ خود ہمیں ہر جگہ باآسانی لے جاتا رہا۔ اور سہولت کے ساتھ زیارات کرائیں۔ یہی وجہ تھی کہ اُسے اگلے روز بھی آنے کے لیے کہہ دیا گیا۔

۸ رجون بروز منگل ابھی ہم نماز اور ناشتہ سے فارغ ہی ہوئے تھے

کہ عبدالکریم ٹیکسی ڈرائیور موٹر لے کر آ گیا۔ ہماری فرمائش پر ہوٹل والوں نے ہمارے لیے دوپہر کا کھانا تیار کر دیا تھا۔ جسے لے کر ہم روانہ ہوئے۔

بغداد کی سڑکیں بڑی صاف ستھری ہیں۔ جن پر تارکول بچھا ہوا ہے۔ آب و ہوا خشک اور صحت بخش ہے۔ جون میں کافی گرمی ہوتی ہے۔ مضافات سمیت اندازاً دس لاکھ آبادی ہے۔ زبیدہ سکوئر۔ کنگ فیصل سکوئر، مین سکوئر اور میدان سکوئر مشہور چوک ہیں۔ رشید سٹریٹ۔ مامون سٹریٹ، عسکری سٹریٹ غازی سٹریٹ۔ مستنصر سٹریٹ اور متنبی سٹریٹ اور چھتا ہوا بازار بڑے پُر رونق اور تجارتی گڑھ ہیں۔ بغداد میں موٹروں اور بسوں کی اس قدر افراط ہے کہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لیے راستہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ سڑکوں اور بازاروں میں خوب رونق اور چہل پہل ہے۔ جا بجا قہوہ خانے اور ہوٹل موجود ہیں۔ جہاں ہر مذاق اور قماش کے لوگ حسبِ حیثیت وقت گزارتے ہیں۔

کربلائے معلّٰی:

چونکہ صبح کا ٹھنڈا وقت تھا۔ اس لیے یہی مناسب سمجھا گیا۔ کہ پہلے دور کی منزلیں طے کر لی جائیں۔ چنانچہ سیدھے کربلائے معلّٰی کا رُخ کیا۔ کربلائے معلّٰی بغداد سے۔ ا کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ سارے راستے کے دائیں بائیں پانی کی نہریں، بہترین فصلیں، باغات اور سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ کربلا کا لفظ اب تک پانی کے قحط اور شدید قلت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اصل میں یہ لفظ "کرب و بلا" (تکلیف و مصیبت) تھا۔ لیکن کثرتِ استعمال سے کربلا

ہو گیا۔ اِس لفظ کے ذہن میں آتے ہی اِس جگہ کی گرمی کی شدّت اور اہلِ بیت کی تشنگی اور ایک ایک قطرے سے محرومی کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ لیکن آج اِس سرزمین میں پانی کی یہ فراوانی دیکھ کر قادرِ مطلق کی قدرتِ کاملہ کے کرشمے یاد آجاتے ہیں۔ آہ! اِسی جگہ اہلِ بیت ایک ایک بوند پانی کو ترستے ہوئے شہید ہوئے۔

بڑی وسیع اور عالی شان عمارت ہے۔ گنبد کا طلائی کام، در و دیوار پر گلکاری اور آئینہ بندی کا کام کوہِ نور کی جگمگاہٹ کو بھی مات کر رہا ہے ابھی تک مرمّت کا کام جاری ہے۔ اِس جگہ سیّد الشہداء حضرت امام حسینؑ علیہ السلام اور آپ کے دونوں جگر پارے حضرت علی اکبرؓ اور حضرت علی اصغرؓ آرام فرما رہے ہیں۔ گرداگرد چاندی کا کٹہرا ہے۔ اور اِن کٹہروں میں بھی منّت کے تالے پڑے نظر آتے۔

جب ہم موٹر سے اُترے تو دو زوّاروں نے ہمیں نکیرین کی طرح گھیر لیا۔ اگرچہ ہم نے انتہائی بے رُخی اور بے توجّہی کا مظاہرہ کیا۔ لیکن وُہ بھلا کہاں چھوڑنے والے تھے۔ اِن میں ایک ڈاڑھی مُنڈا مشٹنڈا قسم کا تھا جو ہم سے بات کرتے وقت اکثر تحکّمانہ لہجہ بھی اختیار کر لیتا تھا۔ دُوسرا جس کی چھوٹی سی ڈاڑھی تھی۔ وہ ہم سے بمنّت پُوچھ رہا تھا "آپ شیعہ ہیں یا سُنی" ابھی تو تکرار میں ہم مزار کے اندر چلے گئے اور دونوں نے اپنی اپنی طرف متوجّہ کر کے سلام پڑھوانے کی کوشش کی۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ رٹ بھی

Marfat.com

لگا رہے تھے۔ کہ آپ شیعہ ہیں یا سُنی۔ ڈاڑھی والا بڑے عاجزانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ کہ "یہ شیعہ ہے اور بڑا بدمعاش ہے۔ میں یہاں اکیلا سُنی ہوں۔ اور سُنی زائرین کی خدمت کرتا ہوں۔ آپ میرے مکان پر چلیئے۔ آپ سُنی ہیں تو اسے بتا دیجیے۔ تاکہ اِس سے پیچھا چھوٹے"۔ اتنے میں ایک لحیم و شحیم مردِ مُعتبر جبّہ و قُبّہ پہنے آنکلا اور ان دونوں زواروں کو ہم زندہ لاشوں سے چمٹا دیکھ کر مجھ سے دریافت کیا "آپ کون ہیں"؟ میں نے کہا "سُنی"۔ یہ سُنتے ہی وہ گدا لباس مُتکبّر شیعہ مزدور بڑ بڑاتا اور ہم کو آنکھیں دکھاتا ہوا چلا گیا۔

اب یہ سُنی مزدور اِصرار کرنے لگا کہ میں آپ کو سلام پڑھاؤں گا۔ میں نے عرض کیا "حضرت خُدا کے لیے ہم سے کچھ دُور فاصلے پر بیٹھ جائیے۔ اور ہمیں اطمینان سے فاتحہ پڑھنے دیجیے۔ میں آپ کا ہدیہ دیئے بغیر نہیں جاؤں گا"۔ اس پر اُسے قدرے چین آیا۔ لیکن ہمارے پڑھتے ہوئے بھی یہ بندۂ خدا کئی مرتبہ اپنی طرف مُتوجّہ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اور اپنا کارڈ دیا۔ جس پر لکھا تھا۔ محمّد عبد اللطیف شیعان زادہ وکیل اہلِ سُنّت والجماعت نجف (عراق)

شیعہ مستُورات ہی نہیں مرد بھی اِس طرح بلند آواز سے روتے اور چلّاتے تھے۔ جیسے کسی بڑے دُنیا دار گھرانے سے جنازہ اُٹھ رہا ہو۔ بعض سلام پڑھنے والے مزدور بین کرکے اپنے زائرین کو رُلا رہے تھے۔ لیکن اُن کی اپنی آنکھوں میں ایک آنسو بھی نہ تھا۔ ہمارے اپنے مُلک میں آج سے بہت پہلے اگر کسی ہندو کے موت ہو جاتی تھی تو نائن بین کیا کرتی تھی اور ہندو عورتیں ایک قطار میں کھڑی ہو کر سیاپا کیا کرتی تھیں۔ نائن کو اس کی اُجرت دی جاتی تھی

Marfat.com

تقریباً یہی کیفیت یہاں نظر آئی۔ دو آدمی ایسے بھی دیکھے۔ جو شہداء کی قبور کی جالی کے ساتھ لوہے کے جنگلوں سے جکڑے پڑے تھے۔ قریب ہی حضرت عباسؓ کا روضہ ہے۔ حضرت قاسمؓ بھی اِسی قبہ میں مدفون ہیں۔ اِسی عمارت کے ایک کونے میں وُہ جگہ دکھائی گئی۔ جہاں حضرت سید الشہداؓ نے جامِ شہادت نوش فرمایا تھا۔

حضرت امام حسینؓ کی بے بسی، جُرأت اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جان سپاری کو دیکھ کر دل چاہتا تھا کہ اِطمینان اور سکون سے ایک کونے میں بیٹھ کر اہلِ بیت کے بے نظیر صبر و شکر اور اِستقامت کو سامنے رکھ کر خود پر ایک رقت طاری کروں۔ لیکن افسوس کہ اِس شور و شغب میں یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شُدہ

تین چار میل کے فاصلے پر حضرت حُر بن ریاح کا مزار ہے۔ یہ وُہی حُر ہیں۔ جو یزیدی فوج کے افسر تھے۔ مگر جب حضرت امام حُسینؓ نے یزیدی لشکر کو مُخاطب کر کے فرمایا۔ کہ "اے اہلِ کُوفہ تم نے مجھے دھوکہ دے کر یہاں بُلایا اور اب تم میری ہلاکت کے درپے ہو۔ تم نے میرے نانا کا یہ قول سُنا ہو گا۔ کہ حُسینؓ جنت کے جوانوں کا سردار ہے۔ جس گلے پر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم پیار سے بوسہ دیا کرتے تھے۔ تم آج اسی پر ظلم و ستم کا خنجر چلانے پر تُلے ہوئے ہو۔" تو حضرت حُر یزیدی فوج سے نکل کر حضرت امام حُسین علیہ السلام کی خدمت میں چلے گئے اور اُن کی حمایت میں لڑتے

Marfat.com

ہوئے شہید ہوئے تھے۔

نجف اشرف :

کربلائے معلّٰی سے کوئی ایک سو کیلومیٹر کے فاصلے پر نجف اشرف میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کا روضۂ مبارک ہے۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ کے والد ابوطالب نے حضرت عبدالمطّلبؓ کی وفات کے بعد اپنے یتیم بھتیجے کی پرورش کی۔ اور ہر معاملے میں آپ کی مدد کی۔ حضرت علیؓ نے بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ جوان ہوئے تو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا کی شادی آپ سے کر دی۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حُسین علیہما السلام اُن کے برگزیدہ فرزند تھے۔ آپ چوتھے خلیفۂ اسلام ہوئے اور مدینہ منوّرہ کی جگہ آپ نے کوفہ کو دارالحکومت مقرر کیا۔ آخر ۲۱ رماہِ رمضان کو صُبح کے وقت ایک خارجی ابن ملجم نے آپ کو خنجر مار کر شہید کر دیا۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے مزار کے گُنبد اور مینار کربلا معلّٰی کی طرح سونے اور چاندی کے پتّروں سے جڑے ہُوتے ہیں۔ اندر کا حصہ چینی کی گلکاری اور آئینہ بندی سے آراستہ ہے۔ اور سونے چاندی کی قندیلیں

لہ شیعہ حضرات کا بیان ہے کہ حضرت امام حُسین علیہ السلام کے جسد مبارک کے ساتھ ہی بعد میں اُن کا سرِ مبارک لا کر دفن کر دیا گیا تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ کا سرِ مبارک قاہرہ میں مدفون ہے واللہ اعلم بالصواب ؛

Marfat.com

لٹک رہی ہیں۔ مزار کے گرداگرد چاندی کی جالی ہے۔

حضرت ہُود اور صالح علیہما السلام:

قریب ہی حضرت ہُود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے مزارات ہیں۔ دروازے پر ایک اُونٹنی کی تصویر ہے جو اپنے بچوں کو دُودھ پلا رہی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الّا باللہ۔

حضرت ہُودؑ حضرت نُوحؑ کے بعد قومِ عاد کے لیے پیغمبر مبعُوث ہو کر تشریف لائے۔ یہ لوگ بڑے قد و قامت کے تھے۔ فنِ تعمیر میں اُن کا جواب نہ تھا۔ کھیتی باڑی کے فن سے خوب واقف تھے۔ اِسی فارغ البالی، خوش حالی اور قُوّت و طاقت کے گھمنڈ نے اِنھیں باغی کر دیا۔ حضرت ہُود علیہ السلام نے اِس قوم کو بُت پرستی اور بُرے کاموں سے منع کیا اور اِنھیں خُدا کے خوف سے ڈرایا۔ مگر اس سرکش قوم پر وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر غیرتِ خُداوندی جوش میں آئی۔ اِبتدا میں آسمان پر ایک بادل نمودار ہُوا۔ جس نے بعد میں ایک خوفناک آندھی کی صورت اختیار کر لی۔ جو سات آٹھ دن تک مُتواتر چلتی رہی اور قومِ عاد کے تمام سرکش لوگ موت کے گھاٹ اُتر گئے۔

قومِ عاد کی تباہی اور بربادی کے بعد جو لوگ بچ رہے۔ وہ وادئ قُریٰ میں آباد ہو گئے۔ یہ قومِ عاد ثانیہ کہلاتی ہے۔ جو بعد میں اپنے کسی بزرگ کے نام پر قومِ ثمُود کہلانے لگی۔ جب یہ قوم بُت پرستی بدکرداری اور فسق و فجُور

میں حد سے بڑھ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنّت کے مطابق اِس قوم کی طرف حضرت صالحؑ کو نبی بنا کر بھیجا۔ آپ نے اپنی قوم کو وعظ و تلقین کی اور خُدا کے عذاب سے ڈرایا۔ اِس کے جواب میں آپ کی قوم نے کہا۔ کہ اے صالحؑ اگر ہماری قوت شوکت، دولت کی فراوانی، کھیتوں کی سرسبزی، عالی شان مکانات غرضیکہ جو عیش و آرام ہمیں حاصل ہیں، وہ تیرے خُدا کی طرف سے ہیں تو پھر وہ لوگ کیوں غریب اور نادار ہیں۔ جو تیرے خُدا کو ایک مانتے ہیں۔

اِس قوم کو اِس امر پر بڑا تعجب تھا کہ اِن ہی میں سے ایک آدمی کس طرح پیغمبر بن گیا اور اُس پر خدا کے پیغام بھی نازل ہونے لگے۔ آخر اِس قوم نے کہا کہ اگر تُم خدا کی طرف سے نبی ہو تو کوئی نشانی دکھاؤ۔ اِس پر اللہ کا نشان ایک اُونٹنی کی صُورت میں نمودار ہُوا۔ قرآن میں تو اِس کا ذکر نہیں۔ البتّہ مُفسّرین کا بیان ہے کہ یہ اُونٹنی اللہ کے حُکم سے ایک پتھّر سے پیدا ہُوئی اور تھوڑی دیر بعد اُس نے بچّہ جنا۔

خُدا کا یہ واضح نشان دیکھ کر اگرچہ وہ لوگ بھونچکے رہ گئے۔ لیکن پھر بھی وہ خدا کی طرف مائل نہ ہُوئے۔ حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کو مُخاطب کر کے فرمایا۔ کہ "خُدا کا نشان ظاہر ہو چُکا ہے۔ اگر تُم اپنی بھلائی چاہتے ہو تو اِس اُونٹنی کو ہرگز نقصان نہ پہنچانا۔ یہ آزادی سے جہاں چاہے چرے پھرے" آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دِن یہ اُونٹنی چشمے سے پانی پیا کرے گی اور ایک دن تم اور تمہارے جانور۔"

کچھ دِن تک لوگ اِس غیر معمولی واقعہ سے حیرت زدہ رہے اور کوئی

اُونٹنی پر مُنحصر نہ ہُوا۔ لیکن کچھ وقت گزر جانے کے بعد اُن کے دل میں پُرانی بُرائیاں پھر اُبھرنے لگیں اور اُنھوں نے سازش کر کے اُونٹنی کو ہلاک کر دیا اِس کے بعد اِس قوم پر عذابِ خداوندی نازل ہُوا۔ کڑک اور ہیبت ناک گرج نے تمام سرکش اِنسانوں کو ہلاک کر دیا۔ صرف وہی لوگ بچے جو حضرت صالحؑ کے ساتھ تھے۔ بعد میں یہ قوم فلسطین میں جا کر آباد ہو گئی۔

کُوفہ:

کوفہ نجفِ اشرف سے دس کیلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ سڑک پختہ ہے۔ اِس جگہ وہ محراب و منبر دکھائے گئے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید ہُوئے تھے۔ قریب ہی حضرت مُسلم بن عقیل اور بنتِ حضرت علیؓ کے مزارات ہیں۔

حضرت مُسلم بن عقیل حضرت امام حُسینؓ کے چچیرے بھائی تھے۔ جب اہلِ کُوفہ نے حضرت امام حسینؓ کو خطوط لکھ کر کُوفہ آنے کی دعوت دی۔ تو بعض احباب کے اِصرار پر امام حُسینؓ اِس پر راضی ہو گئے کہ پہلے حضرت مُسلم بن عقیلؓ کو کُوفہ بھیج کر اہلِ کُوفہ کے خلوص کی تصدیق کر لی جائے۔ جب حضرت مُسلم کُوفہ پہنچے تو اہلِ کُوفہ نے آپ کا پُرتپاک خیر مقدم کیا: اور اُنھیں ہر قسم کی اِمداد کا یقین دلایا۔ اِس پر اُنھوں نے امام حُسینؓ کو لکھ دیا کہ "کُوفہ کے لوگ آپ پر پروانہ وار نثار ہونے کو تیار ہیں۔ آپ بلا خوف و خطر تشریف لے آئیں۔"
اِس وقت کُوفہ کا حاکم ایک خدا ترس اِنسان نعمان بشیر تھا۔ یزید کو خبر ملی

Marfat.com

کہ اہلِ کوفہ امام حسینؓ کی رفاقت کا دم بھر رہے ہیں۔ تو اُس نے نعمان کو معزول کرکے عبیداللہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

ابنِ زیاد نے کوفہ میں پہنچ کر کچھ اِس قدر متشددانہ طریق کار کا مظاہرہ کیا کہ لوگ ڈر گئے۔ اگلے دِن اُس نے اہلِ کوفہ کو بُلا کر خوب ڈرایا دھمکایا اِس سے خوف زدہ ہو کر اہلِ کوفہ حضرت امام حسینؓ کی حمایت سے دستکش ہو گئے حضرت مسلمؓ ہانی کے گھر میں مقیم تھے۔ ابنِ زیاد نے فوجی دستہ بھیج کر دونوں کو گرفتار کر لیا اور پھر بے دردی سے قتل کر دیا۔

کوفہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مصلّٰی اور آپ کے شہید ہونے کی جگہ محفوظ ہے۔ یہاں اِس جگہ لوگ نوافل پڑھتے ہیں۔ کوفہ میں حضرت نوح علیہ السلام، جناب مسلمؓ بن عقیل، امیر مختار علیہ الرحمۃ کے مزارات کی زیارت کی اِس کے بعد ہانی ابن عروہ، عبداللہ بن جابر انصاری حذیفۃ الیمانی اصحاب حضرت علی سید محمد طاہر بن الحسین بن علی کے مزارات دیکھے۔ سامنے ایک معمولی قبّہ میں بنتِ علی کرم اللہ وجہہ کا مرقد ہے۔

یہاں سے تھوڑی دُور کوفہ جدید آباد ہوا ہے۔ جو اب اچھا خاصہ شہر بن گیا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام:

حضرت یونس علیہ السلام کے مزار پر حاضری دی۔ جس پر ایک تصویر کے ذریعے مچھلی کا حضرت یونس کو نگلنا دِکھایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اِن لغویات

Marfat.com

سے بچاتے ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو اہلِ نینوا کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ آپ نے ایک مدت تک ان سرکش لوگوں کو وعظ و نصیحت کی لیکن اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس پر حضرت یونس علیہ السلام نے خدا سے اس قوم پر عذاب نازل کرنے کی بد دعا کی اور خدا کے جواب کا انتظار کیے بغیر بستی سے نکل گئے ۔ جب اہلِ نینوا کو معلوم ہوا کہ حضرت یونسؑ بد دعا کر کے چلے گئے ہیں۔ تو انھوں نے ان کی تلاش شروع کی اور جب نہ ملے تو بارگاہِ خداوندی میں جمع ہو کر انھوں نے توبہ و استغفار کی اور خدا سے نیک رہنے کا وعدہ کیا۔

ادھر حضرت یونسؑ دریائے فرات کے کنارے پر پہنچے۔ گھاٹ پر ایک کشتی مسافروں کو پار لے جا رہی تھی۔ آپ بھی اس میں سوار ہو گئے۔ جب کشتی وسط دریا میں پہنچی تو ہچکولے کھانے لگی اور قریب تھا کہ غرق ہو جائے۔ اس موقع پر اس زمانے کے اعتقاد کے مطابق لوگوں کو خیال ہوا کہ ہم میں کوئی ایسا ضرور ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے۔ اور اس کی وجہ سے ہم پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے۔ اگر اس کو کشتی سے اُتار دیا جائے تو کشتی بچ جائے گی۔ لیکن کوئی بھی یہ کہنے کو تیار نہ تھا کہ میں بھاگا ہوا غلام ہوں۔ اس پر حضرت یونسؑ نے ملاحوں سے کہا کہ "میں ہی اپنے مالک کا بھاگا ہوا غلام ہوں۔ تم مجھے دریا میں پھینک دو۔" ملاحوں نے انکار کیا۔ کہ "آپ ایسے بزرگ کو ہم کس طرح دریا میں پھینک دیں۔" لیکن جب حضرت یونسؑ کی طرف سے اصرار بڑھا

Marfat.com

تو ملّاحوں نے آپ کو دریا میں پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا قبول کی اور مچھلی نے آپ کو ساحلِ دریا پر اُگل دیا۔ کُچھ نشانیاں دکھانے کے بعد خدا تعالیٰ نے آپ کو دوبارہ نینوا جانے کا حُکم دیا۔ جب حضرت یُونسؑ نینوا میں آئے تو آپ کی قوم آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی، اور آپ کی راہنمائی میں دین و دُنیا کی کامرانیاں حاصل کرتی رہی۔

حضرت ذوالکفلؑ :

کوفہ سے حلہ کو جاتے ہوئے بیس کیلومیٹر کے فاصلے پر راستہ میں ایک شکستہ مسجد کے پاس حضرت ذوالکفلؑ کا مزار ہے۔ مسلمان اور یہودی دونوں زیارت کے لیئے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں صرف دو جگہ آپ کا ذکر آیا ہے اور قرآن کریم نے آپ کی یہ تعریف کی ہے کہ آپ نیک اور صابر تھے۔

بابل :

حلّہ سے آٹھ کیلومیٹر کے فاصلے پر بابل ہے۔ ایک زمانہ میں بابل کی تہذیب اپنے انتہائی کمال پر تھی۔ یہاں کے معلق باغات عجائباتِ عالم میں شمار ہوتے ہیں۔ میں جب بھی قرآن مجید میں ہاروت و ماروت کا ذکر پڑھتا اور روایات سُنتا کہ ہاروت و ماروت چاہِ بابل میں اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں تو اس کنوئیں کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوتا۔

Marfat.com

قرآن مجید میں ہاروت و ماروت کا ذکر سورۂ بقر میں یوں آتا ہے :-
یہودیوں نے بجائے تورات کے جادو کی ان باتوں پر عمل کرنا شروع کردیا جو شیطان حضرت سلیمان کے زمانے میں لوگوں کو سکھاتے تھے اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اس جادو کو حضرت سلیمانؑ کے نام سے منسوب کیا کرتے تھے۔ کہ یہ علم ان پر اترا ہے۔ اور اس کی بدولت ان کو رب پر دسترس حاصل ہے۔ حالانکہ ان کفریات کا حضرت سلیمانؑ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ خود شیطان ہی ان کفریات کے موجد تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور یہ جادو دو فرشتوں یا شہزادوں ہاروت و ماروت پہ نازل ہوا۔ وہ اس علم سے واقف ضرور تھے مگر کسی کو سکھاتے نہیں تھے بلکہ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہم تو لوگوں کے امتحان کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور تم اس کو سیکھ کر کافر نہ بنو۔ مگر لوگ خود ہی کچھ اڑتی ہوئی باتیں سن پاتے اور اس کے ذریعے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتے۔ حالانکہ بجز حکم الٰہی کسی کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکتے تھے۔ اور لوگ ادھر ادھر سے جادو کی خرافات سیکھ لیا کرتے تھے۔ جو انھیں نفع تو خاک پہنچاتیں۔ البتہ ضرر ضرور پہنچاتی تھیں۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے۔ کہ جو جادو پر عمل کرے گا۔ آخرت میں اسے کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ اور یہ جادو جس کی وجہ سے انھوں نے اپنے آپ کو مبتلائے عذاب کر رکھا ہے۔ بہت ہی بری چیز ہے۔ کاش وہ اس بات کو جانتے "

چاہِ ہاروت و ماروت :

یہاں تین فٹ چورس قطر کا ایک کنواں ہے۔ جس میں کنکر پھینکنے سے

Marfat.com

پانی کا پتا چلتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس کنوئیں میں ہاروت و ماروت اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں۔ اور قیامت تک لٹکے رہیں گے۔

بابل بغداد سے جنوب کی طرف ۵۵ میل کے فاصلے پر ہے۔ شہر کے باہر فصیل ہے۔ دیوار کے اندر شہر میں داخل ہوں تو ایک ریسٹ ہاؤس اور چھوٹا سا عجائب گھر ہے۔ جہاں قدیم منڈروں کے نمونے پڑے ہوئے ہیں یہاں ایک شاہراہِ جلوس ہے۔ جو بابُ العشرت پر ختم ہوتی ہے۔ شاہراہِ جلوس کے مغرب کی طرف جنوبی محل ہے اور اس کے قریب ہی معلّق باغات ہیں۔ بابُ العشرت کے شمال کی طرف شیر کا مجسمہ ہے۔ جو سیاہ پتھر سے تراشا گیا ہے۔ یہ شیرِ بابل کے نام سے مشہور ہے۔

آج دِن بھر کڑکتی دُھوپ اور شدّت کی گرمی رہی۔ اِس تپتے ہوئے دن میں موٹر کا یہ طویل سفر میرے لیے تو کچھ تکلیف دہ ثابت نہ ہوا۔ مگر میری اہلیہ اور عزیزم عبدالحی پیاس کی شدّت محسوس کرتے رہے اور جہاں کہیں آبادی آتی۔ گاڑی کھڑی کر کے پانی یا شربت۔ جو بھی میسّر آتا پی کر پیاس بجھانے کی کوشش کرتے۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد پھر العطش العطش ہونے لگتی۔

حضرت یُوشع علیہ السلام:

اب ہم پھر بغداد واپس لوٹ آئے۔ اور حضرت یُوشع علیہ السلام کے مزار پر گئے۔ آپ کا مزار قبرستان کے کنارے پر ہے۔ اوپر ایک قبّہ بنا ہوا ہے۔ دو کتبے عبرانی زبان میں نصب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں

Marfat.com

دوباران کا ذکر فرمایا ہے۔ اور تصدیق کی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور صابر بزرگ تھے۔

حضرت جُنید بغدادیؒ اور شیخ سرّی سقطیؒ:

حضرت جُنید بغدادیؒ اور آپ کے مُرشد حضرت شیخ ابوالحسن سرّی سقطیؒ کے مزارات ایک مسجد نما قُبّہ میں ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے اور مُرید تھے۔ حضرت سرّی سقطیؒ کی دیانت کا یہ عالم تھا کہ کہتے ہیں کہ جن ایّام میں آپ بغداد میں کاروبار کیا کرتے تھے، ایک دفعہ آپ نے ساٹھ دینار کے بادام خریدے۔ لیکن کچھ دیر بعد ہی بادام مہنگے ہو گئے۔ ایک اور دُکاندار نے آپ سے وہ بادام نوّے دینار میں خریدنے چاہے۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر بادام بیچنے سے انکار کر دیا کہ میں دس دینار پر نصف دینار سے زائد مُنافع نہیں لیتا۔ اور اس قیمت پر اس لیے نہیں بیچنا چاہتا کہ تم خرید کر گراں فروخت کر دگے عوام سے آپ کی محبّت کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے "کاش! لوگ رنج و اندوہ سے فارغ ہوتے اور سارے جہاں کا غم میرے لیے وقف ہوتا"۔

حضرت جنیدؒ کو اولیاء اللہ اور علماء میں ایک بلند مقام حاصل ہے آپ شریعت، طریقت اور تصوّف میں اِنتہا تک پہنچے ہُوئے تھے۔ آپ ایک بلند پایہ مُصنّف بھی تھے۔ سب سے پہلے آپ نے ہی علمِ اشارات جاری کیا۔ خود حضرت سرّی سقطیؒ کو اِعتراف تھا کہ تصوّف میں حضرت جُنیدؒ کا رتبہ

اُن سے بلند ہے۔

آپ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ آپ سات آٹھ سال کی عمر میں حضرت سری سقطیؒ کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے جہاں بے شمار مشائخ کبار جمع تھے۔ ان کی مجلس میں شکر پر بحث ہو رہی تھی کہ شکر کیا ہے۔ جب سب لوگ اظہار خیال فرما چکے۔ تو حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا کہ "جنید تم بھی کچھ کہو" آپ نے فرمایا۔ کہ "حق تعالیٰ جو نعمت عطا فرمائے اُس نعمت کی وجہ سے اُس کی نافرمانی نہ کی جائے اور اُس کی نعمت کو نافرمانی اور معصیت کا ذریعہ نہ بنایا جائے" آپ کو اپنی زندگی میں بڑی بڑی کٹھن منزلوں سے گزرنا پڑا لیکن آپ ہر مقام پر کامیاب رہے۔

آپ کا ارشاد ہے۔ کہ "سب سے بڑی نیکی خلق خدا کی خدمت ہے" آپ نے فرمایا "حرص بہت مہلک شے ہے۔ اگر کسی کے پاس دُنیا بھر کے خزانے ہوں۔ اور حرص نہ ہو تو اُسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور اگر اس میں کھجور کے دانے کے برابر حرص ہوگی تو وہ نقصان میں رہے گا" آپ کا ارشاد ہے کہ "صوفی وہ ہے۔ کہ جس کا دِل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح دُنیا کی دوستی سے پاک ہو۔ وہ حق تعالیٰ کی تابعداری کرے۔ اُس کی تسلیم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح ہو۔ صبر حضرت ایوبؑ علیہ السلام جیسا ہو۔ ذوق و شوق حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا ہو۔ اور مناجات میں اُس کا اخلاص حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہو"

Marfat.com

حضرت بہلول داناؒ:

حضرت جُنید بغدادیؒ کے مزار کے پاس حضرت بہلول داناؒ کا مزار ہے۔ وہاں بھی حاضری دی۔ آپ کو لوگ دیوانہ کہتے تھے۔ مگر آپ کی ایک ایک بات میں معرفت اور حقیقت کے خزینے پوشیدہ ہوتے تھے۔

حضرت ابراہیم خواصؒ:

حضرت ابراہیم خواصؒ جو حضرت جُنید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے قریب ہی مدفون ہیں۔ یعنی مرنے کے بعد بھی مُرشد کی قُربت نصیب رہی۔

حضرت معرُوف کرخیؒ:

حضرت معرُوف کرخی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ولی اللہ ہُوئے ہیں بغداد میں جس بازار کے کونے پر آپ کا مزار ہے وہ آپ ہی کے نام پر شیخ معروف سٹریٹ کے نام سے مشہور ہے۔ باہر سلطان عبدالحمید خان کے وقت کا منظوم کتبہ ترُکی زبان میں لگا ہُوا ہے۔ یہ کتبہ ۱۳۱۲ھ میں لکھا گیا تھا۔

حضرت معرُوف کرخیؒ کے آباؤ اجداد آتش پرست تھے: بچپن میں جب اُستاد نے اپنے طریق پر مذہبی تعلیم دینی چاہی تو آپ نے اُس کو تسلیم کرنے سے اِنکار کر دیا۔ اور کہا "خُدا ایک ہی ہے" اِس پر اُستاد نے اُن

Marfat.com

کو بہت مارا۔ آپ بھاگ کر حضرت علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد آپ گھر واپس آئے اور اپنے ماں باپ کو مسلمان کیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت داؤد طائیؒ کی خدمت میں رہ کر خوب ریاضت و عبادت کی۔

کہتے ہیں ایک دفعہ آپ دجلہ کی طرف جا رہے تھے۔ کہ راستے میں آپ نے ایک گروہ نوجوانوں کا دیکھا جو آپس میں جھگڑ رہا تھا۔ اور خرمستیاں کر رہا تھا۔ اُن کی وجہ سے راہ چلنے والوں کو پریشانی ہو رہی تھی۔ جب آگے بڑھے تو بعض دوستوں نے کہا۔ کہ ان کے لیئے بد دُعا کی جائے۔ آپ نے ہاتھ اُٹھایا اور فرمایا "اے اللہ جس طرح تُو نے اِن کو دُنیا میں عیش دے رکھا ہے۔ اسی طرح اِنھیں عاقبت میں بھی عیش و آرام دے" دوستوں کو اس دُعا پر بہت تعجب ہُوا اور پوچھا۔ کہ "یہ کیا"۔ آپ نے فرمایا "صبر کرو" زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اُن لوگوں نے شراب پھینک دی اور حضرت معروف کرخیؒ کے قدموں پر آکر گر پڑے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کا اِنتقال ہو گیا تو چُونکہ آپ تمام اقوام میں بہت مقبول تھے، اِس لیئے سب نے کوشش کی کہ وہ اِن کا جنازہ اُٹھائیں آپ کی وصیّت تھی۔ کہ جو قوم میرا جنازہ اُٹھائے وہی میری تجہیز و تکفین کرے یہودی اور آتش پرست آپ کا جنازہ اُٹھانے میں ناکام رہے۔ آخر مُسلمانوں نے ہی آپ کا جنازہ اُٹھایا اور تجہیز و تکفین کی۔

ملکۂ زُبیدہ :

ریلوے شیڈ کے قریب ملکۂ زبیدہ آرام فرما ہے۔ یہ خاتون مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی ملکہ تھی۔ بڑی عقلمند اور فیاض تھی۔ ملکہ کا زندۂ جاوید کارنامہ نہر زُبیدہ ہے۔ جو عراق سے مکہ معظمہ تک جاتی ہے۔ اور صدیوں سے حجاج اور اعراب کی تشنگی کو دُور کر رہی ہے۔ سچ ہے ؎

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا
پُل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

مزار کی حالت کچھ ایسی ہی ہے۔ جس کو دیکھ کر آنکھوں کے سامنے عبرت کا نقشہ کھینچ جاتا ہے۔ ع مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے۔

حضرت امام غزالیؒ :

شیخ عمُر سٹریٹ کے وسیع قبرستان کے ایک کونے میں معمولی سی چار دیواری میں مشہور فلسفی اور صُوفی بزرگ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ آپ بے شمار کُتب کے مُصنّف ہیں۔ جن میں اِحیاء العلوم بہت مشہور کتاب ہے۔

امام غزالیؒ ضلع طُوس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے شوقِ علم کا اِس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک دفعہ دورانِ سفر میں آپ ڈاکوؤں کے قابو آ گئے۔ کپڑے اور سامان کے علاوہ آپ کے پاس وہ نوٹس بھی تھے جو آپ

Marfat.com

نے اساتذہ کے لیکچر دل سے لئے تھے۔ ڈاکو وہ بھی لے گئے۔ آپ کو سامان کا اتنا غم نہیں تھا جتنا ان مسوّدات کا تھا۔ آپ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور درخواست کی کہ وہ مجموعہ آپ کو واپس کر دے۔ سردار نے ہنس کر کہا آپ نے خاک پڑھا ہے۔ کہ جب کاغذ آپ کے پاس نہ رہے تو آپ کورے کے کورے رہ گئے۔ اِس طعن کا امام صاحب پر اِس قدر اثر ہوا کہ آپ نے ساری تقریریں زبانی یاد کر لیں۔

نظام الملک طوسی نے آپ کی قابلیت اور علمیت کو دیکھ کر مدرسہ نظامیہ کا صدر مدرس (پرنسپل) بنا دیا۔ سلطنت کے اکثر امور آپ ہی کے مشورے سے انجام پاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی اور کمرہ بند کر کے عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ مگر اس وقت بھی درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔

حضرت سلمان پاکؓ:

بغداد سے جنوب کی طرف ۲۵ میل پر حضرت سلمان پاکؓ کا مزار ہے یہاں ایک قصبہ بھی اسی نام سے آباد ہے۔

محل کسریٰ کے کھنڈرات:

یہاں سے قریب ہی محلاتِ کسریٰ کے کھنڈرات ہیں اسّی نوّے فٹ اُونچی ڈاٹ اور دیواریں اِس واقعہ کی یاد دلا رہی ہیں۔ کہ جب

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو یہ محل متزلزل ہوا۔ اور اس کے کنگرے گر پڑے۔

کل تقریباً چودہ گھنٹے موٹر میں ساڑھے تین سو کیلو میٹر سفر کیا۔ اگرچہ میری اہلیہ اور بسرم عبدالحی کافی تھک چکے تھے۔ لیکن حرفِ شکایت اُن کی زبان پر نہ آیا۔ شاید اِس لیے کہ اُن کی کم ہمتی کا احساس مجھے شکستہ خاطر نہ کر دے۔ ۸ ار جون کو اس طویل سفر کے بعد ہوٹل میں واپس آئے کھانا کھا کر آرام کیا۔ صبح باقی اُن مقامات کو دیکھا جن کا اُوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

آج ساڑھے دس بجے واپس بغداد آکر اس کے بازاروں کا چکر لگایا ہر طرف رونق اور گہما گہمی نظر آئی۔ ایک مسقّف بازار میں تو واقعی کھوے سے کھوا چھل رہا تھا۔ خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ پہلے دن ہم نے اسی بازار سے المونیم کا ایک جگ خریدا تھا۔ تاکہ دورانِ سفر میں استنجا وغیرہ کی سہولت رہے۔ ایک دفعہ پھر حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی۔ اور واپس ہوٹل آکر وقت سے پہلے کھانا کھایا۔ کیونکہ عراق ایئر ویز سے آج دمشق کے لیے نشستیں مخصوص کرا رکھی تھیں۔

اب ہوائی اڈہ جانے کے لیے تیاری شروع ہوئی۔ سامان وغیرہ درست کر کے دو سوٹ کیس اور چھوٹے بیگ پہلے موٹر میں بھجوا دیئے اور تیسرا اپنے ساتھ لفٹ میں رکھ لیا۔ لفٹ سے باہر آکر چند منٹ میں کارکنانِ ہوٹل سے رخصت ہو کر موٹر میں سوار ہو گئے۔ ہوائی اڈہ پر

Marfat.com

پہنچ کر معلوم ہوا کہ تیسرا سوٹ کیس ندارد ہے۔ سخت پریشانی ہوئی کہ یہ تو سر منڈاتے ہی اولے پڑنے والا معاملہ ہے۔ آج ہم جب خود ہی میر ساماں تھے، ایسی فاش چوک ہوئی۔ دفعتاً خیال آیا۔ کہ اُسے غالباً لفٹ میں بھول آئے ہیں۔ موڑ لیں نہیں رہا۔ اُسی وقت ہوٹل والوں کو ٹیلیفون کیا تو اُنھوں نے بتایا۔ سوٹ کیس یہیں رہ گیا تھا۔ موٹر پر بھیجا جا رہا ہے اتفاق سے جہاز پندرہ منٹ لیٹ تھا۔ متعلّقہ کلرک نے صرف ہمارے زبانی کہنے پر اس کا وزن وغیرہ لکھ کر چٹیں کاٹ دیں۔ اور ہم ساڑھے بارہ بجے ہوائی جہاز پر بیٹھ کر عازم دمشق ہو گئے۔

Marfat.com

دمشق (شام)

۸ر جون کو ساڑھے بارہ بجے کے قریب بغداد سے ہوائی جہاز پر سوار ہو کر دو گھنٹے کی پرواز کے بعد ڈھائی بجے شام کے دارالحکومت دمشق میں جا اُترے۔ یہ سفر کافی تکلیف دِہ ثابت ہُوا۔ ہوائی جہاز نے بڑے زیر و بم دکھائے۔ خدا کے فضل و کرم سے مجھ پر تو اُس کا کوئی اثر نہ ہُوا لیکن عبدالحی کو چکر آنے لگے اور وہ سو گیا۔ میری اہلیہ پر نیم غنودگی کی سی حالت طاری تھی۔ وہ کبھی آنکھیں بند کر لیتیں۔ اور کبھی مجھے دیکھنے لگ جاتیں۔ شاید وہ یہ سمجھ رہی تھیں کہ آج خیر نظر نہیں آتی۔ آخر جب ہوائی جہاز نے پروازِ معکوس کی اور زمین پر اُترا، تو خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

احتیاط کے طور پر ہوائی اڈہ پر ہی ایک سٹرلنگ پونڈ کا نوٹ تڑوا لیا گیا۔ لیکن کافی تکرار کے بعد اس کے ۹ ½ پونڈ ملے۔ موٹر میں بیٹھے تو ڈرائیور نے کہا کہ قلی کو کچھ دے دیجیے۔ مجبوراً ایک پونڈ اُسے دینا پڑا۔ اِس موٹر میں دو یورپین ہمارے شریکِ سفر تھے۔ ہماری طرح اُنھیں بھی اورینٹ پیلیس ہوٹل جانا تھا۔ ہوٹل پہنچے تو ڈرائیور نے پانچ پونڈ کرایہ طلب کیا۔ میں نے کہا کہ یہ کرایہ ہوائی کمپنی کے ذمہ ہوتا ہے۔ مگر اُس نے ایک نہ

Marfat.com

تھی۔ آخر بادل ناخواستہ یہ رقم ادا ہی کرنی پڑی۔ اس نے دوسری سواریوں سے نہ تو کچھ مانگا اور نہ انھوں نے دیا۔ غالباً یہ ہمارے اجنبی ہونے کا جرمانہ تھا

یہ ہوٹل ریلوے اسٹیشن کے سامنے بڑی اچھی جگہ پر واقع ہے کمرے اور غسل خانے بڑے صاف ستھرے ہیں۔ گرم اور سرد پانی کا معقول انتظام ہے۔ بیٹھے تو گرمی محسوس ہونے لگی۔ گھنٹی بجائی۔ بیرا آیا تو کہا۔ کہ "گرمی لگ رہی ہے۔ اور یہاں پنکھا تک بھی نہیں" اس نے بتایا کہ "یہاں ہوٹل کے کسی کمرہ میں بھی پنکھا نہیں ہے۔ اور کوئی ایسی گرمی بھی نہیں۔ آپ چونکہ ابھی ابھی آئے ہیں۔ اس لیے گرمی محسوس ہو رہی ہے"

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ پچیس تیس برس گزرے مجھے پہلی بار شملہ جانے کا اتفاق ہوا۔ موٹر سے اتر کر سیدھا مسلم ہوٹل پہنچا۔ لاہور کی گرمی کا اثر ابھی تک مزاج میں تھا۔ فوراً فرمائش کی کہ خوب برف ڈال کر شربت کا ایک گلاس لاؤ۔ میری یہ بات سن کر ہوٹل کے کارپرداز ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ آخر ان میں سے ایک نے جرأت کر کے پوچھ ہی لیا کہ عطار سے آپ کے لیے کونسا شربت لایا جائے۔ کیونکہ یہاں تو سوائے مریض کے کوئی شربت نہیں پیتا۔

بغداد میں عبدالکریم موٹر ڈرائیور کے مل جانے سے تو کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ انگریزی سے بھی واقف تھا اور ٹوٹی پھوٹی اردو بھی بول لیتا تھا۔ ہوٹل والوں سے کہا کہ کوئی انگریزی یا اردو بات سمجھنے والا گائیڈ راہبر چاہیے۔ انھوں نے کہا۔ بہت اچھا۔ انتظام کیے دیتے ہیں۔ لطف

Marfat.com

دن کے لیے ایک پونڈ سٹرلنگ معاوضہ ہوگا۔ ایک دو گھنٹے انتظار کیا۔ مگر ان کی طرف سے آدمی بھیجنے پر بھی کوئی ترجمان نہ مل سکا۔ شام ہوگئی تھی۔ نماز مغرب ادا کر کے بغیر کسی مقصد کے شہر کی طرف چل دیئے۔ اب یہ مشکل تھی کہ ع

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم

کسی گاڑی والے کو کیا بتائیں کہ ہمیں کس جگہ جانا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پیدل ہی چلتے رہے۔ آخر ایک ایسے ہوٹل کے قریب پہنچے جو خوب جگمگا رہا تھا۔ اور اُس کے باہر انواع واقسام کے کھانوں کی فہرست کا بورڈ آویزاں تھا۔ یہ فہرست عربی میں تھی۔ اور ہوٹل کا نام "مطعم العربیہ" تھا۔ یعنی عرب کھانوں کا ہوٹل اندر جھانکا تو ایک ہندوستانی نوجوان نے قریب آکر اندر آنے کی دعوت دی اور دریافت کیا کہ آپ پاکستان سے آئے ہیں؟ یہ الفاظ سُن کر خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور قدم خود بخود اندر کی جانب اُٹھنے لگے۔ اب ہم ایک میز پر جا بیٹھے اور اس ہندوستانی نوجوان سے دریافت کیا کہ ہمارے مذاق کے مطابق یہاں کون کون سا کھانا مناسب ہوگا اُس نے بتایا کہ دال اور کباب۔ چنانچہ انھی چیزوں کی فرمائش کی گئی۔

تھی تو وہ دال مگر بڑی لذیذ، ہم نے اُسے شوربے کی طرح چمچے سے پیا۔ ہوٹل میں ذبح کیے ہوئے دُنبے لٹک رہے تھے۔ ان میں سے گوشت کٹوا کر تکے اور قیمہ کے کباب بنوائے جو نہایت ہی لذیذ تھے۔ کھانے کے بعد میں نے حسبِ عادت کچھ مٹھائی منگائی۔ یہ مٹھائی ہمارے ہاں کی مٹھائی سے بالکل مختلف تھی۔

Marfat.com

دورانِ گفتگو میں مَیں نے ہندوستانی نوجوان سے کہا۔ کہ ہمیں ایک ایسے رہبر کی ضرورت ہے۔ جو یہاں کے مقامات دکھانے میں رہبری کر سکے۔ اُس نے کہا میں ابھی بندوبست کیئے دیتا ہُوں۔ تھوڑی دیر بعد ایک صاحب محمد شریف خاں آ گئے۔ تو میں نے پُوچھا کہ کیا آپ ہی گائیڈ ہیں۔ اُنھوں نے اِثبات میں جواب دیا۔ بعد میں معلوم ہُوا کہ یہ کاظم الہندی (ہندوستانی نوجوان) کے والد ہیں اور اِسی ہوٹل کے اُوپر شراکت سے ایک اور رہائشی ہوٹل بنا رکھا ہے۔ مجھے بھی اسی ہوٹل میں اُٹھ آنے کی ترغیب دیتے رہے۔ کہ اِس طرح مجھے آپ کی معیّت میں رہنے کے اچھے مواقع میسّر آ سکیں گے۔ لیکن میں چونکہ ایک اکل کھُری طبیعت کا انسان ہُوں اورینٹ ہوٹل کی سکونت کو ترک نہ کیا۔ اور اِسی کو اپنی قیام گاہ بنائے رکھا اُنھوں نے جیب سے دو تار نکال کر دکھائے کہ رات کے ڈیڑھ بجے بیگم سیٹھ جیب دینس سے آ رہی ہیں۔ یہاں اپنے لڑکے کا عقد ایک شامی لڑکی سے کرنا چاہتی ہیں اور کل فلاں صاحب آ رہے ہیں۔ نذرانہ دریافت کیا۔ تو کہنے لگے۔ "میں ایسا بیوقوف کیوں بنُوں۔ کہ اپنے مُنہ سے کچھ بتا کر اپنے پاؤں پر کُلہاڑی مار دوں۔ جو جی چاہے دے دیجیئے گا۔" اِس کے بعد ہم اپنے ہوٹل میں آ گئے۔

اگلے دن ۹ر جون کو کاظم الہندی صاحب دن چڑھے ہمارے پاس آئے اور بتایا کہ رات فضائی اڈہ سے بیگم سیٹھ جیب کو لایا تھا اور صُبح بازار سے مٹھائیاں خرید کر اُنھیں لڑکی والوں کے یہاں چھوڑ کر سیدھا آپ ہی کی طرف

Marfat.com

چلا آرہا ہوں۔ اب تشریف لے چلیئے اُنھوں نے مشورہ دیا کہ سامنے ٹھہری ہوئی گاڑیوں میں سے کوئی گاڑی نہ لیجیئے گا۔ یہ بہت دام لیں گے۔ راستے میں کوئی اور موٹر دیکھ کر دام چکالیں گے۔ اِس طرح کم خرچ آئے گا غرضیکہ ایک ٹیکسی لے کر اُس میں بیٹھ گئے۔

دمشق کے بازار بڑے بارونق اور دُکانیں خوب صاف سُتھری اور آراستہ ہیں۔ باشندے خوش رُو، خوش پوش اور تنومند ہیں۔ ہر طرف سرسبز و شاداب پہاڑ ہیں جن میں پانی کے چشمے اُبلتے اور نہریں بہتی ہیں یہاں ربوہ اور ڈومر کے مقامات خوب صورتی کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتے یہاں سے سات نہریں نکالی گئی ہیں جنھوں نے دمشق کی رونق کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ دمشق کے تقریباً ہر بازار میں ایک نہر بہتی ہے۔ جس کے اِرد گرد دونوں طرف بڑے بڑے ہوٹل واقع ہیں۔ جہاں ہزاروں خوش جیوڑے ماکولات و مشروبات سے مُتمتع ہو کر یہ حقہ سامنے رکھے کسی نہ کسی کھیل میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ہر ہوٹل میں تقریباً پانچ پانچ سو حقے ہوتے ہیں۔ اِس اجتماع میں چھوٹے بڑے جوان اور بوڑھے کی کوئی تمیز نہیں۔ دمشق میں پانی کی فراوانی ہے۔ تمام گلی کوچے بازار، مکانات، دُکانات نئی نویلی دلہن کی طرح آراستہ پیراستہ نظر آتے ہیں۔ حجاموں اور کبابیوں کی دُکانیں ایسی صاف سُتھری اور جاذبِ نظر کہ بغیر ضرورت حجامت بنوانے اور کباب کھانے کو جی چاہے۔ پرائیویٹ موٹروں کے علاوہ کرایہ کی بے شمار ٹیکسیاں ایک سے ایک بڑھ کر۔ موٹر ڈرائیور لیے سُوٹڈ بوٹڈ اور اَپ ٹو ڈیٹ

Marfat.com

کہ ہمارے ہاں کے بڑے بڑے صاحب ثروت بھی ایسا لباس نہیں پہنتے جا بجا ٹرالیاں اور موٹر بسیں چل رہی ہیں۔

اس ملک کی سرسبزی و شادابی، باشندوں کی خوش حالی اور خوش اخلاقی دیکھ کر بے اختیار یاد آ گیا کہ ہادیٔ برحق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اہلِ شام کے لئے دعا فرمائی تھی کہ "اے اللہ! ملک شام میں برکت عطا فرما"۔ اور یہ سب کچھ اسی دعا کی برکت کا نتیجہ ہے۔ سرزمین شام میں جابجا انبیائے کرام۔ اولیائے عظام اور صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین آرام فرما ہیں اور یہ کہنا درست ہے کہ یہ سرزمین اللہ کے محبوب بندوں کی سرزمین ہے اور شہر دمشق تو ان سب باتوں میں فضیلت رکھتا ہے۔

گزشتہ چھ برس سے شام بسرعت ترقی کر رہا ہے۔ دمشق میں لاہور کی گلبرگ کالونی سے بھی زیادہ خوبصورت اور شاندار کوٹھیاں بن چکی ہیں۔ اور تعمیر کا مزید کام ہو رہا ہے۔ بہت سی نئی سرکاری عمارتیں بن رہی ہیں اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ پانچ سات سال میں اس کی ہیئت ہی بدل جائیگی

جامع اموی:

دمشق اموی خلفاء کا دارالحکومت رہا ہے اور ہر خلیفہ نے اپنے عہد میں اس کو ترقی دی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں ولید اول نے جامع اموی بنوائی۔ یہ مسجد اپنی قدامت اور عظمت کے اعتبار سے دنیا کی مشہور ترین عمارات میں شمار ہوتی ہے۔ کہتے ہیں بارہ ہزار کاریگروں نے آٹھ برس کی مدت میں

Marfat.com

کروڑوں روپے کی لاگت سے یہ مسجد مکمل کی تھی۔ نمازیوں کا ہال ۱۳۶ میٹر لمبا اور ۳۷ میٹر چوڑا ہے۔ اِس مسجد کے تین مینار ہیں۔ اِن میں سے مشرقی مینار کے متعلق ایک روایت بیان کی جاتی ہے۔ کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ینزل عیسیٰ ابن مریم عند المنارہ المشرق دمشق" یہ مینار ہمیشہ بند رہتا ہے۔ مسجد کے مغربی مینار کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اِس میں مدتوں حضرت امام غزالیؒ زہد و ریاضت میں مشغول رہے۔

۱۸۹۳ء میں یہ مسجد جل گئی تھی تو سلطان عبدالحمید خان والئے ترکی نے آٹھ لاکھ روپے سے اِس کی مرمت کرائی تھی۔ سنگِ مرمر اور پچی کاری نے مسجد کی شان کو دوبالا کر رکھا ہے۔

یہ مسجد مدتوں سے عبادت گاہ چلی آتی ہے۔ اِس کی ایک چھت کے نیچے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مزار ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام:-

حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام کے فرزند تھے اِن کی پیدائش کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اور کوئی اولاد نہ تھی۔ جب حضرت مریم علیہا السلام معتکف ہوئیں تو آپ کے پاس قدرتِ خداوندی سے بے موسم پھل آتے تھے جب حضرت زکریا علیہ السلام کو اِن عطیاتِ خداوندی کا پتا چلا، تو آپ نے خداوند پاک کی بارگاہ میں دعا کی۔

Marfat.com

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ

ترجمہ :۔ اے میرے رب مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بیشک تو ہی دُعا کا سُننے والا ہے۔

جب حضرت زکریاؑ نماز پڑھ رہے تھے تو اللہ کے حُکم سے فرشتوں نے آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خبر دی۔ اور کہا کہ تیرا لڑکا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کرے گا۔ اِس پر حضرت زکریاؑ نے کہا۔

"اے اللہ! میرے کیسے بچہ ہو سکتا ہے۔ جب کہ میں بُوڑھا ہو چکا ہوں، اور میری بیوی بانجھ ہے"

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ

"اللہ جو چاہے کر سکتا ہے"

قُرآن مجید میں صرف اسی قدر ہے۔ مگر توارات میں ہے کہ یہودیوں نے اُن کو قتل کر دیا۔

حضرت ہُود علیہ السلام :

حضرت ہود علیہ السلام کی قبر بھی اِسی مسجد میں بتائی جاتی ہے۔ حضرت ہُود، حضرت نُوح علیہ السلام کے بعد قوم عاد کے لیے نبی مبعوث ہو کر دُنیا میں تشریف لائے۔ تاکہ دُنیا کے گُمراہ انسانوں کو سیدھے راستے پر لائیں لیکن قوم عاد نے نہ صرف یہ کہ اِن کے وعظ و نصیحت کو نہ سُنا۔ بلکہ اُلٹا

Marfat.com

ٹھٹھا مذاق کرنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ یہ بھی خوب ہے کہ ہم میں سے ایک آدمی نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اور پھر اس شرف کے لیے تم ہی رہ گئے تھے۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم تمھارے کہنے سے ان بتوں کی پوجا چھوڑ دیں۔ جن کو ہمارے آباؤ اجداد مدتوں سے پوجتے چلے آ رہے ہیں

حضرت ہودؑ علیہ السلام نے اُن کو خبردار کیا۔ کہ اگر تم نے خدا کا راستہ اختیار نہ کیا۔ تو تم پر شدید عذاب نازل ہو گا۔ اس پر ہودؑ کی قوم نے کہا کہ یہ جو روز روز تو ہمیں عذاب سے ڈراتا ہے جا اپنے خدا سے کہہ کہ ہم پر عذاب نازل کرنے میں ہرگز دیر نہ کرے۔

اس پر غیرتِ خداوندی جوش میں آئی۔ آسمان پر بادل نمودار ہوا جس نے بعد میں ایک خوفناک عذاب کی صورت اختیار کر لی۔ اور قومِ عاد کے تمام سرکش لوگ اس عذاب کی نذر ہو گئے۔

عیسائی اور یہودی بھی اس مسجد کی زیارت کے لیے بکثرت آتے ہیں مسجد میں ایک کمرے کے متعلق بتایا گیا کہ اس میں خاندانِ اہل بیت کو کوفے سے لا کر رکھا گیا تھا۔ اس جگہ حضرت زین العابدینؓ کا مصلیٰ بھی بنا ہوا ہے۔

ایک جگہ کے متعلق بیان کیا گیا کہ یہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک رکھا گیا تھا۔

سلطان ناصر الدین محمود:

اسی طاق کے نیچے سلطان ناصر الدین محمود کا مزار ہے اور ایک الماری

Marfat.com

کے متعلق بتایا گیا کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال رکھے ہوئے ہیں۔ زائرین ہر جگہ نوافل ادا کرتے ہیں۔ اِس مسجد میں ایک کنواں بھی ہے۔ اُس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اِس کو حضرت خضر علیہ السلام نے کھدوایا تھا۔ قریب ہی ایک محراب میں یزید کے دربار کی جگہ بتائی جاتی ہے۔

غازی صلاح الدین رحؒ :

مسجد امویہ کے غربی دروازہ کے قریب تاریخ اسلام کے بہت بڑے سلطان اور مجاہد غازی صلاح الدین علیہ الرحمۃ کا مزار ہے۔ یہ مزار سنگِ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ مزار پر سلطان کی تصویر بھی رکھی ہوئی ہے۔

غازی صلاح الدینؒ وہی جوال ہمت اور مردِ مجاہد تھے۔ جنہوں نے ایوّبی سلطنت کی بُنیاد رکھی۔ اور عیسائیوں کی مذہبی جنگوں میں انگلستان کے شیر دل بادشاہ رچرڈ کو شکستِ فاش دی۔ دمشق اور بیت المقدس کے عیسائیوں کو جو آرام و آسائش اِس سُلطان نے مُہیّا کیا اِس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ سُلطان کی شرافتِ نفس ہی کا نتیجہ ہے کہ اگرچہ اُس نے مجنون عیسائیوں سے کئی لڑائیاں کیں، مگر آج تک انگریز مؤرخ بھی اس کا نام عزت و توقیر سے لیتے ہیں۔ اور اُسے "شریف دشمن" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

سلطان کی وسیع القلبی، اور شرافت کا یہ عالم تھا کہ ایامِ جنگ میں جب اُس کو علم ہوا کہ رچرڈ شاہ انگلستان کا گھوڑا مر گیا ہے تو اُس نے

Marfat.com

ازراہِ مروّت اپنا گھوڑا بھیج دیا۔ اور جو عیسائی اپنا جزیہ ادا کرنے سے قاصر تھے، اُن کا جزیہ اپنی جیب سے ادا کیا۔

اسی قبہ میں دوسرے مشہور مجاہد عماد الدّین زنگی کا مزار ہے۔ یہ وہ مردِ مجاہد ہیں، جنھوں نے اُس وقت اسلامی سلطنت کو عیسائی یورش سے بچایا۔ جب عیسائی دیوانوں کی طرح اسلامی سلطنت پر حملہ کر رہے تھے اور اسلامی حکومتیں اپنے نفاق کی وجہ سے آپس میں دست و گریباں ہو رہی تھیں اسی سلطان کے نقشِ قدم پر چل کر سلطان صلاح الدّین نے بیت المقدس کو عیسائی اثر سے آزاد کرایا۔

اِس چھوٹے سے احاطہ میں دو تین تُرک آرام فرما ہیں جو ۱۹۱۴ء میں ایک ہوائی جہاز کے حادثے میں شہید ہو گئے تھے۔ اُن کے نام انگریزی زبان میں سنگِ مرمر کی سِل پر کندہ ہیں۔

قید خانۂ اہلِ بیت :

یہاں سے قریب ہی ایک مکان ہے، جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہاں اہلِ بیت کو قید رکھا گیا تھا۔ اِس لیے یہ مکان "قید خانۂ اہلِ بیت" کے نام سے موسوم ہے۔ اس جگہ حضرت رقیہؓ بنت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا مزار ہے۔ بعض لوگ یہاں حضرت امام حسینؓ کا مزار بھی بتاتے ہیں۔ بہرکیف ہم نے فاتحہ پڑھی۔ اب اِس جگہ فلسطین کے مہاجر رہتے ہیں۔ اِس قید خانے میں صلاح بن محمد جمال دین دفن بتائے جاتے ہیں۔ یہ

Marfat.com

عیسائی تھے۔ اِن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے یزید کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے دندانِ مبارک پر چھڑی مارنے سے روکا تھا۔ اِس پر یزید نے اِن کا بھی سر قلم کرا دیا تھا۔ اِس قید خانے میں وہ جگہ بھی دکھائی گئی جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں امام زین العابدین نے چالیس یوم تک نماز پڑھی تھی۔ ایک جگہ یہ دکھایا گیا ہے کہ یہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرِ مبارک کو رکھا گیا تھا۔ اِس جگہ تاریخ درج ہے۔ اِس کے قریب ہی بازارِ شام اپنی قدامت کے ساتھ موجود ہے۔ جس میں یزید نے اہلِ بیت کو قیدی بنا کر گزارا تھا۔ قید خانے کی نشانی اب تک بڑے بڑے پتھروں کی صورت میں موجود ہے۔ اِس جگہ اب ایک شارعِ عام ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ :

حمیدیہ بازار میں حضرت ابوہریرہؓ کا مزار ایک پرانی سی عمارت میں ہے۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی تھے۔ آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔

یزید کے محلات :

مسجد امویہ کے قریب ہی یزید کے محلات کے کھنڈرات ہیں جو چشمِ بصیرت کے لیے صد ہزار سامانِ عبرت لیے ہوئے ہیں۔ اِن کو دیکھ کر بے اختیار یہ مصرعہ زبان پر آگیا۔ ع

Marfat.com

عیسائی راہبوں کے نشاں کیسے کیسے

زینبؓ بنت علیؓ :

شہر سے دس کیلومیٹر کے فاصلے پر حضرت زینبؓ بنت علیؓ کا شاندار قُبّہ ہے ۔ چاندی کا کام ہو رہا ہے ۔ سونے کا ایک تاج بھی رکھا ہُوا ہے ایران والے صرف کثیر سے کانچ کا کام کر رہے ہیں ۔ حضرت زینبؓ اسیرانِ اہلِ بیت میں شامل تھیں ۔ مگر دل آزاد تھا ۔ کوفہ میں ابن زیاد اور دمشق میں یزید کے سامنے جس جراٗت اور حق گوئی سے باتیں کیں ، اُس سے اُن کی جراٗتِ ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے ۔

حضرت ابُو عبیدہؓ بن الجراح :

باب الصّغیر کے قبرستان میں مُجاہدِ ملت اور فاتحِ شام حضرت ابوعُبیدہؓ بن الجراح کا مزار ہے ۔ تاریخِ اسلام میں حضرت ابُوعبیدہؓ بن الجراح کی جنگی خدمات و فتوحات قابلِ تعریف ہیں ۔ بیت المقدس کی لڑائی میں جب خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت عُمرِ فاروقؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو معزول کیا تو یہی اُن کی جگہ اِسلامی افواج کے سپہ سالار مُقرّر ہُوئے اِس موقع پر عیسائی راہبوں نے مُطالبہ کیا کہ آپ اپنے خلیفہ کو یہاں بُلائیں حضرت عُمرِ فاروقؓ آپ کی دعوت پر بیت المقدس تشریف لے گئے چُنانچہ عیسائیوں نے بغیر لڑے بیت المقدس کی کنجیاں آپ کے حوالے کر دیں

Marfat.com

فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آپ کو بھی ایک غیر مسلّح دستہ کا سردار مقرّر کیا تھا۔

سیّدنا بلالؓ حبشی :

قُبّہ میں داخل ہو کر ان کے مزار تک جانے کے لیے چند سیڑھیاں نیچے اُترنی پڑتی ہیں۔ قبر پر سبز رنگ کے غلاف پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ سرہانے کی طرف ایک بُرجی بنا کر اس پر ایک بندھا ہوا سبز عمامہ رکھا ہوا ہے۔ ایسے عمامے یہاں اکثر بزرگوں کے مزارات پر دیکھنے میں آئے۔ حضرت بلالؓ حبشی غلام تھے۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا۔ تو آپ کا مالک آپ کو سخت تکلیفیں دیتا تھا۔ کفّار گرم ریت پر لٹا کر چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے۔ گرم کوئلوں پر لٹاتے تھے۔ مگر آپ تکلیف سے کراہنے کی بجائے خدا کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ آخر حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ صحابہ میں آپ کا بہت بلند مرتبہ ہے۔ آپ مؤذّنِ رسولؐ تھے۔ مگر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد آپ نے اذان نہ کہی۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیّار :

آپ کی پائینتی میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیّار آرام فرما ہیں۔ یہ وہی حضرت جعفر طیّار ہیں۔ جنہوں نے شاہ نجاشی کے سامنے اسلام کی

Marfat.com

خوبیوں کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا تھا۔

حضرت سعیدؓ بن خالدؓ بن ولید :

حضرت سعید بن خالدؓ بن ولید کا مزار بھی یہیں ہے۔

حضرت معاویہؓ بن ابوسفیان :

امیر معاویہ ابوسفیان کے بیٹے تھے، جو فتح مکّہ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور بعد میں کاتب وحی بھی رہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت میں آپ ایک فوجی دستے کے سپہ سالار مقرّر ہوئے۔ اور ایسی شاندار خدمات سرانجام دیں کہ لوگ امویوں کی اسلام دشمنی کو بھول گئے۔ دمشق کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے امیر معاویہؓ کو دمشق کا گورنر مقرّر کر دیا اور حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں یہ سارے ملک شام کے والی مقرّر ہوئے۔

حضرت علیؓ خلیفہ مقرّر ہوئے تو انھوں نے امیر معاویہ کو شام کی گورنری سے معزول کر دیا۔ مگر انھوں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت علیؓ اور معاویہؓ میں صفین کے مقام پر جنگ ہوئی۔ آخر معاملہ ثالثوں کے سپرد ہوا۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا اور امیر معاویہؓ نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؓ اُن کے جانشین مقرّر ہوئے تو امیر معاویہؓ نے عراق پر حملہ کر دیا۔ مگر امام حسنؓ نے مسلمانوں میں

خونریزی کو ناپسند کیا۔ اور خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ صرف خارجیوں نے امیر معاویہ کی اطاعت قبول نہ کی۔ اور باقی تمام عالم اسلام کے وہ خلیفہ مقرر ہو گئے۔ امیر معاویہ نے یزید کو اپنا جانشین بنا کر اسلام میں پہلی مرتبہ شہنشاہی کی بنیاد رکھی اور اسی کا نتیجہ جنگ کربلا ہے۔

امیر معاویہ کے زمانہ میں مسلمانوں کو بڑی بڑی فتوحات نصیب ہوئیں سب سے پہلے انھوں نے بحری بیڑا تیار کیا۔ اور رومیوں کو کئی معرکوں میں شکست دی۔ ان کے زمانۂ خلافت میں مسلمان یلغار کرتے ہوئے۔ سندھ ترکستان، شمالی افریقہ اور قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔

آج ابھی امیر معاویہ کا مزار عبرت اور بے ثباتی عالم کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ باب الصغیر کو جاتے ہوئے بائیں جانب قبرستان میں آپ کا قبہ ہے۔ چھت گرنے کے قریب ہے۔

سیدنا حفیظہ بنت سیدنا ابوبکرؓ اور زیان بن عثمان کے قبے بھی یہیں پر ہیں۔ یہیں رفقہ کنیز سیدتنا حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مزار ہے۔

حضرت عبداللہ ابن امام زین العابدین، سیدتنا فاطمۃ الصغرا سیدتنا سکینہ بنات حضرت امام حسینؓ ام کلثوم بنت حضرت امام حسین رضؓ کے مزارات بھی اسی جگہ ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کا مزار بھی یہیں ہے جو صحابی تھے۔ اور جن کے متعلق قرآن حکیم میں یہ آیت عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی نازل ہوئی تھی۔ خاندانِ نبوت

Marfat.com

کے کئی اور افراد اور شہداء کے مزارات بھی اسی جگہ ہیں ۔ اہل صفہؓ میں سے حضرت اوس بن اوس الثقفی کا مزار اسی جگہ ایک قبہ میں ہے ۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کا مزار بھی خستہ حالت میں یہاں موجود ہے ۔

یزید :

یزید جس کے نام کے ساتھ واقعۂ کربلا اور اہل بیت پر ظلم و ستم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ، یہاں ایک قبرستان کے کنارے پر مدفون تھا ۔ جہاں لوگ اکثر خشت باری کیا کرتے تھے ۔ زاں بعد اس جگہ ایک شخص نے کانچ گلانے کی بھٹی لگا لی ۔ اب بڑے بڑے درختوں کے تنے یہاں پڑے ہیں ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جن سے بہت سی احادیث مروی ہیں حضرت اُبی ابن کعب انصاری ۔ مقداد بن اسود ۔ حضرت ضرار بن ازور جو بڑے بہادر اور مجاہد تھے ۔ اور حضرت سیف اللہ کے ساتھ بہت سے معرکوں میں شریک ہوئے تھے اور جن کی بہن حضرت خولہؓ نے ایک موقع پر خیموں کی چوبوں سے رومیوں کے منہ موڑ دیئے تھے ۔ ان کے مزارات بھی اس قبرستان میں ہیں ۔ شیخ ارسلان دمشقی کا مزار قبرستان باب موما میں ہے ۔ قریب ہی اُن کے شیخ کا مزار ہے ۔ حضرت ضرار کی بہادر بہن حضرت خولہ بنت ازور کا مزار شہر کی مشرقی طرف ہے ۔ تاریخ اسلام میں ان کی بہادری اور جرأت کے کئی واقعے مرقوم ہیں ۔ ایک موقع پر جب ضرارؓ

Marfat.com

لڑتے ہوئے رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔ تو حضرت خولہؓ اپنے بھائی کو چھڑانے کے لیے تیار ہوگئیں۔ اُن کی جرأت وبہادری کو دیکھ کر حضرت خالدؓ نے ایک فوجی دستہ اُن کے ہمراہ کردیا۔ جس راستہ سے حضرت ضرارؓ کو رومی لیے جارہے تھے، آپ بھی اپنے فوجی دستے کو لے کر وہاں پہنچ گئیں اور رومیوں پر حملہ کرکے اپنے بھائی کو چھڑا لائیں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن العربی:

مشہور مسلمان فلاسفر شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کا مزار محلہ صالحیہ جبل قاسیون میں واقع ہے۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ اقبال نے مولانا روم کی راہنمائی میں جو مختلف سیارگان کا سفر لکھا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا تخیل انہوں نے ابن عربی سے ہی لیا ہے۔

حضرت عبدالغنی نابلسیؒ:

حضرت عبدالغنی نابلسی کا مزار بھی قریب ہی ہے۔ آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ بڑے صاحب کمالات بزرگ تھے۔ سنہ ۱۳۰۰ھ میں فوت ہوئے

شیخ محمدؒ المعروف بابا کردی:

حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ المعروف بابا کردی کا مزار ساڑھے سات سو برس پرانا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا منہ، زبان، ناک، کان، دانت

Marfat.com

اور بال بجنسہٖ قائم ہیں۔ مزار میں پائنتی کی طرف بجلی کا بلب لگا ہوا ہے جسے روشن کر کے مجاور ایک ننگا پاؤں دکھاتے ہیں۔ استغفراللہ۔ اس سائنس کے زمانے میں بھی پیشہ ور مجاور عوام کو بیوقوف بنانے سے نہیں چوکتے۔

غزوۂ بدر کے مشہور صحابی حضرت مقداد ابن اسود کندیؓ علمدار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس بن بردوس وسلمی سیدنا ابو درداؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور حضرت عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں دمشق کے قاضی تھے، علامہ ابن قیم جوزی حافظ حدیث اور شیخ ابراہیم بن سلیمان جو بڑے زبردست عالم تھے، یہ سب دمشق میں ہی آرام فرما ہیں۔

حضرت دحیۃ الکلبیؓ:

سیدنا حضرت دحیۃ الکلبیؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ اور حضرت جبرائیلؑ اکثر اُن کی شبیہ میں وحی لایا کرتے تھے، اُن کا مزار دمشق سے دو میل دُور مغرب کی طرف ہے۔

حضرت ابو مسلم خولانیؓ:

حضرت ابو مسلم خولانی ایک موضع دار الکبریٰ میں آرام فرما ہیں۔ اسود بن عنسی کذاب نے انھیں آگ میں ڈال دیا تھا۔ مگر اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کے بعد جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو حضرت عمر فاروقؓ

Marfat.com

نے آپ سے بغل گیر ہوتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ آج میں ایسے شخص سے مل رہا ہوں۔ جس کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ سا سلوک کیا گیا ہے۔

سارا دن کافی مصروفیت رہی۔ شام کے قریب ہوٹل واپس آئے۔ کھانا کھایا، نماز پڑھی۔ تھکے ماندے تھے۔ لیٹتے ہی سو گئے۔

۱۰ جون کو صبح ہی کاظم الہندی حسب وعدہ تشریف لے آئے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ:

حضرت بایزید بسطامیؒ جو اولیائے کبار میں شمار ہوتے ہیں۔ شہر سے بارہ میل کے فاصلے پر اُن کا مزار ہے۔ وہاں پہنچے۔ آپ کا مزار ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔ میری اہلیہ اس پہاڑ پر نہ چڑھ سکتی تھیں۔ ان کے علاوہ اصحاب کہف اور ہابیل و قابیل کے مقامات بھی دیکھنے تھے۔ جو پہاڑ پر واقع ہیں۔ اس لیئے نیچے ہی سے فاتحہ پڑھی۔

کاظم الہندی صاحب یہاں سے اپنے ہوٹل میں لے آئے۔ اور تقریباً دو گھنٹے تک ہمیں انتظار میں رکھا۔ کہ دس بارہ بوہرہ حضرات کے ساتھ انھوں نے وعدہ کر رکھا ہے۔ تقاضے کر کر کے سب کے لیئے موٹریں آئیں۔ اب کاظم الہندی صاحب نے ہم سے معذرت چاہی اور اپنے بڑے لڑکے کو ہمارا راہبر بنا دیا۔ چنانچہ ہم سب سے پہلے اصحاب کہف کے مقام پر گئے۔

اصحاب کہف:

اصحاب کہف کا غار جبل تاسیون یا جبل صالحیہ پر ہے۔ جہاں تک موٹر

Marfat.com

جا سکتا تھا گئے۔ چونکہ چڑھائی زیادہ تھی اِس لیے میری اہلیہ موٹر میں ہی ٹھہریں۔ لیکن مجھے بچپن سے ہی اس مقام کو دیکھنے کا بڑا اِشتیاق تھا۔ میں قرآنِ کریم میں اللہ کے اِن نیک بندوں کا ذکر پڑھتا تو سوچا کرتا کہ کبھی وہ وقت بھی آئے گا کہ میں اس مقام کو دیکھوں گا۔ چنانچہ چڑھائی کا خیال نہ کرتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے۔ جہاں غار ہے۔ یہ مغارۃ الدم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ غار ایک خاص مقام پر پہنچ کر بند ہو جاتا ہے۔ بیچ میں چند ایک جھرنے رکھے ہوئے ہیں جن میں موم بتی جلا کر صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگے راستہ جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اِن کے متعلق ایک سورۃ پندرھویں پارہ میں موجود ہے اِس میں اِس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحابِ کہف کا واقعہ دریافت کیا اِس پر اللہ نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا۔

"اِن کی تعداد کے متعلق عوام نے قیاسات کا ہی اظہار کیا ہے۔ تین پانچ اور آٹھ تک اِن کی تعداد بیان کی جاتی ہے اور ان کے ساتھ اُن کا ایک کتا بھی ہے۔ یہ عیسائی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے تھے۔ اِس شہر کا حاکم بُت پرست تھا۔ جب اُس کو اُن کے خیالات کا علم ہوا تو اُس نے انھیں دربار میں طلب کیا اور انھیں بُت پرستی پر مجبور کیا۔ مگر اُن کو خدا پر کامل یقین تھا۔ اِس لیے انھوں نے جرأت سے جواب دیا کہ بُت پرستی اختیار نہیں کریں گے۔ ہمارا خدا تو وہی ہے جو زمینوں اور آسمانوں کا مالک

Marfat.com

ہے۔ اِس پر اِس بادشاہ نے اُنھیں غور و فکر کی مہلت دی۔ جب واپس آئے تو اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ یہاں سے نکل جائیں۔ اور کسی غار میں جاکر پناہ لیں چنانچہ وہ قریب ہی ایک غار میں چلے گئے۔ جہاں وہ اللہ کے حکم سے شمسی مہینوں کے اعتبار سے تین سو سال اور قمری مہینوں کے لحاظ سے تین سو نو سال تک سوتے رہے۔ جب وہ جاگے تو اُنھوں نے ایک سے کہا کہ روپیہ لے کر شہر میں جائے اور کھانے پینے کی چیزیں لائے۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصّہ سوئے ہیں۔ جب یہ شخص پُرانا سکّہ لے کر شہر میں آیا تو اہلِ شہر نے خیال کیا کہ اِس کو شاید کوئی دفینہ مِل گیا ہے بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے اُس کو بُلایا۔ اور اُس کی باتیں سُنیں۔ تو اُن لوگوں کو قیامت پر یقین آگیا۔ اِس کے بعد شہر والے کہنے لگے۔ کہ غار کے پاس اُن کی یادگار میں ایک عمارت بنائی جائے اور اُن کے واقعات کے متعلق زیادہ پُوچھ گچھ نہ کی جائے۔"

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :-

"اُن کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ جسم بالکل تندرست ہیں۔ اِس لیے دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جاگتے ہیں۔ اور ہم اُنھیں دائیں بائیں کروٹ دیتے رہتے ہیں۔ اور اُن کا کُتّا دہلیز پر دونوں ہاتھ پھیلائے پڑا ہُوا ہے۔ اگر کوئی شخص جھانک کر غار کے اندر دیکھے۔ تو دہشت زدہ ہو کر اُلٹے پاؤں بھاگ آئے۔

بچپن میں دل چاہتا تھا کہ گیس وغیرہ کی روشنی اور چند ایک آدمیوں

کو ساتھ لے کر کیوں نہیں کوئی اندر جا سکتا۔ مگر یہاں پہنچ کر خدائی احکام کے سامنے زیادہ تحقیق و تجسس کی جرأت نہ ہوئی۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن!

فاتحہ پڑھ کر لوٹ آئے۔

مقام ہابیل و قابیل:

یہاں سے دو تین میل کے فاصلے پر پہاڑ کی دوسری چوٹی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یہ وہ مقام ہے جہاں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا۔ بڑی اونچی چڑھائی ہے۔ پسرم عبدالحی اور میں نے ایک دو جگہ دم لے کر بھاگم بھاگ پون گھنٹے میں اس منزل کو طے کیا۔ اپنی اہلیہ کو میں نے نیچے سے ہی موٹر میں بھیج دیا تھا۔

چالیس پیغمبروں کی زیارت گاہ:

یہاں چالیس پیغمبروں کی زیارت گاہ بھی بتائی جاتی ہے۔ جنھوں نے بھوک سے تڑپ تڑپ کر اپنی جانیں دے دی تھیں۔

مقام اربعین:

ایک جگہ مقام اربعین کہلاتی ہے۔ اس کو چالیس ابدالوں کی جگہ بتاتے

Marfat.com

ہیں۔ بتایا گیا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند سُورج اور ستاروں کے طلوع و غرُوب کو دیکھ کر توحید کا سبق حاصل کیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ یہ رب نہیں ہو سکتے۔ قریب ہی ایک مقام بتایا جاتا ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہُوئی تھی۔ یہیں حضرت نُوح علیہ السلام کی عبادت گاہ دکھائی گئی ہے۔

گائیڈ اور وہاں کے مُجاور خدا اُنھیں ہدایت دے، ایسی ایسی بعید از قیاس حکایات اور روایات بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات ہنسی آتی ہے مثلاً :-

یہ پہاڑ ہابیل و قابیل کے اس واقعۂ قتل کے اثر سے گرنے لگا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ہاتھ کے سہارے اسے گرنے سے روک لیا۔ غار کے اندر پہاڑ کی چھت پر ایک پنجے کا نشان نظر آتا ہے۔ سب سے پہلے گائیڈ نے اس جگہ کو چُوما۔ اس کے بعد اُن بوہرہ حضرات نے اس جگہ کو ہاتھ لگا کر آنکھوں پر لگائے۔

دُوسرا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس واقعہ سے پہاڑ اب تک رو رہا ہے اور یہ پہاڑ کی دو آنکھیں ہیں۔ چُنانچہ قریب ہی دو مختلف سوراخوں سے تھوڑے تھوڑے عرصے بعد پانی کے قطرے ٹپکتے رہتے ہیں۔ گائیڈ نے یہاں بھی پہلے اس پانی کو اپنی آنکھوں پر ملا اور اس کے بعد دُوسرے زائرین نے جن میں پانچ چھ عورتیں بھی تھیں۔ اس پانی کو آنکھوں سے ملا۔ دراصل یہ پانی کسی چشمے کے ذریعے ان سوراخوں میں آتا ہے۔

Marfat.com

ایک جگہ پہاڑ کے دانت اور زبان دکھائی جاتی ہے۔ قریب ہی اس غار میں پتھروں نے ایسی شکل اختیار کر لی ہے کہ وہ زبان اور ایک طرف کا جبڑا معلوم ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ اس اوّلین قتلِ انسانی کے متعلق دریافت فرمائیں گے تو یہ پہاڑ اپنی اس زبان کے ذریعہ گواہی دے گا کہ ہاں اے رب العزت قابیل نے اس جگہ میرے سامنے ہابیل کو قتل کیا تھا۔ وَقِس عَلٰی ھٰذا۔ ع

بلبلے می گوید و دیوانہ باور می کند

دمشق کی خوب جی بھر کر سیر ہوئی۔ تاریخی مقامات اور بازار دیکھ لیے کل بیت المقدس جانے کے لیے ایک موٹر کی فرمائش کی کہ صبح ساڑھے چار بجے نماز کے ساتھ ہی ہمیں ہوٹل سے لے لے۔

گھر سے روانگی کے وقت تو یہ خیال تھا کہ کام دھندوں سے قدرے فراغت پا کر اطمینان سے سیر و سیاحت کریں گے، لیکن یہاں یہ صورت ہے کہ جیسے ایک زبردست مہم درپیش ہے، جس کے سر کرنے کے لیے شبانہ روز بھاگ دوڑ ہو رہی ہے۔

Marfat.com

بیت المقدس

بحیرۂ مُردار:

۱۲ر جون کو دمشق سے موٹر پر بیت المقدس کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں بحیرۂ مُردار کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اِس کا پانی بے اِنتہا کڑوا اور تلخ ہے۔ جس کے باعث اِس میں نہ تو مچھلی اور نہ کوئی جاندار زندہ رہ سکتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی چیز اِس میں ڈوب سکتی ہے۔ طلوعِ آفتاب کے وقت یہاں کا نظارہ بہت عجیب اور دلکش ہوتا ہے۔ کہتے ہیں اِس کے پانی میں مُتعدّد بار غُسل کرنے سے بہت سی بیماریاں دُور ہو جاتی ہیں۔ جس وقت ہم پہنچے، چلچلاتی دُھوپ تھی اور آئندہ کا سفر درپیش اِس لیے غسل نہ کر سکے ایک ہوٹل سے پیپسی کولے کی ٹھنڈی بوتلوں سے پیاس کی شدّت کو قدرے دُور کیا۔ بحیرۂ مُردار کے اِس پانی سے پوٹاس اور نمک تیّار کیا جاتا ہے۔ یہاں اِس کے کارخانے قائم ہیں۔

عمّان:

اِس سے آگے بڑھے، تو شرق اُردن کے دارالحکومت عمّان کو دیکھنے

Marfat.com

کا موقع ملا۔ شرق اُردن کے نوجوان والی ہاشمی خاندان سے ہیں اور پچھلے دنوں پاکستان بھی تشریف لائے تھے۔ عمّان بڑا پرانا بارونق اور تجارتی شہر ہے۔ موٹریں اس کثرت سے رہتیں کہ چار چار لائنوں میں بھی نصف میل تک نہ سماتی رہتیں۔ ٹریفک کا نہایت اچھا انتظام ہے۔ دنیا بھر کی چیزوں سے دکانیں آراستہ ہیں۔ میوے اور سبزیوں کی بہتات ہے۔ راستہ میں کسٹم کی چوکی سے ایک افسر عمّان جانے والے تھے۔ ہم نے اُن کو ساتھ ہی سوار کر لیا۔ انہیں کی معیت میں عمّان کی سیر کی اور کچھ خریدنے میں آسانی رہی۔

عمّان بیت المقدس سے ۱۰۹ کیلو میٹر شمال مشرق کی طرف ہے۔ یہاں یونانی، رومن اور عرب تہذیب کے آثار بکثرت ملتے ہیں۔ ابھی تک یہاں رومنوں کا بنایا ہوا تھیٹر اچھی حالت میں ہے۔ جس میں تقریباً پانچ ہزار تماشائی بیٹھ سکتے ہیں۔ کئی کالج مدرسے اور ہسپتال ہیں۔

مزار حضرت موسیٰ علیہ السلام:

بیت المقدس سے پچیس میل دور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار بتایا جاتا ہے۔ یہاں فاتحہ پڑھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی اصلاح کے لیئے مبعوث ہوئے تھے۔ قرآن مجید میں ان کا کئی جگہ ذکر آیا ہے۔

بنی اسرائیل مصر میں بڑی ذلت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مصر کے بادشاہ فرعون کو نجومیوں نے بتایا تھا کہ بنی اسرائیل کا ایک لڑکا تیری

Marfat.com

حکومت اور سلطنت کا خاتمہ کرے گا۔ چنانچہ فرعون نے بنی اسرائیل کی اولادِ نرینہ کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُن کی والدہ نے اُن کو ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا۔ یہ دریا فرعون کے باغ میں سے ہو کر گزرتا تھا۔ فرعون کی بیوی نے صندوق نکلوایا اور ایک حسین بچہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اگرچہ فرعون نے اِن کو قتل کرنے کا کئی بار ارادہ کیا مگر خدا کی قدرت حضرت موسیٰ علیہ السلام دشمن کے گھر میں ہی پل کر جوان ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل پر فرعون کی قوم (قبطی) کے مظالم دیکھ کر بہت کُڑھتے۔ ایک دن آپ نے دیکھا۔ کہ ایک قبطی ایک اسرائیلی کو پیٹ رہا ہے۔ آپ نے اُسے منع کیا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ اِس پر آپ نے غُصّہ میں اُسے ایسا گھونسہ دیا۔ کہ وہ وہیں جاں بحق ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد آپ نے اُس اسرائیلی کو ایک اور قبطی سے اُلجھتے ہوئے دیکھا۔ تو آپ سمجھانے کے لیے اُس کی طرف بڑھے۔ وہ سمجھا۔ کہ شاید مجھے مارنے آئے ہیں۔ اُس نے چلا کر کہا۔ "موسیٰ! پہلے تم نے ایک قبطی کو جان سے مار دیا۔ اب مجھے مارنے کا ارادہ ہے"۔ اِس طرح قبطی کے مارنے کا راز کھل گیا اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دے دیا آپ وہاں سے مدین چلے گئے۔ یہاں دس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے۔ جنھوں نے کچھ عرصہ بعد اپنی بیٹی کی شادی آپ سے کر دی۔

Marfat.com

ایک رات حضرت موسیٰ علیہ السلام دُور نکل گئے۔ اہلیہ بھی ساتھ تھیں۔ اور سردی غضب کی تھی۔ آگ کی تلاش ہوئی، تو دُور ایک پہاڑ پر روشنی نظر آئی۔ آپ نے بیوی کو وہیں چھوڑا اور آگ کی تلاش میں اُس روشنی کی طرف چل دیے۔ آگے بڑھے تو ندا آئی۔ "موسیٰ! اپنے جُوتے اُتار دو"۔ یہ خُدا کی آواز تھی۔ چُونکہ آپ براہِ راست خداوندِ کریم سے باتیں کیا کرتے تھے، اِسی لیے آپ کو کلیم اللہ کہتے ہیں۔

یہیں آپ کو اور آپ کی سفارش پر آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام کو پیغمبری ملی۔ اور آپ کو یدِ بیضا اور لاٹھی سے اژدہا بننے کے مُعجزے عطا ہُوئے۔ اب آپ خُدا کے حُکم سے فرعون کے پاس آئے کہ اُسے نیکی اور ہدایت کا راستہ دکھائیں۔ لیکن وہ کب ماننے والا تھا۔ آخر بہُت سے مُقابلے ہُوئے۔ جن میں مُوسیٰ علیہ السلام کامیاب رہے اور بہُت سے لوگ اُن پر اور خُدائے واحد پر ایمان لے آئے۔

اِس پر بھی جب فرعون کے مظالم کم نہ ہُوئے۔ تو آپ اپنی قوم کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل کھڑے ہُوئے۔ فرعون کو جب پتا چلا تو وہ بھی ایک زبردست لشکر لے کر اِن کے تعاقب میں روانہ ہُوا۔ دریائے نیل پر یا بحیرۂ قلزم پر بنی اسرائیل نے فرعون کی فوج کو آتے دیکھا تو وہ بہت گھبرائے۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن کو تسلّی دی۔ خُدا کے حُکم سے سمندر کے پانی میں راستہ بن گیا۔ اور تمام بنی اسرائیل دریا کے پار اُتر گئے۔ جب فرعون اور اُس کی فوج پانی میں اُتری۔ تو وہ سب

کے سب غرق ہو گئے

بنی اسرائیل نہایت ہی ناشکرے تھے۔ آسمان سے اُن کے لیے من وسلویٰ اُترا۔ تو یہ پیاز دلہسن مانگنے لگے۔ پانی کے لیے اللہ نے اِن کے لیے بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔ لیکن اِن کی یہ کیفیت تھی کہ جب کوئی عذاب اِن کے سر پر منڈلانے لگتا۔ تو مُوسیٰ علیہ السلام کے خُدا کو ماننے لگتے اور جب وہ عذاب ٹل جاتا تو پھر باغی ہو جاتے۔

حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کے اِس مزار کے مُتعلّق اِختلاف ہے کہا جاتا ہے کہ سُلطان صلاحُ الدّین ایوّبی نے حدیث شریف مَرَرْتُ عَلٰی مُوسٰی وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ اور فلسطین کے سیاسی حالات کے پیشِ نظر یہ روضہ بنوایا تھا۔ یہاں ہر سال عظیم الشّان میلہ اور عُرس ہوتا ہے جس کے مصارِف سلطان موصوف کے اوقاف سے پُورے کیے جاتے ہیں۔

بیتُ المُقدّس

۲۴۵ کیلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے عصر کے قریب ہم دمشق سے بیتُ المقدس پہنچ گئے۔ یہی وہ مقام ہے، جس کے مُتعلّق قرآنِ مجید میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ یعنی اللہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سال ہجرت سے پہلے ایک رات جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس مقام حجر میں آرام فرما رہے تھے اور بیداری کی حالت میں تھے۔ براق پر سوار کر کے مسجد حرام سے بیت المقدس تک جس میں اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی برکات (سرسبزی، شادابی اور انبیاء کا مسکن اور مدفن ہونا وغیرہ) رکھی ہیں۔ آپ کو اپنی قدرت کاملہ کے کچھ نشان (مثلاً رات کے چند لمحوں میں اتنی طویل مسافت طے کر کے مکہ سے بیت المقدس تک جانا اور انبیاء کی ارواح کا دیکھنا اور اُن کو نماز پڑھانا اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک جسد مبارک کے ساتھ معراج اور مکالمۂ الٰہی سے مشرف ہونا وغیرہ خوارق) دکھلانے کو سیر کرائی۔ بلاشبہ اُسے ہر طرح کی قدرت ہے۔ وہی سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

اور یہ وہی مقدس سرزمین ہے کہ جب بنی اسرائیل اس میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکم ہوا کہ جب تم داخل ہو تو سجدہ کرتے ہوئے اور حِطَّۃٌ (معاف کر) کہتے ہوئے جاؤ۔ اور خداوند کریم نے اُن سے وعدہ کیا کہ اُن کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور نیکی کرنے والوں کو زیادہ نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ (تسہیل القرآن)

یہیں ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ حضرت اسحٰقؑ حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ مدفون ہیں۔ یہیں حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسجد تعمیر کی۔ حدیث۔ صخرۂ بیت المقدس

مِنْ صُخُورِ الْجَنَّۃِ اِسی جنّتی پتھر کی نسبت سے ہے جو اس پاک زمین پر موجود ہے۔ یہی وہ مقدّس مقام ہے۔ جہاں ہزاروں سال تک لاتعداد انبیاء کرام مبعوث ہوئے۔ اور یہی وہ مقامِ متبرک ہے۔ جو ہجرت کے سترہ ماہ تک مسلمانوں کا قبلہ رہا۔ مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے کہ والد مرحوم و مغفور کے ہاں چند علم دوست احباب جمع تھے۔ اور آغا حشر کاشمیری اپنا کلام سُنا رہے تھے۔ جس میں ایک مصرعہ یہ تھا۔ ع

ایسا سحاب تھا کہ پیمبر برستے تھے

اس خطۂ پاک پر واقعی اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی بارش فرمائی ہے بیت المقدس میں اگرچہ کئی بڑے بڑے انگریزی طرز کے ہوٹل موجود ہیں۔ لیکن لاہور سے چلتے وقت حاجی خادم حسین صاحب پیپر مرچنٹ نے بتایا تھا۔ کہ یہاں زاویہ ہندی کے نام سے شیخ ناظر الحسن صاحب انصاری نے ایک جگہ بنائی ہوئی ہے۔ وہ خود تو وفات پا چکے ہیں لیکن اُن کی بیوہ مریم زائرین کو زیارات وغیرہ کراتی ہیں۔ چنانچہ موٹر سے اُترے تو یہی مقام سامنے نظر پڑا۔ قلیوں سے سامان اُٹھوا کر وہاں پہنچے۔ بی بی مریم صاحبہ موجود نہ تھیں۔ شیخ ناظر الحسن صاحب مرحوم کے نوجوان صاحبزادے اور مریم بی بی کے سوتیلے شادی شدہ بیٹے بڑے انتظار اور تقاضوں کے بعد اپنی حرم سرا سے نکلے۔ بڑے مزاج دار قسم کے نوجوان ہیں۔ کئی بار کوئی بات دریافت کی جائے۔ تو بے رُخی سے ادھورا سا جواب دے دیتے۔ سامان آ چکا تھا۔ نہ پائے رفتن، نہ جائے

Marfat.com

ماندن۔ مجبوراً یہیں ایک کمرہ لے کر غسل سے فارغ ہو کر مسجدِ اقصیٰ جا پہنچے
عصر کی نماز ہو چکی تھی اور نماز مغرب میں ابھی کافی وقت تھا۔ اس
لیے اوراد و وظائف شروع کر دیے مغرب کی نماز میں شریک ہوئے تو دو
رکعت پڑھ کر سلام پھیر لیا۔ جب جماعت ہو چکی تو لوگوں نے بتایا کہ نماز مغرب
میں خواہ مسافر ہو، پوری تین رکعتیں پڑھی جاتی ہیں قصر نہیں ہوتی اور مقتدی
کو تو امام کی متابعت میں ہر نماز ہی پوری پڑھنی پڑتی ہے۔ لاحول ولا قوۃ ایک
مولوی باپ کے بیٹے ہوتے ہوئے۔ بے خبری کا یہ عالم۔ کھسیانے ہو کر
دوبارہ تین رکعتیں ادا کیں۔ یہی صورت میری اہلیہ کے ساتھ پیش آئی۔
عشاء کی نماز کے لیے یہیں بیٹھے رہے اور پاس ہی صخرہ شریف
کے قریب باجماعت نماز ادا کی۔ عبدالحی میرے ساتھ تھا۔ نیت تو دو رکعت
کی باندھی تھی۔ لیکن مغرب کا واقعہ ابھی تازہ تھا اور یہ مسئلہ سن چکے تھے
کہ مسافر اکیلا نماز پڑھے تو قصر ہے۔ اگر مقیم امام کا مقتدی ہو تو اُسے امام
کی متابعت میں پوری نماز پڑھنی ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم نے چاروں رکعتیں
ادا کیں اور اس کے بعد نوافل پڑھتے رہے۔ جب واپس ہوئے تو
رات کافی ہو چکی تھی۔ اتفاقاً ایک ہوٹل کھلا تھا۔ مگر بند ہونے کے
قریب تھا وہیں "تکّے"، کباب اور دہی سے شکم پروری کی اور زاویہ میں
آ کر سو رہے۔

میں جوانی ہی سے ساڑھے چار یا پانچ گھنٹے سے زیادہ سونے کا
عادی نہیں ہوں علی الصبح اُٹھ کر مسجدِ اقصیٰ میں چلا گیا۔ یہاں کے وقت

Marfat.com

میں لاہور سے چار گھنٹے کا فرق ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر زاویہ میں آ کر وہیں کے ایک ملازم سے چائے منگوائی۔

تھوڑی دیر کے بعد بی بی مریم صاحبہ تشریف لے آئیں۔ پینتالیس سال کے لگ بھگ عمر۔ بڑی ہوشمند اور نیک خاتون معلوم ہوتی ہیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ بیس برس ہوئے ہیں۔ صوبہ سرحد سے اپنے بھائیوں اور ایک بھاوج سمیت حج کے ارادے سے پہلے بیت المقدس آئی۔ یہاں پہنچ کر میرا ناکتخدا نوجوان بھائی جس کی عمر بیس برس کے قریب تھی اچانک بیمار ہو کر وفات پا گیا۔ کچھ اس صدمے سے اور کچھ میری بھاوج کے ہاں بچہ ہونے کے خیال سے یہاں کا قیام طویل ہو گیا۔ ہم لوگ اسی زاویہ میں تھے۔ جس روز میں یہاں پہنچی، ایسے معلوم ہوا کہ جیسے میرے سر پہ مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ پانچ چھ ماہ گزرے تھے کہ شیخ ناظر الحسن صاحب انصاری کی بیوی جن کی اپنے خاوند سے اکثر ناچاقی رہتی تھی، بچوں کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں کے ہاں جا چکی تھی۔ شیخ صاحب نے میرے بھائی سے میری نسبت بات چیت کی۔ اور سے

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

اُن کی زوجیت میں مجھے بھی دہی مزدوری اختیار کرنی پڑی۔ ہم دونوں نے جو کمایا، اس زاویہ کی تعمیر میں لگا دیا۔ یہ جگہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی چلہ گاہ ہے۔ اب ان کمروں وغیرہ کی آمدنی میرے سوتیلے لڑکے

Marfat.com

شیخ مُنیر کے پاس ہی رہتی ہے۔ میرے حقیقی دو لڑکے بعُمر چودہ اور پانچ برس اور دو لڑکیاں بعُمر دس اور بارہ سال موجُود ہیں۔ مُصیبت میں کوئی ساتھ نہیں دیتا۔ آئے دن بنت نئے لوگوں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے ۔ بس دن کاٹ رہی ہُوں۔

پنجاب سے کچھ بُوڑھی عورتیں دو ماہ سفر کر کے کوئٹہ اور بلوچستان سے ریل کے ذریعے اور وہاں سے بسوں اور لاریوں کے راستے بیت المقدس آئی ہُوئی ہیں۔ یہ گھر سے حج کے ارادے سے نکلی ہُوئی ہیں۔ ایک تو گوجرانوالہ کی بیوہ ہیں، جن کے ساتھ اُن کی ایک خادمہ اور نابینا حافظ قرآن خاتون ہیں، جنھیں تمام عُمر زیارات اور حج بیت اللہ کا اِشتیاق رہا۔ باقی چھ اور بڑی عسُرت کی حالت میں مانگتی کھاتی اور پاکستان کا نام بدنام کر رہی ہیں خُدا جانے اُنھیں پاسپورٹ کس طرح سے مِل جاتے ہیں۔ غرض یہ قافلہ بھی ہمارے ساتھ ہی تاریخی مقامات کی سیر کے لیئے چل دیا۔

مزار حضرت مریم علیہا السلام :

بیت المقدس میں باب الاسباط کے باہر تھوڑی دُور ایک کلیسا میں حضرت مریمؑ، والدۂ مُحترمہ حضرت عیسٰیؑ کا مزار ہے اِنھی کے مُتعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ۝ اور اہلِ ایمان کی دُوسری

Marfat.com

مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریمؑ بنت عمران کی بیان کی گئی ہے، جنھوں نے اپنی عصمت کو فواحش سے محفوظ رکھا۔ اور ہم نے حضرت جبرائیلؑ کے ذریعے اُن میں اپنی رُوح پھُونک دی۔ اور اُنھوں نے اللہ کے حکموں اور اُس کی جملہ کتابوں کی تصدیق کی اور وہ بندگی کرنے والوں میں سے تھیں۔ (از تفسیر تسہیل القرآن)

یہ گرجا جس میں حضرت مریم آرام فرما ہیں۔ چوتھی صدی عیسوی میں شاہ قسطنطینہ کی والدہ ملکہ ہیلینا نے بنوایا تھا۔ بہت سی سیڑھیاں اُتر کر اِس تنگ و تاریک مقام پر موم بتیوں کی روشنی سے جاتے ہیں۔ جہاں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کی سونے چاندی کی بنی ہُوئی تصویریں جگمگا رہی ہیں۔

حنّہ والدہ حضرت مریمؑ و عمران والد حضرت مریمؑ:

سیڑھیاں اُترتے ہی حضرت مریمؑ کی والدہ حنّہ اور اُن کے والد عمرانؒ مدفون ہیں۔ بائیں ہاتھ **یوسف نجار** کا مدفن ہے، جنھوں نے حضرت عیسیٰؑ کو پالا تھا۔

قید خانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

شہر کے اندر ایک چھوٹی سی گلی میں وہ مقام ہے جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰؑ کو قید رکھا گیا۔ اِس کی دیواروں میں ایک لمبا سا پتھر ڈھائی فٹ کی بلندی پر شیلف کی طرح لگا ہوا ہے۔ بیان

Marfat.com

کیا جاتا ہے کہ اس قید خانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس طرح کھڑا کیا گیا تھا کہ ان کی ٹانگیں ان سوراخوں میں تھیں۔ اور پاؤں میں بیڑی۔ باہر کی دیوار میں ایک دریچہ کے ذریعے محافظ ان کی حفاظت کرتے۔ اور اسی دریچہ سے پانی اور کھانا دیتے تھے۔

حضرت رابعہ بصریؒ :

جبلِ زیتون کے ایک گنبد کے اندر بائیں ہاتھ اس جلیل القدر ولیہ کا مزار ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ بہت خدا پرست اور نیک خاتون تھیں۔ تمام عمر زہد و ریاضت میں گزری۔ کبھی کوئی برا خیال بھی ذہن میں نہیں آیا۔ آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ آپ کے ہاں کچھ مہمان آ گئے۔ آپ کے پاس ایک ہی روٹی تھی مہمانوں کو دیکھ کر آپ نے وہ روٹی بھی خدا کے نام پر دے دی۔ اور انتظار کرنے لگیں تھوڑی دیر کے بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔ دیکھا تو کوئی شخص نو روٹیاں لایا تھا۔ روٹیاں گننے کے بعد آپ نے لانے والے سے کہا۔ کہ "یہ ہماری نہیں واپس لے جاؤ"۔ وہ شخص واپس لے گیا۔ کچھ دیر کے بعد پھر دروازہ کھٹکا۔ اب کے وہ شخص دس روٹیاں لایا تھا۔ آپ نے روٹیاں رکھ لیں اور مہمانوں کی تواضع کی۔ مہمانوں نے پوچھا کہ "آپ نے پہلے روٹیاں کیوں نہ لیں؟" آپ نے فرمایا کہ میرے خدا کا وعدہ ہے کہ اس کے نام پر دینے کے عوض وہ دس گنا دے گا۔ اس لیے مجھے دس روٹیاں ملنی چاہییں

Marfat.com

تھیں۔ ایک روٹی کم کیوں لیتی۔

حضرت محمد ابو قبیس علم بردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اسی گنبد میں سامنے کی طرف حضرت محمد ابو قبیس علم بردارِ آنحضرت کا مدفن ہے۔

جِنّاتی تالاب :

مسجد اقصیٰ سے چند میل دُور موضع درق سلیمان پہنچے۔ یہاں وہ تین تالاب اب تک موجود ہیں جو حضرت سُلیمان علیہ السلام نے جِنوں سے بنوائے تھے۔ چُونکہ اِس سال بارش نہیں ہُوئی تھی۔ اس لیے ان تالابوں میں پانی نہیں تھا۔

حضرت عُزیر علیہ السّلام :

قریب ہی ایک گاؤں میں حضرت عُزیر علیہ السّلام کا مزار ہے۔ گاؤں بھی اُن ہی کے نام سے موسُوم ہے۔ مزار پر ایک گنبد بنا ہُوا ہے۔ قُرآن مجید میں سورۃ البقرا اور سورۃ توبہ میں آپ کا ذکر آیا ہے۔ سورہ بقر میں تو اِس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب انھیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا۔ سورہ بقر آیت ۲۵۹۔

"حضرت عُزیر علیہ السلام جنھیں شاہ بخت نصر بیت المقدس ویران کرنے

کے بعد بہت سے بنی اسرائیل سمیت قید کر کے بابل لے گیا تھا۔ جب قید سے رہا ہو کر آئے تو شہر اُجڑا ہُوا دیکھ کر دل میں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اِس شہر کے رہنے والوں کو کیونکر زندہ کرے گا اور یہ شہر دوبارہ کیسے آباد ہوگا۔ چنانچہ بحکمِ الٰہی وہیں اُن کی روح قبض ہو گئی۔ اور سواری کا گدھا بھی مرگیا۔ اور سو برس تک اِسی حال میں رہے۔ اِسی اثنا میں بخت نصر بھی مرگیا اور وہ شہر بھی دوبارہ آباد ہوگیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے "انھیں دوبارہ زندہ کر کے فرمایا کہ "تُو اِس جگہ کتنی مُدّت رہا" انھوں نے کہا "ایک دن یا کچھ کم" فرمایا "تُو یہاں سو برس رہا۔ اپنا کھانا پینا دیکھ کہ وہ بگڑا نہیں۔ اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ لے۔ اور ہم نے تجھے دوبارہ زندہ کیا۔ تاکہ تجھے لوگوں کے لیے ایک نمونہ بنائیں۔ اور دیکھ کہ اس گدھے کی بوسیدہ ہڈیوں کو کس طرح اُٹھا کر ہم جوڑ دیتے ہیں۔ اور اِن پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ پھر جب اللہ کی قدرت سے یہ سب حال اُن پر واضح ہو گیا تو انھوں نے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے" (از تفسیر تسہیل القرآن)

سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اِس خیال کی کہ حضرت عُزیرؑ یا حضرت عیسٰیؑ خُدا کے بیٹے تھے۔ اِس طرح تردید فرمائی ہے۔ آیت ۳۰

"اور یہودی کہتے ہیں کہ حضرت عُزیرؑ اللہ کا بیٹا ہے۔ اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیحؑ اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ صرف اُن کے مُنہ کی بات ہے۔ کوئی اِس کی سند اور دلیل موجود نہیں۔ اُن کی بات بالکل ویسی ہی ہے۔ جیسی اُن کفّار کی جو اُن سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ انھیں خدا کی مار۔ سیدھا راستہ

Marfat.com

چھوڑ کر کہاں بھٹکے جا رہے ہیں؟" (از تفسیر تسہیل القرآن)

خلیل الرحمان:

یہ شہر بیت المقدس سے بیس میل کے فاصلے پر ابوالانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے نام پر آباد ہے۔ اچھا خاصہ پُر رونق شہر ہے۔ اور چاروں طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ اسی لیے کسی زمانے میں اسے "کرجتہ الاربعہ" کہا جاتا تھا۔ اس کا موجودہ عربی نام "الخلیل" پانچویں صدی ہجری میں رکھا گیا۔ مشہور سیّاح ناصر خسرو کا بیان ہے کہ جس زمانے میں وہ یہاں آیا تو اس کو مشہد الخلیل بھی کہتے تھے۔ جس کے معنی "مزارِ دوست" کے ہیں۔ اس مقام کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہیں آ کر قیام فرمایا تھا۔

یہاں مدرسے بھی ہیں۔ شہر میں داخل ہوئے تو ہر طرف فوج در فوج بچے نظر آئے۔ بی بی مریم مرحومہؒ نے بتایا کہ یہاں ایک ایک مرد تین تین چار چار شادیاں کر لیتا ہے۔ اور ایک ایک عورت سے چار چار پانچ پانچ بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے تو میں اس کو "بچوں کا شہر" کہا کرتی ہوں۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ:

یہیں وہ اُولوالعزم بُت شکن پیغمبر حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ آرام فرما ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے توحید کا کلمہ پڑھا۔ چاند، سورج اور ستارو

Marfat.com

کی چمک دمک نے آپ کو دھوکا دینا چاہا۔ لیکن جب وہ غروب ہو گئے تو حضرت ابراہیم پکار اُٹھے کہ یہ خدا نہیں ہو سکتے۔ آپ کا باپ آذر بُت ساز تھا لیکن اولوالعزم بیٹا بُت شکن ہوا۔ آنکھوں کے سامنے وُہ سماں پھر گیا، جب آپ نے مندر کے تمام بُتوں کو توڑ کر کلہاڑا بڑے بُت کے کندھے پر رکھ دیا تھا۔ اور جب اُن بُت پرستوں نے پُوچھا کہ "ہمارے خُداؤں کو کس نے توڑا ہے؟" تو آپ نے فرمایا کہ "یہ تمہارے اچھے خدا ہیں۔ جو اپنی حفاظت بھی نہ کر سکے۔ اور پھر اس بُت سے کیوں نہیں پُوچھتے جو تمہارے خیال میں تمہارا حاجت روا ہے۔ جس کے کندھے پر کلہاڑا ہے۔" اِس پر یہ لوگ آپ کو پکڑ کر اُس وقت کے بادشاہ نمرود کے پاس لے گئے اور جب اُس نے حضرت ابراہیمؑ سے پُوچھا کہ "بتا تیرا خُدا کون ہے؟" تو آپ نے کہا کہ "میرا خُدا زندہ کرتا اور مارتا ہے۔" اِس پر نمرود نے قہقہہ لگایا اور کہا۔ کہ "یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ کسی مجرم کو رہا کر دوں یا کسی بے گناہ کو تختۂ دار پر لٹکا دوں۔" آپ نے فرمایا "اچھا میرا خُدا تو مشرق سے آفتاب کو طلوع کرتا ہے۔ تیری خدائی میں جب مانوں جب تو مغرب سے سورج نکال کر دکھائے۔" اِس پر نمرود لاجواب ہو گیا اور بغلیں جھانکتے ہوئے حکم دیا کہ "اِن کو آگ میں پھینک دیا جائے۔" ایک بہت بڑا الاؤ تیار کیا گیا۔ اور جب وہ دوزخ کی طرح بھڑکنے لگا تو حضرت ابراہیمؑ کو اس آتش کدہ میں پھینک دیا گیا۔ خُداوند کریم نے آگ کو حکم دیا کہ یَا نَارُ کُونِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ؛

Marfat.com

(سورۃ انبیاء آیت ۶۸) یعنی اے آگ حضرت ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا۔ تب بحکم خداوندی سے وہ آتش کدہ گل و گلزار میں تبدیل ہو گیا۔ یہ وہی ابوالانبیاءؑ ہیں جنھوں نے خدا کی راہ میں قربانی کی بے نظیر مثال پیش کی اور اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو راہِ خدا میں قربان کرنے پر تیار ہو گئے انھیں کے مقدّس ہاتھوں سے کعبہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور انھی کی دعا نے آج اِس وادیٔ غیر ذی زرع کو دُنیا جہاں کی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے جو مسلمانوں کا قبلہ ہے اور جہاں ہر سال اقصائے عالم سے لاکھوں حاجی حج کے لیے آتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ بھی پیغمبر تھے۔ پھر اِن دونوں پیغمبروں کی اولاد میں اِتنے نبی پیدا ہوئے کہ جن کی صحیح تعداد اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔

حضرت سارہؓ :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مدفن کے سامنے ہی آپ کی حرمِ محترم حضرت سارہؓ کی قبر ہے، جو حضرت اِسحاقؑ کی والدہ تھیں۔

حضرت اِسحاقؑ اور اُن کی اہلیہ محترمہ :

اِسی گنبد کے اندر حضرت اسحاقؑ اور اُن کی بیوی کی قبریں ہیں تھوڑے ہی فاصلے پر حضرت یوسفؑ آرام فرما ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام :

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت اسحاقؑ کے پوتے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے اور بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ ایک تو آپ بے انتہا حسین اور خوبصورت تھے دوسرے چھوٹے ہونے کی وجہ سے باپ کو بے حد عزیز تھے اور وہ کسی وقت ان کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے۔

حضرت یوسفؑ کا خواب :

حضرت یوسفؑ ابھی بچے ہی تھے کہ خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ نے خواب سُنا تو سختی سے منع کر دیا کہ اپنے دوسرے سوتیلے بھائیوں کو یہ خواب نہ سنائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے خلاف کوئی بُری تدبیر کریں۔

یوسفؑ کے ساتھ باپ کے پیار کو بھائی برداشت نہ کر سکے اور سب نے مل کر صلاح کی کہ یوسفؑ کو ٹھکانے لگا دیا جائے چنانچہ وہ باپ کو مجبور کر کے یوسفؑ کو اپنے ہمراہ باہر لے گئے۔ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی حفاظت کی بہت تاکید فرمائی جس پر بیٹوں نے باپ کو یقین دلایا کہ ہم پوری طرح یوسفؑ کی

Marfat.com

حفاظت کریں گے۔

باہر لے جا کر بھائیوں نے یوسفؑ کو ایک کنوئیں میں پھینک دیا اور روتے ہوئے گھر واپس آئے۔ اور باپ سے کہا "کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے"۔ اور ثبوت میں یوسفؑ کا خون آلود کرتا پیش کر دیا بوڑھے باپ کے لیے سوائے صبر و شکر کے اور چارہ ہی کیا تھا۔ آپ کی باقی عمر فراقِ یوسفؑ میں روتے کٹی اور آخری عمر میں نابینا بھی ہو گئے۔

ایک قافلے نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکالا اور مصر لے جا کر عزیزِ مصر کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال نے عزیزِ مصر کی بیوی کو اس قدر مبہوت کیا کہ وہ سو جان سے آپ پر فریفتہ ہو گئی۔ اس نے ہر چند حضرت یوسفؑ کو ورغلانے کی کوشش کی مگر کوئی زنوانی مکر و فریب حضرت یوسفؑ کو جادۂ حق سے نہ ہٹا سکا۔ آخر ایک دن اس نے موقع پا کر کمرے کے دروازے بند کر دیئے۔ اور حضرت یوسفؑ کو پکڑنا چاہا۔ آپ وہاں سے بھاگے تو اس نے پیچھے سے کرتے کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت یوسفؑ نے زور لگایا تو کرتے کا دامن پھٹ گیا۔ حضرت یوسفؑ جوں ہی بھاگ کر دروازے پر آئے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ شاہِ مصر دروازے پر کھڑا ہے اب عورت کا مکر ایک نئی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس نے چلانا اور رونا شروع کر دیا کہ اس غلام نے اس کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش

Marfat.com

کی ہے۔ اِس پر شاہِ مصر غضب ناک ہو گیا۔ مگر ایک دانا نے کہا کہ اگر کُرتے کا دامن آگے سے پھٹا ہے تو یوسفؑ مُجرم ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہے تو یہ ساری کارستانی تیری بیوی کی ہے۔ اِس پر عزیزِ مصر کو حضرت یوسفؑ کی بے گناہی کا یقین ہو گیا۔

قرآنِ کریم میں حضرت یوسفؑ کے حُسن و جمال کی اللہ تعالیٰ نے یوں تعریف کی ہے کہ "اِس واقعہ سے عزیزِ مصر کی بیوی شہر میں بہت بدنام ہو گئی۔ اور اُس پر ہر طرف سے اُنگلیاں اُٹھنے لگیں اُس نے سوچا کہ اُن عورتوں کو دکھاؤں تو سہی کہ وہ کون ہے کہ جس پر میں دل و جان سے فِدا ہوں۔ چنانچہ اُس نے شہر کے بڑے بڑے لوگوں کی بیویوں کو اپنے ہاں بُلایا اور اُن کے ہاتھ میں ایک ایک پھل اور ایک ایک چھُری دے دی۔ اور عین اُس وقت حضرت یوسفؑ کو وہاں لے آئی۔ اُن کے حُسن و جمال کو دیکھ کر سب عورتیں ٹھٹک کر رہ گئیں۔ اور اُسی مدہوشی کے عالم میں پھل کی بجائے اُنھوں نے اپنے ہاتھوں کی اُنگلیاں کاٹ لیں۔ اِس پر اُس نے عورتوں کو مخاطب کر کے کہا۔" اب بتاؤ یہی تو وہ یوسفؑ ہے۔ جس کے لیے تم مجھے ملامت کرتی ہو۔" اُن عورتوں کے مُنہ سے بے اِختیار نکل گیا کہ "یہ اِنسان نہیں فرشتہ ہے۔"

حضرت یوسفؑ نے اب خدا سے دُعا مانگی کہ "اے اللہ! تُو ہی مجھے بچا سکتا ہے۔ اگر میں اِن کے مکر کے سامنے جھک گیا۔ تو میں جاہلوں میں سے

Marfat.com

ہو جاؤں گا۔ اِس سے یہ بہتر ہے کہ میں قید میں ڈال دیا جاؤں ؛ اللہ نے اُن کی دُعا قبول کی اور حضرت یُوسفؑ جیل چلے گئے۔

دو قیدیوں کے خواب :

جیل میں دو ایسے قیدی بھی تھے۔ جن میں سے ایک شاہی باورچی اور دوسرا بادشاہ کا ساقی تھا۔ حضرت یُوسفؑ کے پیغمبرانہ اخلاق نے تمام قیدیوں کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ ایک دن یہ دونوں حضرت یُوسفؑ کے پاس آئے۔ ساقی نے کہا کہ "میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں بادشاہ کو شراب پلا رہا ہُوں"۔ باورچی نے بیان کیا۔ کہ "میں نے دیکھا ہے کہ میرے سر پہ روٹیاں ہیں۔ جن کو پرندے نوچ رہے ہیں"۔ حضرت یُوسفؑ نے اُن کی تعبیر بیان کرتے ہُوئے فرمایا۔ کہ "ساقی تو بری ہو کر اپنی سابقہ ملازمت پر بحال ہو جائے گا اور باورچی کو پھانسی پر لٹکایا جائے گا۔ اور اُس کی لاش کو جانور کھائیں گے"۔ حضرت یوسفؑ نے ساقی سے کہا کہ جب وہ رہا ہو کر جائے تو عزیزِ مصر کو اُن کی بے گُناہی کا یقین دلائے۔ کچھ مُدّت کے بعد ساقی رہا ہو گیا اور باورچی قتل ہُوا۔

عزیزِ مصر کا خواب

ایک مُدّت تک حضرت یُوسف علیہ السلام جیل میں رہے مگر

Marfat.com

کسی کو اُن کی رہائی کا خیال نہ آیا۔ یہاں تک کہ وہ ساقی بھی اپنے وعدے کو بھول گیا۔ ایک دن عزیزِ مصر نے خواب دیکھا کہ سات دُبلی پتلی گائیں سات موٹی تازی گایوں کو کھا رہی ہیں۔ اور سات سبز اور سات سُوکھی ہوئی بالیں دیکھیں۔ بادشاہ نے مُعبّروں سے اِس کی تعبیر پُوچھی۔ مگر کوئی بھی صحیح جواب نہ دے سکا۔ اس موقع پر ساقی نے بادشاہ کو بتایا کہ "حضرت یوُسف علیہ السلام اِس کی صحیح تعبیر بیان کریں گے"۔

عزیزِ مصر کے حُکم سے ساقی جیل میں حضرت یوُسفؑ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور خواب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اِس کی تعبیر یہ ہے کہ تمھارے ملک میں سات سال تو خوُب خوش حالی اور فارغ البالی رہے گی۔ اس کے بعد سات سال تک شدید قحط رہے گا۔ پھر ایک سال خوش حالی کا آئے گا۔ بارش بکثرت ہوگی اور پھل بکثرت ہوں گے۔

جب ساقی نے بادشاہ کو تعبیر بتائی تو وہ خوش ہو گیا اور اُس نے حضرت یوُسفؑ کو زندان سے نکالنے کا حُکم دیا۔ حضرت یوُسفؑ نے کہا۔ کہ "پہلے اُس سے پُوچھو کہ اُن عورتوں کے ہاتھ کاٹ لینے کا کیا قِصّہ ہے۔ بے شک میرا رب اُن کے مکر و فریب سے خوُب واقف ہے"۔ اس نے مصر کی عورتوں اور اپنی بیوی سے پُوچھا تو اُنھوں نے اِقرار کیا کہ "یوُسف سچّا ہے"۔

Marfat.com

حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ عزیزِ مصر کو میری بے گناہی کا یقین آجائے۔ کہ مَیں نے اس کی کوئی خیانت نہیں کی۔ کیونکہ خدا خیانت کرنے والوں کے فریب کو راس نہیں لاتا:

حضرت یوسفؑ کی بریت:

پھر وہ وقت آیا کہ شاہِ مصر نے حکم دیا کہ حضرت یوسفؑ کو عزت کے ساتھ لایا جائے اور خزانۂ شاہی کی چابیاں اُن کے حوالے کردیں۔

خوش حالی کے بعد قحط کے زمانے میں اُن کے بھائی غلّہ لینے کے لیے مصر آئے۔ صرف حضرت یوسفؑ کا بھائی بنیامین باپ کے پاس رہ گیا۔ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کو پہچان لیا۔ مگر وہ نہ پہچان سکے۔ حضرت یوسفؑ نے اُن سے کہا۔ کہ جب پھر آؤ۔ تو اپنے بھائی بنیامین کو بھی ساتھ لانا:

جب حضرت یوسفؑ کے بھائی وطن واپس گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ غلّے کی قیمت بھی غلّے میں پڑی ہوئی ہے۔ جب دُوسری بار غلہ لینے کے لیے مصر جانے لگے تو اُنھوں نے باپ سے کہا کہ اب غلّہ اِس صُورت میں ہمیں مِل سکے گا۔ کہ بنیامین بھی ہمارے ساتھ جائے۔ حضرت یعقوبؑ کو اپنے بیٹوں پر یقین نہیں تھا۔ لیکن اُنھوں

Marfat.com

نے اُس کی حفاظت کا پورا یقین دلایا، تو حضرت یعقوبؑ بنیامین کو بھیجنے پر رضامند ہو گئے۔

مصر میں گئے تو بنیامین نے بھی اپنے بھائی یوسفؑ کو پہچان لیا۔ اب بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کے لیے حضرت یوسف نے یہ ترکیب کی کہ سونے کا شاہی ناپ کا پیمانہ بنیامین کے سامان میں رکھوا دیا اور جب شور مچا تو وہ بنیامین کے سامان سے نکل آیا۔ اور اس طرح حضرت یوسفؑ نے ان کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اب باقی بھائی بڑے پریشان ہوئے کہ باپ کو پہلے ہی ان پر بھروسہ نہ تھا۔ اگر بنیامین نہ گیا تو وہ سمجھیں گے کہ یوسفؑ کی طرح بنیامین کو بھی ہم نے مار دیا ہے جب انھوں نے بہت منّت و زاری کی تو حضرت یوسفؑ نے اپنی قمیص بھائیوں کو دے دی کہ "اس کو اپنے باپ کے چہرے پر ڈال دینا اور ہو سکے تو اُن کو یہیں لے آنا"

پیراہنِ یوسفی:

یہ بھائی لاچار ہو کر واپس لوٹ گئے۔ ابھی یہ راستہ میں ہی تھے کہ حضرت یعقوبؑ کہنے لگے کہ "مجھے یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے" لوگوں نے کہا کہ "یوسف کی محبت اور بڑھاپے نے آپ کو عقل سے بھی عاری کر دیا ہے" جب یہ لوگ گھر پہنچے تو انھوں نے حضرت یوسفؑ کا پیراہن باپ کے چہرے پر ڈال دیا۔ جس سے حضرت یعقوبؑ

Marfat.com

کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

خواب کی تعبیر:

اب یہ سب لوگ مصر میں آ گئے۔ جہاں اِنھیں معلوم ہوا کہ یہ تو اُنھی کا بھائی یوسفؑ ہے۔ اُن کی شان اور دبدبہ کو دیکھ کر اُن کے گیارہ بھائی اور والدین ان کے سامنے جھک گئے اور اِس طرح وہ خواب پورا ہوا، جس میں حضرت یوسفؑ نے دیکھا تھا کہ چاند سورج اور گیارہ ستارے اُن کے سامنے جھک رہے ہیں۔

حضرت یوسفؑ نے دُعا کی (سورۃ یوسف آیت ۱۰۱) رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ (ترجمہ) بارِ خُدایا! تو نے مجھے حکمت بخشی اور تعبیرِ خواب کا علم عطا فرمایا۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تُو ہی میرا دنیا اور آخرت میں کارساز ہے۔ مجھے حالتِ اسلام میں موت دے۔ اور نیک لوگوں میں شامل فرما۔" (از تفسیر تسہیل القرآن)

اِس طرح اُس وقت سے بنی اسرائیل مصر میں آباد ہو گئے اور پھر حضرت موسیٰؑ اُن کو لے کر مصر سے نکلے۔

حضرت یعقوبؑ اور اُن کی اہلیہ:

اُن کے قریب ہی آپ کے والدِ محترم حضرت یعقوب علیہ السلام

اور والدہ کی قبریں ہیں ۔ یہ مقام جلیل القدر انبیاء کا موقف ہونے کے باعث دنیائے اسلام میں خاص عزت و شہرت رکھتا ہے ۔

چرچ آف گیتسم :

یہ ایک شاندار گرجا ہے ۔ جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں سے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کیا تھا ۔ گرجے کے باہر زیتون کے آٹھ پرانے درخت ہیں ۔ جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں کے نیچے بیٹھ کر اپنے شاگردوں کو تعلیم دیا کرتے تھے ۔

بیت اللحم :

یہ ایک قصبہ ہے جہاں حضرت مریمؑ خدا کے حکم سے چلی گئی تھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے ۔ یہ جگہ بیت المقدس سے پانچ میل کے فاصلے پر اور سطح سمندر سے ۲۵۵۰ فٹ بلند ہے ۔ دو ڈھلوان پہاڑیوں پر آباد ہے ۔ آبادی تقریباً دس ہزار باشندوں پر مشتمل ہے ۔ جن میں ساتواں حصہ مسلمان ہیں اور باقی عیسائی ۔ یہاں کئی مدرسے اور خیراتی ادارے ہیں ۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سب سے پہلے امن کا پیغام سنایا گیا ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ یوں ہے کہ جب

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغیر اس کے کہ کوئی مرد حضرت مریمؑ کو چھوئے؛ حاملہ ہوگئیں۔ اور جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو بچے کی پیدائش کی خبر سنائی تو وہ بہت حیران ہوئیں اور جبرائیلؑ سے پوچھا کہ "میرے کیسے بچہ ہو سکتا ہے۔ جب کہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا" حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا۔ کہ "میرے پروردگار کا ایسا ہی حکم ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور یہ بچہ خدا کی قدرت کاملہ کا نشان ہوگا"

جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو حضرت مریمؑ بڑی پریشان ہوئیں اور سوچنے لگیں کہ اگر میرے ہاں بچہ پیدا ہوا تو بنی اسرائیل باتیں بنائیں گے اور بہتان باندھیں گے۔ اس لیے آپ بیت المقدس سے چل کر اس جگہ تشریف لائیں جو آج بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے

حضرت مریمؑ یہاں ایک کھجور کے سہارے بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں: "کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور لوگ مجھ کو بھول گئے ہوتے" اُس وقت فرشتے نے مریمؑ کو پکارا کہ "مریمؑ غم نہ کر۔ اس کھجور کے درخت کو ہلا۔ تجھ پر پکے ہوئے پھل گریں گے اور اللہ تعالیٰ نے تیرے نیچے یہ نہر جاری کر دی ہے۔ کھجوریں کھا اور پانی پی اور اپنے فرزند سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا۔ اگر کوئی تجھ سے پوچھے تو اشارے سے کہہ دینا کہ میں نے روزہ رکھا ہے۔ کسی سے بات چیت نہیں کر سکتی"

ظہر کے قریب ہم اُن مقامات سے فارغ ہو کر واپس لوٹے۔ باقی

Marfat.com

ہمراہیان کو تو زاویہ ہندی پر رخصت کیا اور خود بی بی مریم مزوزہ کے ساتھ بیت المقدس کے ایک انگریزی ہوٹل میں کھانا کھانے چلے گئے۔ کھانے کے بعد قدرے آرام کیا اور پھر موٹر میں سوار ہو کر موضع شمیل کو چل دیے۔

حضرت شموئیل علیہ السلام:

شمیل بیت المقدس سے کوئی بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے جہاں ایک پہاڑ کی چوٹی پر حضرت شموئیل کا مزار ہے۔ آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے۔

اس پہاڑ کی دوسری جانب چونکہ یہودیوں کی بستی ہے اس لیے یہاں پولیس کی ایک چوکی متعین ہے۔ پہاڑ پر چڑھنے کے غیر ہموار پیچیدہ راستے اور کئی مقام پر ایک دم سیدھی بلندی آجانے کی وجہ سے اکثر مقامات پر موٹر رک رک کر چلتی اور یہ کیفیت تھی کہ

ہر قدم پر ہے گماں یاں رہ گیا واں رہ گیا

خدا خدا کر کے بہزار دقت پہاڑی پر پہنچے۔ موٹر سے نکلتے ہی ٹھنڈی ہوا کے خوشگوار جھونکوں نے راستہ کی تمام کوفت دور کر دی۔ فاتحہ پڑھی واپس لوٹنے کو تھے کہ مزدور گرم گرم کافی لے آیا۔ بڑی لذیذ کافی تھی۔ چلتی موٹر میں مغرب کی نماز ادا کی۔ اور عشاء کے قریب زاویہ ہندی واپس آ گئے۔

Marfat.com

مسجدِ اقصیٰ :

یہ وہ مسجد ہے جو مسلمانوں کے نزدیک کعبہ کے بعد بڑی باعظمت اور فضیلت والی جگہ ہے۔ یہیں سے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معراج کو تشریف لے گئے اور یہیں تمام انبیائے کرام نے حضورؐ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

اس مقامِ مقدس کے حصول کے لیے عیسائیوں اور مسلمانوں میں اکثر جنگیں ہوتی رہیں۔ کیونکہ مسلمانوں ہی کے لیے نہیں۔ بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں کے لیے بھی یہ متبرک مقام ہے۔

ظہورِ اسلام کے بعد سیدنا حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مسلمانوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ یہاں کے پادریوں نے حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو کہلا بھیجا کہ جو شخص اس مقام کو فتح کرے گا، اُس کا حلیہ اور کچھ نشانیاں ہماری کتابوں میں موجود ہیں۔ آپ اپنے خلیفہ کو بلوائیں۔ اگر وہ علامات اور نشانیاں اُن میں ہوئیں تو ہم بلا حیل و حجت شہر کی چابیاں اُن کے حوالے کر دیں گے۔ ورنہ یاد رکھو دُنیا کی کوئی طاقت اِس شہر کو فتح نہیں کر سکتی۔ کیونکہ خدا نے اِس کی حفاظت کا ذمّہ لے رکھا ہے"۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے تمام واقعات حضرت عمرِ فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں لکھ کر بھیجے اور تاکید کی کہ وہ ضرور تشریف لائیں۔ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ آپ کے آنے کے بعد ہم خون کا ایک قطرہ گرائے بغیر شہر پر قابض

Marfat.com

ہو جائیں گے۔

حضرت عمرؓ مدینہ سے بیت المقدس کے لیے روانہ ہوئے۔ ایک غلام ساتھ لیا۔ ان دونوں کے پاس ایک ہی اونٹ تھا۔ جس پر باری باری غلام و آقا سوار ہوتے تھے۔ جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو اُس وقت غلام کے سوار ہونے اور خلیفہ کی مہار پکڑنے کی باری تھی۔ خادم نے بہت کہا کہ "آپ ہی سوار رہیں۔ تاکہ شہر والوں پر آپ کا رُعب رہے" لیکن آپ نے فرمایا کہ "شہر والوں پر رُعب ڈالنے کے برعکس مجھے خدا کی خوشنودی کی ضرورت ہے"

تمام پادری اور بطریق شہر کی فصیل پر کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ کی آمد کا نظّارہ دیکھ رہے تھے کہ یہی وہ بزرگ ہستی ہے جس کی قسمت میں بیت المقدس کی فتح لکھی ہوئی ہے۔ خدا کی قسم اگر دُنیا جہان کی حکومتیں بھی اِس کا مُقابلہ کریں گی، تو بھی کامیاب نہ ہو سکیں گی۔ چنانچہ بیت المقدس بغیر لڑے بھڑے فتح ہو گیا۔

بیت المقدس میں اسلامی فوجیں اِس شان سے داخل ہوئیں کہ اِس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ بازاروں میں دو رویہ دولت کے انبار لگے ہوئے تھے۔ عیسائی حسین عورتیں ہاتھ ہلا ہلا کر اِسلامی فوج کو خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔ لیکن اُن کی دولت اور حُسن کسی بھی مُسلمان سپاہی کو متاثر نہ کر سکا۔ اور یہ لوگ اِس طرح نظریں نیچی کیے بازاروں سے گزر گئے جیسے کسی بیابان میں سے گزر رہے ہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے شہر کا معائنہ کیا۔ جب آپ عیسائیوں کے ایک گرجا کی سیر کر رہے تھے تو نمازِ عصر کا وقت ہو گیا۔ اگرچہ عیسائی راہبوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ یہیں نماز ادا کریں لیکن آپ نے فرمایا: "کہ میں ایسی مثال قائم نہیں کرنا چاہتا جو مستقبل کے لیے ایک نظیر بن جائے"۔ چنانچہ گرجا سے باہر آ کر نماز ادا کی۔ یہ جگہ مسجدِ عمرؓ کے نام سے موسوم ہے۔

مسجدِ اقصیٰ میں نمازوں کا ثواب کئی گنا زیادہ ملتا ہے۔ گزشتہ جنگ میں اسرائیلیوں کی بمباری سے اِس مسجد کو کافی نقصان پہنچا ہے۔ جا بجا گھاس اُگی ہوئی ہے۔ حفاظت اور عظمت کا کوئی انتظام اور لحاظ نہیں جوتوں سمیت پھرنا یہاں کی عام کیفیت ہے۔

صخرہ شریف:

عربی زبان میں صخرہ چٹان کو کہتے ہیں۔ یہ ایک بڑا پتھر ہے۔ جس کا طول ۵۰ فٹ، عرض ۴۰ فٹ، اور موٹائی پانچ فٹ ہے۔ رنگت قدرے گلابی۔ سطح ناہموار اور کھردری۔ اِس صخرہ شریف میں ایک صندوق ہے جس میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ اور یہیں ایک الماری میں آنحضرتؐ کے تین موئے مبارک رکھے ہوئے بتائے جاتے ہیں۔

مسجد کے بائیں جانب ایک عمارت تہ خانے کے طور پر بنی ہوئی ہے

جسے اصطبل حضرت سلیمانؑ یا معلف الجنّ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب کوئی جن شرارت کیا کرتا تھا تو اُسے اِس کے ستونوں سے باندھ کر سزا دی جاتی تھی۔ ستونوں میں اب بھی حلقے پڑے ہوئے ہیں۔

دائیں جانب محالِ قبلتین ہے درمیان میں محراب سلیمانی ہے محراب کے قریب حضرت ایوبؑ کے صاحبزادوں کی قبریں بتائی جاتی ہیں

دیوارِ گریہ:

مسجد اقصیٰ کے باہر ایک دیوار ہے، جو دیوارِ گریہ کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں ہر وقت یہودی مرد عورتیں بچے اور بوڑھے عجیب طرح سے سسکیاں بھر بھر کر روتے اور سر ہلا ہلا کر کہتے ہیں۔ کہ خدا انھیں بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ واپس دلا دے۔ مسلمان حکمرانوں کی نرمی، کمزوری اور ذاتی چپقلشوں کے باعث مجلس اقوام نے فلسطین کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور شہر بیت المقدس کا زیادہ بہتر حصّہ اب یہودیوں کے پاس ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارْ۔

ہمیں مجوّزہ پروگرام کے مطابق پھر دمشق واپس جانا چاہیے تھا لیکن وہاں سے استنبول کے لیے ہوائی جہاز چونکہ صرف ہفتہ اور پیر کے دن چلتا ہے۔ اس لیے ہم نے یہیں سے بیروت کے لیے اپنی نشستیں مخصوص کرالیں اور ۲۸ جون کو ۹ بجے بعد دوپہر عرب ایریز کے ہوائی جہاز میں بیروت کو روانہ ہو گئے۔

بیرُوت (لبنان)

۱۴ر جُون کو عرب ایرویز کے ہوائی جہاز پر ۲/۱ ۱ بجے بیت المقدس سے روانہ ہو کر ۲/۱ ۴ بجے عصر کے قریب ہم بیروت پہنچ گئے۔ بیروت لبنان کا دارالحکومت ہے۔ یہاں کسٹم اور پولیس کے علاوہ ہوائی کمپنیوں کے دفاتر بڑی عالیشان اور جدید قسم کی عمارتوں میں قائم ہیں۔ ہر وقت گہما گہمی نظر آتی ہے۔ کارکنان میں ایک تہائی حصہ نوجوان لڑکیاں ہیں جو مردوں سے بڑھ چڑھ کر کام کرتی ہیں۔ کمپنی کی موٹر کے ذریعے میٹرو پول ہوٹل میں چلے گئے۔ اور ایک کمرہ لے کر قدرے سستانے کے بعد عبدالحی کو ساتھ لے کر بازار کا ایک چکر کاٹا۔ لیکن اپنی بے زبانی کے باعث کسی سے کوئی خاص بات نہ ہو سکی۔ آخر پھر ہوٹل میں آکر پڑ رہے۔ اب یہ دیکھا کہ کمرے میں ہوا کی آمد و رفت کا کوئی خاص اِنتظام نہیں۔ ہوٹل کے مینجر سے کہا کہ اس کمرے میں ہوا کی آمد و رفت کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ کسی پنکھے کا اِنتظام کر دیجیے۔ مگر اس نے توجّہ نہ کی۔ نہ کوئی دُوسرا کمرہ دیا۔ جو غالباً خالی بھی نہ تھا۔ میں نے تنگ آکر وہ بڑا دروازہ کھول دیا جس سے گزر کر لوگ اِس ہوٹل کے ہال کمرے میں آتے تھے۔ اور یہ اُن کے کھانے

والے کمرے کے بھی سامنے تھا۔ اس پر ہوٹل کا منیجر بہت سٹپٹایا اور اپنے ایک آدمی کے ہاتھ سکرین (پردہ) بھجوا دیا۔ اس سے ہمارا مقصد پورا نہ ہوتا تھا۔ اور ہوا رکتی تھی۔ میں نے ناراضگی کے لہجے میں کہا۔ کہ ہم ایسے بند کمرے میں سو کر بیمار نہیں ہونا چاہتے۔" اور سکرین کو وہاں سے ہٹوا دیا۔

بیروت بہت قدیم شہر اور ایک بہت اہم بندرگاہ ہے۔ اور اپنے کاروبار کی نوعیت سے ایشیا کا دروازہ کہلاتی ہے۔ یہ شہر خشکی سمندر اور ہوائی راستوں کے ذریعے تمام دنیا سے ملا ہوا ہے۔

مسلمانوں نے سب سے پہلے حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں اس شہر پر قبضہ کیا۔ اور جب مسلمان حکومتیں کمزور ہوئیں تو اس پر دوبارہ عیسائیوں نے قبضہ کر لیا۔ لیکن پھر سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس کو اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ترکوں کے عہد حکومت میں اس شہر نے بہت ترقی کی۔ اور آج کل بھی یہ لبنان کا دارالحکومت ہے۔ یہاں ہر ملک اور قوم کے لوگ چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔

بیروت کو مشرق وسطیٰ کا دماغ بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ یہاں اعلیٰ تعلیم کے لیے دو یونیورسٹیاں ہیں۔ جہاں ارد گرد کی ریاستوں کے طلبہ تعلیم کے لیے آتے رہتے ہیں۔ ان کے لیے کئی ابتدائی اور ثانوی سکول بھی ہیں۔ ایک فائن آرٹ کی اکیڈمی ہے اور موسیقی کا ایک سکول بھی ہے۔

Marfat.com

یہاں ایک بہت بڑا عجائب گھر بھی ہے۔ جس میں بازنطین عہد حکومت کے نوادرات ہر سیاح کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ یہ عجائب گھر کئی حصوں میں منقسم ہے۔

۱۵ ار جون کو ہم نمازِ صبح سے فارغ ہو کر چہل قدمی کو نکلے۔ بازار میں ابھی دوکانیں بند تھیں۔ اِس لیے واپس ہوٹل آ گئے۔ باہر ہی ایک ٹیکسی ڈرائیور مل گیا جو انگریزی زبان جانتا تھا۔ اُس سے کہدیا کہ ایک گھنٹہ کے بعد آئے۔ ہم نے ناشتہ کیا۔ اِتنے میں ٹیکسی بھی آ گئی۔ سوار ہو کر شہر کے تمام بازاروں میں گھومے۔ ساحلِ سمندر کی سیر کی۔ یہاں کے لوگوں کی طرزِ بود و ماند دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اِن پر مغربیت کا گہرا اثر ہے تقریباً تمام مرد و زن انگریزی لباس میں ملبوس نظر آتے۔ موٹروں کی وہ بافراط کہ ایک طرف سے دُوسری طرف جانا دُشوار ہو جاتا ہے۔ دُکانیں عُروسِ نو کی طرح سجی ہُوئی۔ میوے، پھل اور سبزیاں بکثرت۔ حقیقت میں اِس شہر کی خوبی لکھنے سے نہیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ہمارے دو پاسپورٹ مِصر کے لیے ویزا ہونے باقی تھے۔ لہٰذا مصری سفارت خانے گئے جنھوں نے اگلے دن آنے کو کہا۔

بیروت ایک بہت ترقی یافتہ شہر ہے۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے علاوہ یہاں کئی چھاپے خانے بھی موجود ہیں۔ سمندر سے قربت کی بنا پر یہاں اکثر ایک جیسا ہی موسم رہتا ہے۔ لیکن گرمیوں میں موسم کسی قدر گرم ہوتا ہے اور اُمراء بعلبک چلے جاتے ہیں جو بیروت سے تقریباً

Marfat.com

۵۰ کلومیٹر دُور ہے۔ یہ ایک بڑا پُر فضا سرسبز پہاڑی مقام ہے۔

بعلبک :

ہمارے پاس کافی وقت تھا۔ سوچا کہ اس پُر فضا مقام کو بھی دیکھ لیا جائے۔ چُنانچہ اُسی ٹیکسی میں بعلبک روانہ ہو گئے۔ تمام پہاڑی راستہ سڑک کولتار کی نہایت صاف سُتھری۔ اِردگرد خوشنما اور ہرے بھرے لہلہاتے ہُوئے کھیت اور باغات۔ جابجا مغربی طرز کے بنے ہُوئے عالیشان مکانات اور بنگلے۔ راستے کے مختلف پڑاؤ پر انگریزی انداز کی دُکانیں۔ قہوہ خانے اور ہر قسم کے پھل موجود۔ ایک جگہ گاڑی کھڑی کرکے کچھ کیلے، خوبانیاں، سیب اور آلو بخارے اور تھوڑا سا پنیر بھی لیا پھل تو ہم تینوں اور ٹیکسی ڈرائیور نے آپس میں مساوی تقسیم کر لیے لیکن پنیر جو کچھ زیادہ نہ تھا۔ وہ سب سے زیادہ میری اہلیہ اور اس کے بعد میں نے اور عبدالحی نے کھایا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو اِس میں سے کُچھ حصّہ نہ دیا

راستے کے دائیں بائیں خوشنما مناظر دیکھتے، پھلوں اور پنیر کی تعریف اور خداوند کریم کا شکریہ ادا کرتے، دو گھنٹے کے بعد ہم بعلبک پہنچ گئے۔ پہلے کھنڈرات دیکھے۔ یہ کھنڈرات قدیم رومن تہذیب کے آثار ہیں۔ یہاں کئی مندر ہیں جن میں "جوپیٹر کا مندر" بہت مشہور ہے۔

بعلبک کا شہر بھی اِتنا ہی قدیم ہے۔ جتنی تاریخ انسانی۔ یہاں کے

Marfat.com

کھنڈرات تاریخِ انسانی کی تدریجی ترقّی کے شاہد ہیں۔ اِن میں سے اکثر اِمتدادِ زمانہ سے ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں۔ لیکن اُن کے اندازِ تعمیر اور وسعت کو دیکھ کر زمانۂ قدیم کے لوگوں کی تہذیب و تمدّن کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اور خصوصیّت سے فنِ تعمیر میں اُن کی فنی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اِن کھنڈرات کو دیکھنے کے بعد ٹیکسی والا ہمیں ایک بہت بڑے ہوٹل میں لے گیا جو ایک پہاڑی کے پُرفضا دامن میں تھا اور جسے اُونچے اُونچے درخت گھیرے ہوئے تھے۔

یہاں سے تکے کباب اور روٹی کھا کر چند میل دُور دریا کے کنارے آرام کرنے کی غرض سے موٹر میں چل دیئے۔ جو کچھ ہم نے کھایا وُہی ٹیکسی ڈرائیور نے کھایا۔ مگر پندرہ بیس منٹ کے بعد یکایک میری اہلیہ کی طبیعت بگڑنے لگی اور اُس نے گاڑی کھڑی کر کے قے کی۔ قریب ہی کھیتوں میں کام کرنے والی ایک لڑکی نے پانی کی لُٹیا لے کر کُلّی کرائی۔ کچھ دُور اور بڑھے کہ پھر زبردست قے ہُوئی۔ جس سے اُن کی طبیعت نڈھال ہوگئی۔ اور ساتھ ہی پیٹ میں شدید درد شروع ہوگیا۔ یُوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آنتیں کٹ رہی ہیں۔ کچھ اور آگے بڑھے کہ رفعِ حاجت کے لیئے گاڑی کھڑی کرنی پڑی۔ اور کھیتوں میں کچھ دُور جاکر اُنھیں چھوڑ دیا گیا۔ جب وہ واپس لوٹیں تو نقاہت اور کمزوری سے لڑکھڑا رہی تھیں۔ اگر ہم اُنھیں دوڑ کر تھام نہ لیتے تو ضرور گر پڑتیں۔ آخر بمشکل

Marfat.com

اُنھیں سہارا دے کر گاڑی تک لائے، اور گاڑی چل دی۔ لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ میری اپنی طبیعت بگڑنے لگی اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر قے ہونے لگی۔ اِس کے بعد فوراً ہی عبدالحی کو بھی متلی ہونے لگی۔ تینوں کے جسم بے جان ہو رہے تھے۔ پسینے کے ٹھنڈے ٹھنڈے قطرے اور بھی سوہانِ رُوح کا باعث تھے۔ موٹر چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیور نے بتایا کہ دریا اب قریب ہی ہے۔ وہاں پہنچ کر دم لیں گے۔ لیکن میری اہلیہ نے شدّتِ درد کے باعث کراہنا شروع کر دیا۔ آخر ایک ہوٹل کے پاس گاڑی کھڑی کی گئی اور ہمیں بمشکل اندر لے جایا گیا۔

بیت الخلاء اُوپر کی منزل میں تھا۔ اور ہم تینوں بے ہوش ہو رہے تھے۔ ہوٹل والوں نے میری اہلیہ کو ایک کُرسی پر ڈال کر اوپر پہنچایا۔ جہاں ہم بھی لڑھکتے لُڑھکاتے پہنچ گئے۔ ٹیکسی ڈرائیور اور کارکنانِ ہوٹل نے سکنجبین بنائی اور چمچوں کے ذریعے ہمارے مُنہ میں ٹپکانے لگے۔ لیکن قے اور اسہال کا یہ عالم تھا کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔ میری اہلیہ کی حالت نہایت ہی ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ اُن کے لیے چارپائی پر ہلنا جُلنا دوبھر ہو رہا تھا۔ اور تمام کپڑے لت پت ہو چکے تھے۔

ہوٹل والوں نے کہا۔ کہ اگر آپ پسند کریں۔ تو پولیس کو اِطلاع دی جائے۔ مگر میں نے منع کر دیا۔ کہ سفر میں یہ نئی مُصیبت کیوں گلے ڈالیں۔ ہماری تشویشناک حالت دیکھ کر اُنھوں نے آدھی رات کے

وقت ڈاکٹر کو بلوایا جس نے ہم سب کو ٹیکے لگا دیے، اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد دوائی کے قطرے پانی میں ڈال کر پینے کی ہدایت کی۔ ڈاکٹر کی تشخیص سے معلوم ہوا کہ وہ پنیر زہریلا تھا۔

ٹیکسی ڈرائیور اور کارکنان ہوٹل تمام رات ہمیں ہلا ہلا کر دوائی اور سکنجبین دیتے رہے۔ سحری کے وقت مجھے کچھ ہوش آیا۔ تو میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو بتایا۔ کہ صبح نو بجے استنبول جانے والے ہوائی جہاز میں ہماری نشستیں مخصوص ہو چکی ہیں۔ اس نے فوراً ٹیلیفون کر کے انھیں کینسل کرایا۔ گیارہ بجے دن کے ہماری طبیعتیں کچھ سنبھلیں۔ ہوٹل کے عملہ نے ہمارے تمام کپڑے ڈرائی کلین کرا دیے تھے۔ انھیں پہن کر ہم افتاں و خیزاں موٹر میں بیروت روانہ ہو گئے۔

ہوٹل والوں نے جس محبت، ہمدردی اور خلوص سے ہماری تیمارداری کی۔ شاید گھر میں بھی اس سے بہتر نہ ہو سکتی۔ اس لیے ہم نے بصمیم قلب اُن کا شکریہ ادا کیا۔ خداوند تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔

اس موقع پر ہمیں بیگم اور اسماعیل خلیل حرب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ جو اتفاق سے اُسی وقت تفریحاً شب بسری کے لیے اس ہوٹل میں آئے تھے۔ ہماری یہ حالت دیکھ کر اُن کی بیگم صاحبہ نے میری اہلیہ کے تمام آلودہ کپڑے خود اُتارے۔ کئی گھنٹے پاس بیٹھی رہیں اور ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق اُن کو دوائی دیتی رہیں۔ صبح روانگی کے

Marfat.com

وقت نہ صرف ملنے آئیں بلکہ اپنے شوہر سے اپنے بھائی مقیم جدہ کے نام ایک تعارفی خط بھی لکھوا کر دیا۔ اُن کی اِس بے لوث خدمت اور تیمارداری نے مجھ پر بہت ہی اثر کیا۔ اللہ پاک اُنھیں ہمیشہ خوش و خُرم رکھے۔ آمین۔
بیروت کے میٹروپول ہوٹل کے بے ہوا کمرے میں جانے کو طبیعت نہ مانتی تھی، لہٰذا ساحل سمندر پر تیوہ ہوٹل میں کمرہ لے کر دراز ہو گئے اور ٹیکسی ڈرائیور کے ذریعے میٹروپول ہوٹل سے اپنا سامان منگوا لیا۔
سہ پہر کو موٹر میں مصری سفارت خانے جاکر پاسپورٹ حاصل کیے اس کے بعد شہر کی مشہور مسجد جامع الاموی میں گئے۔ یہاں منبر کے قریب حضرت یحییٰ علیہ السلام کا دست مبارک مدفون بتایا جاتا ہے۔ اس کی تعمیر سلطان عبدالحمید خان دالشی ترکی نے کرائی تھی۔ چنانچہ ان کے نام کا کتبہ اب بھی وہاں لگا ہوا ہے۔ مدفن کے در پر یٰیَحْییٰ خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ وَّاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا لکھا ہوا ہے۔
یہاں فاتحہ پڑھی اور ہوائی کمپنی کے دفتر میں اگلے دن ڈیڑھ بجے استنبول جانے کے لیے اپنی نشستیں مخصوص کرائیں۔ ہوٹل واپس آئے تو ابھی کافی کمزوری محسوس کر رہے تھے۔ چند گھنٹوں کی بیماری سے ذرا ذرا سے مُنہ نکل آئے تھے۔ تمام رات اور اگلے دن دوپہر تک آرام کیا۔ سچ ہے ؎

قدرِ صحت مریض سے پوچھو تندرستی ہزار نعمت ہے

خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ اُس نے پردیس میں اس ناگہانی مصیبت سے نجات بخشی۔ ورنہ ہم تو بیمار ہوکر چلنے پھرنے سے بھی رہ جاتے۔ ٹیکسی ڈرائیور ابراہیم حیدر کی مخلصانہ خدمت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُنھیں رخصت کیا۔

Marfat.com

استانبول یا قسطنطنیہ

۱۷ر جون ۱۹۵۵ء کو بیروت سے ہوائی جہاز پر سوار ہو کر شام کے بعد استنبول پہنچ گئے۔ شہر ہوائی اڈے سے بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ پیلس ہوٹل میں قیام کیا۔ کمرے صاف ستھرے اور نیچے آنے جانے کے لیے لفٹ، ہر کمرے میں ٹیلیفون۔ استقبالی دروازہ، لفٹ اور کمروں کے باہر کام کرنے کے لیے پندرہ پندرہ سولہ سولہ سال کے خوبرو لڑکے چست اور مستعد، لیکن مشکل یہ آپڑی کہ وہ صرف ترکی زبان جانتے تھے ان سے حرفِ مدّعا کیسے بیان کیا جائے ؏

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم

صرف ہوٹل کا منیجر اور ایک استقبالیہ لیڈی انگریزی زبان سے واقف تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنے جانے اور کھانے پینے میں کافی دقت ہوئی۔

ترکی سکہ:

ہوائی اڈے پر اترتے ہی سرکاری طور پر ترکی سکہ تبدیل کرنے کے لیے انگریزی سٹرلنگ پونڈ کے سات ترکی پونڈ دیرا، ملے تھے۔ مگر ہوٹل

Marfat.com

والوں نے کہا کہ ہم پرائیویٹ طور پر آپ کو پندرہ پونڈ دلیرا دیں گے اِس کے بعد معلوم ہُوا کہ مارکیٹ میں سترہ پونڈ بھی بِل جاتے ہیں۔ ہم نے بیروت سے چلتے وقت احتیاطاً ایک سٹرلنگ پونڈ تُرکی سکّے میں تبدیل کرایا تو اس کے بیس پونڈ دلیرا بِل گئے تھے۔ اِس سے سٹرلنگ پونڈ کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوگیا۔ یہاں بعینہٖ وہی صورت نظر آئی جو ہندوستان اور پاکستان کے سرکاری اور غیر سرکاری زرِ تبادلہ کے سلسلے میں عمل پذیر ہے۔

چونکہ ریلوے اسٹیشن اور ساحلِ سمندر ہماری قیام گاہ کے قریب ہی تھے اس لیئے عشاء کی نماز کے بعد وہاں کی سیر کی اور واپس آکر سو رہے

استانبول اور یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں تھامس کک کمپنی اور اس کے علاوہ کئی اور کمپنیوں نے سیاحوں کی سہولت اور آرام کے لیئے بڑے بڑے موٹر کوچ بنوائے ہُوئے ہیں۔ جن میں بیس پچیس آدمی بآسانی بیٹھ سکتے ہیں۔ اِن گاڑیوں میں مختلف زبانیں جاننے والے گائیڈ (رہبر) مسافروں کو ساتھ لے کر مختلف مناظر اور تاریخی مقامات کی سیر کراتے اور ساتھ ہی ساتھ اُن کی مختصر حقیقت بھی بیان کرتے جاتے ہیں

۱۰ ارجون کو صبح نو بجے انگریزی جاننے والے گائیڈ کی معیت میں تھامس کک کی ویگن ہمیں ہوٹل سے لینے آگئی۔ لیکن یہاں امریکن سیاح کافی تعداد میں آئے ہُوئے تھے۔ جن میں اکثریت عورتوں کی تھی۔ بڑی گاڑی میں جگہ نہ رہی تو اُنھوں نے ہم تینوں کے لیئے ایک علٰحدہ ٹیکسی کا انتظام کر دیا

Marfat.com

مسجد ایا صوفیہ :

ہماری کار مختلف بازاروں کا چکر کاٹتی پہلے مسجد ایا صوفیہ پہنچی جو اب ایک عجائب گھر میں تبدیل کر دی گئی ہے۔

جب سلطان محمد دوم نے استنبول کو فتح کیا تو ایا صوفیہ عیسائی حکومت کا سب سے بڑا گرجا تھا۔ یہ گرجا شہنشاہ کانسٹنٹائن اعظم نے سنہ ۳۲۶ء میں تعمیر کروایا۔ لیکن دو دفعہ یہ گرجا آگ لگنے سے برباد ہوا۔ اور دوبارہ اس کی تعمیر ہوئی۔ دوسری دفعہ اس کی تعمیر بازنطینی شہنشاہ جسٹینین نے کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی تعمیر کا کام چھ سال تک جاری رہا اور دس ہزار کاریگر اور نگران اس کام پر لگے رہے۔ سنہ ۵۶۲ء میں یہ عمارت دوبارہ مکمل ہوئی اور اس وقت سے لے کر سنہ ۱۴۵۳ء تک عیسائیوں کی سب سے بڑی عبادت گاہ سمجھی جاتی تھی۔ سنہ ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد فاتح نے جب قسطنطنیہ کو فتح کیا تو ایا صوفیہ کے گرجا کو مسجد میں اس طرح تبدیل کر دیا کہ مؤذن کے لیے ایک کونے میں مینار تعمیر کروایا۔ چھت اور دیواروں پر جو تصاویر بنی تھیں اُن پر پلستر کروا دیا۔ اب یہ عمارت ایا صوفیہ کی مسجد کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کے بعد آنے والے سلاطین نے اس میں کئی مینار اور گنبد تعمیر کرائے۔ خلفائے ترکی کے عہد میں اس جامع مسجد میں سلاطین نماز ادا کرتے تھے۔ اس مسجد کا سب سے بڑا گنبد ایک سو سات ستونوں پر کھڑا ہے۔ ہر ایک ستون ۱۰۰ فٹ بلند ہے۔ گنبد کا قطر بھی

۱۰۰ فٹ ہے جس میں روشنی کے لیے بڑے بڑے پیتل کے فانوس زنجیروں سے لٹک رہے ہیں۔

جب جمہوریہ ترکیہ کی بنیاد پڑی تو اتاترک نے جہاں اور اصلاحات رائج کیں اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ اِس وسیع و عریض نادر تاریخی مسجد کو عجائب گھر میں تبدیل کر دیا۔

دیگر تاریخی مقامات :

اِس کے بعد ہم سُلطان احمد کی مسجد میں گئے۔ وہاں سے بایزید کا چوک جو پُرانے شہر میں واقع ہے اُس کی طرف آئے۔ یہاں سے گزر کر سلیمان مسجد اور ایڈریانوپل گیٹ تک گئے۔ ایڈریانوپل ترکی کا مشہور تاریخی مقام ہے۔ جہاں کسی زمانے میں ترکوں نے رُوسیوں کا بہت بہادری اور جوانمردی سے مُقابلہ کیا تھا۔

اب ایک بجے کا وقت تھا۔ ہم واپس ہوٹل کی طرف ہو لیے۔ اگرچہ پنجاب کی سی گرمی نہیں ہوتی۔ لیکن کافی حبس ہوتا ہے اور ہوٹل کے آرام دہ کمرے ایک نعمتِ غیر مُترقّبہ معلوم ہوتے ہیں۔ کھانا کھایا، نماز پڑھی اور کچھ دیر کے لیے سستانے لیٹ گئے۔

ڈھائی بجے ہم سیر اگولیا کی طرف موٹر میں روانہ ہوئے۔ یہاں سلاطینِ ترکی کے محلات ہیں۔ یہ باسفورس کے کنارے پر واقع ہیں۔ کبھی بڑے بڑے بادشاہ اِن محلات میں جانا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔

Marfat.com

یہ قلعہ نما عمارات سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہیں۔ جن کے در و دیوار زبانِ حال سے صدیوں کی تاریخ سُنا رہے ہیں۔

یہ عمارات نہایت خوبصورت اور دلفریب ہیں۔ ایک طرف گولڈن ہارن پہاڑی ہے اور دُوسری طرف بحیرۂ اسود کا ٹھاٹھیں مارتا ہُوا سمندر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ محلّات سمندروں۔ سبزہ زاروں اور پہاڑوں پر حکمران ہیں۔

دُنیا کا سب سے بڑا مُسقّف بازار:

اِس کے بعد ہم بڑے مُسقّف بازار (دی گریٹ کوورڈ بازار) کی طرف چلے۔ استنبول کا یہ بازار نہ صرف ایشیا بلکہ تمام دُنیا میں بڑا گِنا جاتا ہے۔ کوئی ایک میل کے دَور میں ہے۔ اور اِس میں غالباً ساڑھے چار ہزار دُکانیں ہیں۔ یہ دُکانیں اگرچہ چھوٹی چھوٹی ہیں۔ لیکن اِن میں دُنیا کے ہر گوشہ کی چیز مل سکتی ہے۔ یہاں کے دُکاندار اپنے ہاں نوادرات کے مجموعے رکھتے ہیں جس میں زارِ روس۔ شہنشاہِ آسٹریا اور قیصرِ جرمنی کے محلّات کا سامان موجود ہے۔ ہزارہا انواع و اقسام کے شیشے مٹی اور چینی کے بنے ہُوئے برتن۔ فرانسیسی شیشے۔ ایرانی نوادر۔ مذہبی تبرّکات قالین۔ جھاڑ۔ فانوس غرضیکہ ہر شے جس کا تصوّر بھی آپ کر سکیں اِس بازار میں موجُود ہے۔

ہر مُلک کا اِنسان امریکن۔ فرانسیسی۔ انگریز۔ رُوسی۔ چینی۔ جاپانی

پاکستانی۔ ہندی۔ مصری۔ حبشی۔ اطالوی۔ عربی۔ شامی آپ کو یہاں نظر آئے گا۔ لاکھوں نہیں کروڑوں روپے کا کاروبار ہو رہا ہے۔ قیمتیں مقرر نہیں۔ جیسا گاہک دیکھتے ہیں۔ ویسے ہی پھانسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں سے کوئی چیز خریدنا کافی ہوشیاری اور عقلمندی چاہتا ہے میری اہلیہ نے اتفاقاً ایک اُونی سویٹر دیکھا تو لیڈی دُکاندار نے جھٹ اُسے پہنوا کر ماشاء اللہ کہہ کر مبارک باد پیش کر دی۔ شرم حضوری کے باعث اس کے پینتیس روپے ادا کر دیے۔ سویٹر درحقیقت پندرہ بیس روپے سے زیادہ کا نہ تھا۔

بازار میں قہوہ خانے اور ہوٹل کثرت سے ہیں اور گاہکوں کا ہجوم اس قدر کہ یہ پتا ہی نہیں چلتا کہ آپ اپنی پلیٹ سے کھانا کھا رہے ہیں یا کسی دوسرے کی پلیٹ سے۔ کیونکہ دُکان میں یا گاہک ہیں یا پلیٹیں، بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے نچلا فرش نظر ہی نہیں آتا۔

گولڈن ہارن اور سمندر کی سیر:

نمازِ عصر کے بعد گولڈن ہارن اور سمندری مقامات کی سیر کی۔ یہاں رات کے وقت نہایت ہی دلفریب منظر ہوتا ہے۔ بڑی بڑی عالیشان عمارتوں۔ ہوٹلوں اور رہائش گاہوں کی روشنی اور بجلی کے قمقمے سمندر میں بہت ہی جاذبِ نظر سماں پیدا کرتے ہیں۔ انسان پہروں دیکھتا رہتا ہے۔ لیکن طبیعت سیر نہیں ہوتی۔

Marfat.com

جس موٹر لانچ (دُخانی کشتی) میں ہم سوار ہوئے اُس پر تُرکی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ تُرکی جھنڈے کا رنگ سُرخ ہے اور اِس پر ہلال اور ستارے کا نشان بنا ہُوا ہے۔ اس میں ہمارے علاوہ اور مُسافر بھی سوار تھے۔ یہ کشتی کبھی ساحلِ ایشیا پر آتی اور کبھی ساحلِ یورپ پر کیونکہ آبنائے باسفورس کے مشرق میں ایشیائی تُرکی ہے اور مغرب میں یورپین تُرکی۔ کشتی سے مُختلف سٹیشنوں پر مُسافر اُترتے اور چڑھتے تھے۔ ہم سیراگولیو کے پاس سے گُزرے جہاں سلاطینِ تُرکی کے محلّات سلطنتِ عثمانیہ کے عروج کا زمانہ یاد دلاتے ہیں۔ ہر دو ساحلوں پر انگور کی بیلیں اور ان کے درمیان رنگا رنگ کے پھُول نہایت ہی دلفریب منظر پیش کر رہے تھے۔

آہستہ آہستہ باسفورس کی آبنائے تنگ ہوتی گئی اور جہاں ایشیا اور یورپ کے ساحلوں میں صرف نو سو گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے وہاں یورپین ساحل پر رومیلی حصار یا سُلطان محمّد فاتح کا بلند اور مضبوط قلعہ بنا ہُوا ہے۔ اس کے بالمقابل دائیں طرف ایشیا کے ساحل پر بھی ایک قلعہ ہے لیکن چھوٹا۔ یہاں بحیرۂ اسود سے آنے والے پانی کی رَو بہت تیزی سے بہتی ہے اور چھوٹی کشتی کا سنبھلنا مُشکل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابُو ایُّوب انصاری رضؓ:

حضرت ابُو ایُّوب انصاری رضؓ کے مزار پر گئے۔ فاتحہ پڑھی۔ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابی تھے۔ اِن کا ذکر پہلے آچُکا ہے۔ مدینہ

Marfat.com

منورہ میں انھی کو حضورؐ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ مدینہ کے ہر انسان کی دلی خواہش تھی کہ حضورؐ آپ کے مہمان ہوں۔ آپؐ کو کسی کی دل شکنی منظور نہ تھی۔ اس لیئے فرمایا۔ کہ جہاں اور جس گھر کے سامنے میری اونٹنی بیٹھ جائے گی اُسی کے مہمان ہوں گے۔ چنانچہ اونٹنی آپ کو حضرت ابُو ایّوب انصاریؓ کے مکان کے سامنے لے جا کر بیٹھ گئی۔ اللہ اللہ کس مرتبے کے صحابی تھے۔ اور کس مقدس مشن میں جان دی۔ یہیں مغرب کی نماز باجماعت ادا کی اور عشاء کے قریب ہوٹل واپس آ گئے۔

سُلطان کا خزانہ:

۱۹ ر جون کو گُک کے پروگرام کے مطابق ہم باقی مقامات وقت مقررہ پر نہ دیکھ سکتے تھے۔ اِس لیئے علٰحدہ ایک انگریزی دان گائیڈ کی معیت میں ایک ٹیکسی لے کر پہلے تو سُلطان کے خزانے کو دیکھا جو دُنیا کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔ آلِ عُثمان کے نوادرات جن میں سُلیمان اعظم اور سلطان محمدؒ کی جواہرات سے مرصّع تلواریں۔ قیمتی ہیرے دل سے مزین زیورات، لباس، پگڑیاں، حریر کے چوغے کچھ اس انداز سے سجائے گئے ہیں کہ دیکھنے والے کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ شہر کے اندر اور باہر سڑکوں کی سیر کی اور دوپہر کا کھانا کھا کر آبنائے باسفورس کی سیر کو چلے گئے۔ جو سمندر کے راستے یورپ کو بحیرۂ اسود سے ملاتی ہے پھر عشاء کی نماز پڑھی اور کھانا کھا کر سو گئے۔

Marfat.com

سقوطری ایشیائے کوچک :

۲۰ر جون کو پھر ایک علحدہ گائیڈ لے کر سقوطری جالیہ پہاڑی اور ایشیائے کوچک کی سیر کی۔ کئی بازار جو ابھی دیکھنے باقی تھے اُن کا چکر لگایا۔

سُلطان محمدؒ فاتحؒ :

استانبول وہ شہر ہے جس کے فاتح کو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جنّتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے بہادرانِ اِسلام نے اِس شہر کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ سب سے پہلے حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں ایک مُہم بھیجی گئی جس میں حضرت ابُو ایوب انصاریؓ بھی شریک تھے۔ حضرت ابُو ایُّوب انصاریؓ نے اِسی مُہم کے دوران میں قسطنطینیہ میں وفات پائی۔

اِس کے بعد کئی مُہمیں گئیں مگر اِس شہر کی فتح کا سہرا ترک سُلطان محمدؒ فاتح کی قسمت میں لکھا تھا۔ قسطنطنیہ نہایت محفُوظ شہر ہے جس کے تین طرف تو سمندر ہے۔ اور شمال کی طرف پہاڑیاں اِس کی حفاظت کرتی ہیں چونکہ یورپی قومیں فنِ جہاز رانی سے خُوب واقف تھیں اِس لیے سمندر میں اِن کا مُقابلہ آسان نہ تھا۔

سُلطان محمدؒ فاتح نے اِس شہر کو فتح کرنے کے لیے بہت پہلے سے منصُوبہ بندی کر کے اِس کے گرد و نواح سے بخُوبی واقفیّت حاصل کر لی تھی

Marfat.com

اس بہادر سلطان نے شہر میں داخل ہونے کے لیے دلدلی راستہ پسند کیا۔ اس نے ایسی کشتیاں بنوائیں جن کے پیندوں پر چربی مل دی گئی تھی ان کشتیوں میں مسلمان بہادر سوار ہو گئے اور کشتیوں کو دلدل میں بہا دیا گیا۔ اس طرح اسلامی فوج بخیریت دوسرے کنارے پر پہنچ گئی اور شہر پر حملہ کر دیا۔ شاہ قسطنطین لڑتا ہوا مارا گیا اور شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس وقت سے سلطان عبدالحمید کے عہد تک یہ شہر اسلامی حکومت کا صدر مقام رہا ہے۔ جب مصطفےٰ کمال نے دوسری جنگ عظیم کے بعد اتحادیوں سے ترکی کو آزاد کرا لیا۔ تو استنبول کو غیر محفوظ سمجھ کر اس کی بجائے انقرہ کو سلطنت ترکی کا دارالحکومت قرار دیا۔

ایک زمانہ تھا کہ قسطنطنیہ عالم اسلام کا مرکز خیال کیا جاتا تھا کیونکہ سلاطین عثمانیہ مسلمانوں کے خلفاء سمجھے جاتے تھے۔ اور مسلمانانِ عالم ان کو اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کرتے تھے۔ لیکن دوسری جنگ عظیم میں ترکی وزیر جنگ انور پاشا نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ یہ جنگ ترکوں کے لیے تباہی کا باعث ثابت ہوئی۔ اتحادیوں کی کامیابی کے ساتھ ہی سلطان اُن کے قبضے میں آ گیا۔ اتحادی حکومتوں نے عربوں کو آزاد کر کے عراق، شام نجد، حجاز اور فلسطین میں علٰحدہ حکومتیں قائم کر دیں۔

مصطفےٰ کمال:

اُس وقت مصطفےٰ کمال نے نوجوانانِ ترکی کو اکٹھا کیا اور انجمن ترقی

Marfat.com

وطن کی مدد سے یونانیوں کو شکست دے کر موجودہ ترکی کی بنیاد ڈالی۔ سلطان عبدالحمید خان کو معزول کر دیا گیا۔ اور جمہوریہ ترکی کا پہلا صدر خود مصطفےٰ کمال ہوا۔ جسے قوم نے اتاترک (ترکوں کا باپ) کا خطاب دیا۔ اتاترک اپنے ملک میں اتنا ہر دلعزیز تھا۔ کہ قوم کا ہر فرد اس کے اشارہ پر جان دینا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس نے اپنے عہدِ حکومت میں مغربیت کو رواج دیا۔ اور تمام پرانی رسومات اور روایات یک قلم ختم کر کے حسبِ ذیل اصلاحات نافذ کر دیں۔ ؏

وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ!

چند ترکی اصلاحات:

۱۔ مذہب اور حکومت کو علیحدہ کر دیا گیا۔ یعنی ترکوں نے سرکاری طور پر اعلان کر دیا کہ اسلام سرکاری مذہب نہیں ہے۔

۲۔ فیض کیپ جو ترکوں کا قومی نشان تھا، ممنوع قرار دی گئی اور اس کا پہننے والا مجرم۔

۳۔ عورتوں کو برقع پہننے سے قانوناً روک دیا گیا۔

۴۔ مغربی لباس ہر ترک کے لیے لازمی ہو گیا۔

۵۔ عربی رسم الخط کی جگہ لاطینی رسم الخط ملک میں جاری کیا گیا اور ہر ترکی باشندے کو لاطینی سیکھنا ضروری ہو گیا۔

۶۔ قرآن مجید کو بھی لاطینی رسم الخط میں تبدیل کیا گیا۔

Marfat.com

۷۔ تمام سیاسی جماعتیں غیر قانونی قرار دی گئیں۔ صرف سرکاری جماعت ہی انتخاب میں حصہ لے سکتی تھی۔ نیشنل اسمبلی میں کوئی حزبِ مخالف نہ تھی اور ۲۵ سال تک کوئی دوسری پارٹی قائم نہ ہو سکتی تھی اور نہ ہی وہ انتخابات میں حصہ لے سکتی تھی۔

۸۔ کئی ایک کاروبار قومیائے گئے اور تجارت تقریباً سرکاری نگرانی میں آ گئی۔

آج کا ترکی کسی عیسائی حکومت سے کم نہیں۔ ترکی میں جائیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم کسی مغربی ملک سے گزر رہے ہیں۔ ترک مرد سوٹ میں ملبوس ہیں تو عورتیں یوروپین لباس میں۔ شراب عام ہے۔ خود حکومت نے شراب کی کشید کا کارخانہ تجارتی نقطۂ نگاہ سے جاری کر رکھا ہے۔ ؏

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

تاہم لوگ بڑے حاذق و چوبند اور ہوشیار ہیں۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی تمام معاملاتِ ملکی میں برابر کی حصہ دار ہیں۔ آج کل ترکی کے صدر جلال بایار ہیں۔ جو کچھ مدت ہوئی اپنی میڈم کے ساتھ پاکستان بھی تشریف لائے تھے۔

Marfat.com

ایتھنز (یونان)

نماز پر تعجب :

۲۰ جون کو استانبول سے پونے سات بجے شام روانہ ہوئے اور نو بجے شب کے قریب ایتھنز پہنچ گئے۔ ہوائی جہازوں میں عام طور پر نوجوان عورتیں ہی مسافروں کی چائے، پانی اور کھانے وغیرہ سے تواضع کرتی ہیں۔ اس جہاز پر جو لیڈی اس کام پر مامور تھی اس نے مجھے سر پہ رومال باندھے نماز پڑھتے دیکھا تو بڑی متعجب ہوئی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا۔ تو مجھ سے دریافت کیا۔ کہ میں یہ کیا کر رہا تھا۔ اور سر پر رومال کیوں باندھ لیا تھا۔ میں نے بتایا کہ ہم مسلمان ہیں۔ اس طرح ہم خدائے بزرگ و برتر کی عبادت کرتے۔ اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ سر پر رومال اس لیے باندھ لیا گیا تھا۔ کہ جس طرح ہم لوگ کسی بڑے آدمی، بزرگ یا بادشاہ کے سامنے تعظیم و تقدیس کے خیال سے ننگے سر نہیں جاتے، ایسے ہی اس شہنشاہِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور بندگی کرتے وقت سر کو کسی چیز سے ڈھانپ لیتے ہیں۔

Marfat.com

اسلام سے ناواقفیت :

پھر اُس نے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو خدا مانتے ہیں۔ میں نے اُسے بتایا کہ خدا تو وہ ہے کہ جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا۔ اور اُس کا انتظام کرتا ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو اُس نے اپنا پیامبر بنا کر دُنیا میں بھیجا تھا۔ تاکہ دُنیا کے راہ گم کردہ لوگوں کو نیکی، امن، شرافت اور انسانیت کی راہِ ہدایت دکھائے۔ خدا اپنی جگہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی جگہ ہیں۔

پاکستان سے اجنبیت :

اُس نے پُوچھا کہ آپ کس مُلک کے رہنے والے ہیں۔ تو میں نے اُسے بتایا کہ پاکستان کا رہنے والا ہُوں۔ پاکستان کا نام سُن کر وہ متعجب ہوئی۔ پھر میں نے اُسے وضاحت سے بتایا کہ پہلے یہ سارا ملک جو ایک بہت بڑا مُلک تھا، انڈیا (ہندوستان) کہلاتا تھا۔ اب اِس کو دو قوموں ہندو اور مُسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ جو علاقہ ہم مُسلمانوں کے حصّے میں آیا، اُس کا نام پاکستان ہے۔ اِس مُقدّس سرزمین کو حاصل کیئے ہیں آٹھ سال گُزر چکے ہیں۔ اِس پر اُس نے کہا ہاں ہاں یاد آگیا۔

مجھے اِس سفر کے دوران میں اِس بات سے بہُت دُکھ ہُوا کہ ہماری نئی مملکت کو وجود میں آئے آٹھ برس گُزر چکے ہیں، اِس پر بھی غیر مُلکی لوگ پاکستان کے نام تک سے واقف نہیں۔ البتہ انڈیا سے سب واقف

ہیں۔ ہماری حکومت کا فرض ہے کہ اپنے سفارت خانوں کے ذریعے ہر ملک کی زبان میں پاکستان کے قیام کی مختصر تاریخ، نئی حکومت کی بنیاد، اس کے مذہب اور لوگوں کی بود و ماند کے متعلق پمفلٹ چھاپ کر مناسب مقامات پر تقسیم کرے۔ اور ہوائی جہازوں کے کمرہ ہائے انتظار میں پاکستان کے قابلِ دید مقامات کے مناظر پوسٹروں اور چارٹوں کی شکل میں طبع کرا کے لگائے تاکہ دوسرے ممالک کے لوگ کم از کم پاکستان کے نام سے تو واقف ہو جائیں۔ محض سفارت خانے قائم کر کے عہدے تفویض کر دینا ہی کافی نہیں۔ بلکہ زندگی کا ثبوت دینے کے لیے کچھ جدوجہد اور عملی کام کی بھی ضرورت ہے۔ مولانا ظفر علی خان نے اپنے ایک شعر میں قرآنِ حکیم کی آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ .... الخ کا ترجمہ پیش کیا ہے کہ ؎

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

حلال حرام کی تمیز ندارد :

آٹھ بجے شب کے قریب ہوائی جہاز ہی میں کھانا آگیا۔ اس میں دو قسم کا گوشت دیکھ کر میں نے دریافت کیا کہ کیا یہ بھیڑ، بکری، دُنبے یا گائے کا گوشت ہے یا سُور کا بھی۔ تو لیڈی نے مسکراتے ہوئے کہا کہ سب ٹھیک ہے اور بہت اچھا ہے۔ آپ ضرور کھائیے۔ مجھے

Marfat.com

اِس جواب سے اِطمینان نہ ہُوا اور خیال کیا کہ اب اِسلامی مُلک تو ختم ہو گئے۔ گوشت کو خیر باد ہی کہہ دینا مُناسب ہے۔ لہٰذا روٹی مکھن اور پھل وغیرہ پر ہی اِکتفا کی گئی۔ اِن مُلکوں میں ذبیحہ تو کُجا سُور کا گوشت اعلیٰ کھانوں کی زینت سمجھا جاتا ہے۔

ایتھنز پہنچ کر پاسپورٹ دِکھائے تو معلوم ہُوا کہ اِس مُلک کے لیے ہمارا ویزا ہی نہیں بنا۔ آخر محکمہ پولیس نے گھنٹہ بھر کی کانا پھوسی کے بعد پاسپورٹ اپنے پاس رکھ لیے اور ہمیں ایک چِٹ دے دی کہ ہم دو دن تک ایتھنز میں ٹھہر سکتے ہیں۔

استانبول میں واقع ٹی۔ اے۔ ای ہوائی کمپنی کے دفتر نے ہمیں بتایا تھا کہ اگر ہم اُن کی کمپنی کے ہوائی جہاز میں استنبول سے ایتھنز جائیں اور وہاں سے پھر اُسی کے ذریعے روم جائیں تو ایتھنز میں دو روز قیام وطعام کے جُملہ مصارف کمپنی کے ذمّے ہوں گے۔ اِس مُعاہدے کے مُطابق کمپنی کی بس ہمیں اپنے دفتر میں لے گئی اور اپنے آدمی کے ساتھ ایک ہوٹل میں بھجوا دیا۔ یہ کوئی اچھا ہوٹل نہ تھا۔ ہم نے خود ہی اپنا سامان لفٹ میں رکھا، اور نیچے واپس آکر ٹی۔ اے۔ ای کے دفتر میں فون کیا۔ کہ ہم ایسے مُفت کے ہوٹل سے باز آئے۔ براہِ کرم ہمارے اپنے خرچ پر کسی بہتر ہوٹل میں انتظام کر دیجیے۔ آخر ساڑھے گیارہ بجے شب کے قریب ایکروپول ہوٹل میں جو یہاں کا ایک بہترین ہوٹل ہے ہمارے قیام کا بندوبست ہو گیا۔

Marfat.com

۱۷ر جون کو صبح ناشتے سے فارغ ہو کر ساڑھے آٹھ بجے موٹر لے کر ایک بجے تک اور پھر تین بجے سے گہری شام تک یہاں کے تمام تاریخی مقامات، مناظر اندرون اور بیرون شہر دیکھ لیے۔ ونسنٹ چرچل سکوائر اور روز ویلٹ سکوائر یہاں کے دو مشہور اور پُر رونق چوک ہیں ایتھنز یونان کا دارالحکومت اور پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے جس کے درمیان میں دو دریا بہہ رہے ہیں۔

ایتھنز بہت پرانا شہر ہے۔ اور قدیم یونانی تہذیب و تمدّن کا مرکز، اس شہر میں سقراط، ارسطو اور افلاطون ایسے حکماء پیدا ہوئے جن کا فلسفہ آج بھی دنیا کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ ہومر ایسا شاعر پیدا ہوا جس نے اپنی رزمیہ نظموں سے یونانی بہادروں کے سر پر شہرت دوام کا تاج رکھا۔ اِن کے علاوہ کئی ایک قابل قانون دان مقرر اور کھلاڑی دنیا کو دیئے۔ آج دنیا میں اولمپک کھیلیں قدیم یونان کے کھلاڑیوں کی یادگار ہیں۔ مسیحؑ سے قبل کی عمارات اِس امر کی شاہد ہیں کہ زمانہ قدیم میں یونان علم و فن میں تمام دنیا کا استاد تھا۔ مسیحؑ کی پیدائش سے سات سو سال قبل یہ شہر اپنے عروج پر تھا۔ پارتھین اور ایرانی جو بھی یہاں آئے اُن کے تعمیر کردہ آثارِ قدیمہ سے اِس شہر کی عظمت و شوکت کا پتا چلتا ہے۔ اسی سرزمین سے سکندرِ اعظم ۳۲۳ قبل مسیح اُٹھا، اور ساری دنیا کو فتح کرنے کے ارادے سے اپنے ملک سے چل کر ایران کو پامال کرتا ہوا سرزمین پاکستان میں پہنچا۔ راجہ امبھی والیٔ ٹیکسلا نے اُس کی اطاعت

قبول کر لی۔ مگر جہلم کے راجہ پورس نے مقابلہ کیا۔ سکندرِ اعظم نے نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے ہراتوں رات جہلم کو عبور کرکے عقب سے پورس کی فوج پر حملہ کرکے اُس کو شکست دی۔ سکندر فتوحات کرتا ہُوا ستلج تک گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وسطِ ہند پر حملہ کرے۔ مگر اُس کی فوج نے ساتھ نہ دیا۔ چنانچہ اُسے مجبوراً واپس لوٹنا پڑا۔ راستہ میں سانگلہ ہل کے قریب ایک لڑائی میں زخمی ہُوا۔ اور اِسی زخم سے بابل پہنچ کر دُنیا کو فتح کرنے کی حسرت دل میں لیے ہُوئے راہیٔ مُلکِ بقا ہوگیا۔

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ایک سے زیادہ خُدا:

فنِ بُت تراشی میں یُونانیوں کو کمال حاصل تھا۔ ہندوستان والوں نے بھی بُت تراشی کا فن یُونانیوں سے سیکھا۔ آج ایتھنز میں جابجا مُختلف مجسّے اُن کے اِس فن کے گواہ ہیں۔ چُونکہ یہ لوگ بُت پرست تھے اور ہندوؤں کی طرح ان کے بھی کئی خُدا تھے۔ پانی کا دیوتا آگ کا دیوتا۔ بہار کا دیوتا۔ خزاں کا دیوتا۔ غرض تمام مظاہرِ قدرت کا ایک ایک دیوتا مُقرّر تھا۔ جس کے حضُور میں قربانیاں چڑھاتے منّتیں مانتے اور اُسے خوش رکھنے کے لیے بھجن گاتے تھے۔ اِس لیے ہر خدا کے لیے اَلگ مجسّمہ بنایا۔ اور ہر ایک خُدا کا علیحدہ معبد۔ مگر یہ معمولی بات اُن کی سمجھ میں نہ آسکی۔ کہ دو درویش تو ایک گدڑی میں

Marfat.com

بسر کر سکتے ہیں لیکن دو بادشاہ ایک ولایت میں نہیں سما سکتے۔ اسی طرح ایک سے زیادہ خداؤں کا عقیدہ کس قدر بعید از قیاس ہے۔ ایک خدا کچھ کرنا چاہتا ہے تو دوسرا کچھ اور۔ اس لیے یہ بات بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایک سے زیادہ خدا نہیں ہوسکتے

ایکرو پولس :

یہ قدیم ایتھنز کا مذہبی مرکز تھا۔ جو برباد ہوجانے کے بعد آج بھی سیّاحانِ عالم کے لیے اپنے اندر بڑی کشش رکھتا ہے۔ اس مقام پر مختلف دیوی دیوتاؤں کے کئی بُت ہیں۔ جو مسیحؑ کی پیدائش سے چار پانچ سو سال پہلے کے بنے ہوئے ہیں۔ ایکروپولس پہاڑی پر ایک بہت بڑا عجائب گھر ہے۔ جس میں نوادرات کا بہت بڑا ذخیرہ اور زیادہ تر دیوی دیوتاؤں کے بُت جمع ہیں۔

یہ کھنڈرات دراصل یُونانی دیوی ڈیمیٹری کے معبد کے ہیں۔ جس نے اُن کے خیال کے مُطابق دُنیا کو امن اور راحت دی۔ اِس کے علاوہ یُونانیوں کے سینکڑوں دیوتا اور دیویاں تھیں۔ جیوپیٹر تمام کائنات کا خالق۔ اپالو سورج کا دیوتا۔ ڈائنا شکار کی دیوی۔ لیکن امن و راحت کی دیوی ڈیمیٹری تھی۔ کیونکہ اُس نے اِنسان کو کھیتی باڑی اور اناج پیدا کرنے کا کام سکھا کر جبر و تشدّد سے روکا۔ ورنہ پہلے اِنسان اپنی خوراک صرف شکار سے حاصل کرتا اور ایک دُوسرے پر جبر و تشدّد روا رکھتا تھا

ایلوسس کے معبدوں میں لوگ تعلیم کے لیے آتے تھے۔ وہ نہ صرف زندگی بسر کرنے کا درس لیتے۔ بلکہ انھیں روحانی تعلیم بھی دی جاتی اور جب وہ علم میں پورے ماہر ہو جاتے تو وہاں سے رخصت کر دیئے جاتے۔ تعلیم کے دوران میں اُنھیں نہ صرف ظاہری علوم و فنون سکھائے جاتے بلکہ رُوح کی تسکین اور موت سے بے خوفی کا درس بھی دیا جاتا ہر طالب علم کو پاکیزگیٔ نفس کی تعلیم دی جاتی۔ وُہ گوشۂ تنہائی میں غور و فکر کی عادت ڈالتا۔ روزے رکھتا اور دیوتاؤں کی مدح میں بھجن گاتا۔ جس سے اُس میں ضبط اور جفاکشی پیدا ہو جاتی اور اس قابل ہو جاتا کہ دُنیاوی صعُوبتوں اور مُشکلات کا مردانہ وار مُقابلہ کر سکے۔

اسلام نے انسان کو صراطِ مُستقیم کی تعلیم دی ہے اور اس پر ایسی قیوُد عاید نہیں کیں جو اس کی طاقت سے باہر ہوں۔ بلکہ اگر کوئی سلیم الطبع انسان اسلامی تعلیمات پر غور کرے تو اُنھیں عین فطرت کے مطابق پائے گا۔

چوتھی صدی عیسوی میں شہنشاہ تھیوڈ وسیس نے شاہی فرمان کے ذریعے یہاں درس و تدریس کا خاتمہ کر دیا۔ کیونکہ یہ عیسائی بادشاہ عیسائیت کو پھیلانے کا بڑا حامی تھا۔ اور جب تک اس معبد کی رونق کو کم نہ کیا جاتا عیسائیت کا پھیلنا ناممکن نظر آتا تھا۔

ان کھنڈروں کی شکستہ دیواروں پر کئی دیوتاؤں کی کہانیاں تصویروں کے ذریعے ظاہر کی گئی ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ مشہور اور دلچسپ

Marfat.com

ڈیمٹری دیوی کی بیٹی پروسپین کی کہانی ہے جسے بطور نمونہ مشتے از خروارے ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

پروسپین کی کہانی:۔

پروسپین کی والدہ ڈیمٹری جو امن و راحت کی دیوی تھی جب باہر جاتی تو اپنی خوب صورت لڑکی کو گھر چھوڑ جاتی۔ یہ لڑکی جل پریوں کے ساتھ ساحل سمندر پر کھیلتی رہتی۔ پھول چنتی، ہنستی اور گاتی ایک دن یہ لڑکی پریوں سے کھیلتی کھیلتی ایسے مقام پر جا پہنچی جہاں ایک نیا اور نہایت خوب صورت پھول کھلا تھا، نرگس کا پھول، خوبصورت پروسپین اُسے دیکھ کر بہت متعجب ہوئی۔ دوسری پریاں تو اِدھر اُدھر چلی گئیں، لیکن وہ اُسے دیکھنے میں محو رہی۔ اچانک زمین پھٹی اور اُس میں سے ایک رتھ پر اندرونِ زمین کا دیوتا پلوٹو نمودار ہوا۔ پروسپین اُسے دیکھ کر ڈر گئی اور اُس کے رتھ میں گر پڑی۔ پلوٹو پروسپین کو لے کر اپنے زمین دوز محل میں واپس چلا گیا۔ لیکن یہ لڑکی اُس کے تاریک محل میں گھبرا کر رونے لگی۔ پلوٹو نے زر و جواہر، قیمتی لباس غرضیکہ زمین اور سمندر کے تمام تحفے اُسے بہلانے کے لیے دیے لیکن وہ روتی رہی اور سورج کی روشنی اور اپنی ماں کے گھر جانے کے لیے مچلتی رہی۔

اِدھر جب اُس کی والدہ واپس آئی تو لڑکی کو نہ پاکر بہت گھبرائی

Marfat.com

اور دو مشعلیں (اِس سے مُراد دِن اور رات ہے) لے کر اُس کی تلاش میں روانہ ہوگئی۔ آٹھ دِن اور رات اُس نے دُنیا کا کونہ کونہ چھان مارا، لیکن بیٹی کا کہیں نشان نہ مِلا۔ آوازیں دیتی، ہر شخص سے پُوچھتی درختوں، جانوروں، ہوا، روشنی سب سے پُوچھا۔ لیکن کسی کو معلوم نہ تھا کہ پروسپین کہاں ہے۔ آخر تنگ آکر اُس نے دُنیا کو بددُعا دی۔ بارشیں بند ہوگئیں۔ پھُول جل گئے۔ درخت خشک ہوگئے دُنیا پر بربادی چھاگئی۔ دیوتاؤں کا پہاڑ اولمپس اُجڑ گیا۔ جیوپٹر نے جس کی مرضی سے پلوٹو نے پروسپین کو اِغوا کیا تھا سُورج کے دیوتا اپالو کو اِجازت دی کہ ڈیمٹری کو بتائے کہ پروسپین کہاں ہے۔ کیونکہ سُورج ہر شے کو دیکھتا ہے۔

ڈیمٹری کو جب معلوم ہُوا تو اُس نے کہا کہ جب تک اُس کی بیٹی واپس نہ آئے گی وہ دُنیا میں کوئی چیز پیدا نہ ہونے دے گی۔ آخر پلوٹو کو جیوپٹر کا حُکم پہنچا اور اُس نے پروسپین کو رتھ پر سوار کرکے زمین کے اندر سے اُوپر بھیج دیا۔ لیکن بھیجنے سے پہلے اُسے انار کھِلا دیا۔

ڈیمٹری بیٹی سے مل کر بہت خوش ہُوئی۔ لیکن جب اُسے معلوم ہُوا کہ پروسپین نے پلوٹو کے زمین دوز محل میں انار کھایا ہے تو وہ بہت پچھتائی لیکن اب کیا ہوسکتا تھا۔ اِس انار کھانے کی وجہ سے پروسپین کو چھ ماہ زمین کے نیچے رہنا پڑتا اور چھ ماہ زمین کے اوپر۔

یہ ہے وہ کہانی جو معبد کے کھنڈرات میں تصویروں کے ذریعے

Marfat.com

دکھائی گئی ہے۔ اِس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے۔ کہ جب پروسپین زمین کے نیچے چلی جاتی ہے تو اِن ایام میں یونان میں برف باری اور خزاں رہتی ہے۔ اور جب پروسپین زمین سے باہر آتی ہے تو پھر وہاں فصلیں اُگتی ہیں، پھول کھلتے ہیں۔ اور بہار کا موسم آجاتا ہے۔

ایسی ہی اور بھی کئی کہانیاں اِن معبدوں کے کھنڈروں پر تصویروں کی صورت میں محفوظ ہیں۔ لیکن اُن کا بیان ہمارے سفرنامے سے غیر متعلق ہوگا۔ یہ کہانیاں دراصل یونانیوں کے عُلما اور حکما نے اِس لیے وضع کیں کہ وُہ ایک خدائے بزرگ و برتر سے واقف نہ تھے۔ ہر مظہر قدرت کی تشریح کے لیے اُنھیں ایک دیوتا تخلیق کرنا پڑتا۔ جو اِس کا منتظم قرار دیا جاتا۔ اور اِس طرح دیوتاؤں کی تعداد بڑھتے بڑھتے قیاس سے باہر ہوگئی۔ لیکن رموزِ قدرت اَن گنت ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں کہ اگر تمام دُنیا کے درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہیں ہوسکتیں۔ غور کا مقام ہے کہ اِسلام نے دُنیا اور اِنسان کی تخلیق کو کتنی آسانی سے حل کر دیا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ۝ کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو اِس لیے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کریں۔ ہماری بارگاہ میں سرِ نیاز جھکائیں اور ہماری مُقررّ کردہ حدود میں رہیں۔ اِس طرح دُنیا میں امن اور انصاف خود بخود قائم ہو جائے گا۔

ہیروڈوٹس ایٹیکس کا تھیٹر ایک رومن کا بنایا ہُوا ہے۔ جو اُس نے

۱۶۰ سال بعد مسیح بنوایا تھا۔ جہاں اس زمانے میں ڈرامہ نویسوں کے ڈرامے کھیلے جاتے تھے۔ اب بھی یہ اسی مقصد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ڈائینس کا تھیٹر ایکروپولس کی جنوبی ڈھلوان پر واقع ہے۔ اس میں تقریباً پندرہ ہزار تماشائی بیٹھ سکتے ہیں۔ ایروپگس ایک چٹان ہے جو ایتھنز کی اعلیٰ عدالت کی جگہ تھی۔ جہاں سینٹ پول نے ۵۴ء میں ایتھنز والوں کے سامنے ان دیکھے خدا پر لیکچر دیا تھا۔ پنائیکس میں ایتھنز والوں کے ملکی اور ملی معاملات کے متعلق اجلاس ہوا کرتے تھے ہوا محل بہت خوبصورت عمارت ہے۔ جو مسیح سے ایک سو سال پہلے تعمیر ہوا۔ یہ ہوا کے دیوتا کو خوش کرنے کے لیے تعمیر ہوا تھا۔ چھوٹا میٹروپول دسویں صدی میں تعمیر ہوا۔ کپنی کاریا ایک بازنطینی گرجا گھر ہے۔ جو بارھویں صدی میں تعمیر ہوا۔

قدیم قابلِ دید عمارتوں کے علاوہ یہاں بہت سی جدید قابلِ دید عمارات بھی ہیں۔ جن میں سب سے بڑی عمارت سٹیڈیم ہے جس میں ستّر ہزار تماشائی بیٹھ سکتے ہیں۔ یہ قدیم زمانے کے تھیٹر تھے۔ جن میں ڈرامے بھی ہوتے۔ اور بہادر یونانی اپنی جوانمردی کے کرتب بھی دکھاتے تماشائی اپنی جگہوں پر بیٹھے نعرہ ہائے تحسین و آفرین سے ان کی حوصلہ افزائی کرتے۔

اولمپک کھیلوں میں اوّل آنے والے کو زیتون کے پتّوں کا تاج پہنایا جاتا، جو یونان میں عزت افزائی کا سب سے بڑا نشان تھا۔ شاہی

Marfat.com

محل ، پرانا محل ، نامعلوم الاسم سپاہی کا مزار ، اکادمی ، یونیورسٹی اور نیشنل لائبریری قابلِ دید عمارتیں ہیں۔

اِن کے علاوہ یہاں بے شمار گرجے اور عجائب گھر ہیں۔ ہر چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور اِن کو دیکھنے کے بعد بے اختیار یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ؎

از نقش و نگارِ در و دیوارِ شکستہ
آثار پدیداست صنادیدِ عجم را

گائیڈ نے بتایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے پہلے یہاں ایک آنکھ والی قوم آباد تھی مگر تاریخ میں اِس کا ثبوت نہیں ملتا۔

Marfat.com

روم (اٹلی)

۲۲ر جون کو ایتھنز سے صبح ساڑھے آٹھ بجے ٹی۔ اے۔ ای کے ہوائی جہاز میں سوار ہو کر گیارہ بجے کے قریب روم پہنچ گئے۔ اِس جہاز میں ساٹھ کے قریب مُسافروں کی نشستیں تھیں جو بہت آرام دِہ اور کُشادہ تھیں کمپنی کی بس نے ہوائی اڈّہ سے اپنے دفتر تک پہنچانے کے لیے ہر سواری سے پانچسو لیرا وصول کیے۔ اُن کے دفتر سے ایک علیحدہ ٹیکسی لے کر ریوالی ہوٹل پہنچے۔ کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ سامان رکھتے ہی کھانا کھا کر نماز پڑھی۔ اور تین بجے بعد دوپہر سفری سروس کی موٹر کوچ میں انگریزی داں گائیڈ کی معیت میں بیٹھ گئے۔ اِس میں کوئی پچیس ۲۵ سواریاں تھیں۔ پندرہ سو لیرا فی کس کرایہ لیتے ہیں۔ جس میں بس کا کرایہ گائیڈ کی خدمات اور اگر کسی جگہ داخلے کا ٹکٹ ہو تو وہ بھی شامل ہوتا ہے

روم کی تاریخ :۔

روم اٹلی کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے۔ اِس کی بابت مشہور ہے کہ اس کی بُنیاد رومولس نے ۷۵۳ قبل مسیح رکھی۔ رومولس رومن

Marfat.com

دیوتا مریخ کا بیٹا تھا۔ اور اُسے ایک مادہ بھیڑیئے نے پالا تھا۔ رومولس نے روم کا شہر دریائے ٹائبر کے بائیں کنارے پر آباد کیا۔ تقریباً ۲۴۴ سال تک یہاں سات بادشاہوں کی حکومت رہی۔ اِس کہانی سے مجھے لاہور کی کہانی یاد آگئی۔ جس میں کہا جاتا ہے کہ لاہور اور قصور کی بُنیاد رامچندر جی کے دو بیٹوں لاہو اور کسو نے رکھی۔ لاہو نے لاہور آباد کیا اور کسو نے قصور۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

لیکن کہانی سے اتنا ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ روم کو بنے آج ۲۷ سو برس ہو گئے ہیں۔ اِسی شہر سے سلطنتِ روما کا عروج اور زوال وابستہ ہے۔ جس کی وسعت بحیرۂ روم سے لے کر بحیرا دقیانوس اور بحیرۂ بالٹک تک تھی۔ انگلستان کا جزیرہ بھی ان کے زیرِ نگیں تھا۔ اور آج بھی اِن کی بنائی ہوئی عمارتوں کے کھنڈرات انگلستان میں موجود ہیں جولیس سیزر اور اس کے بھتیجے اوگسٹس سیزر کے زمانے میں یہ سلطنت اپنے انتہائی عُروج پر تھی اور اُس وقت کی مُہذب دُنیا کا مرکز یہی شہر روم تھا۔ تمام ملکوں کے لوگ آتے۔ کوئی سفیر یا زائر کی حیثیت سے کوئی غلام بن کر، اور کوئی قیدی ہو کر۔ اُس وقت کی عمارات کے کھنڈرات آج بھی اُس زمانے کی عظمت کے شاہد ہیں۔

روم کی مذہبی حیثیت :-

مذہبی حیثیت سے بھی روما کو مرکزیت حاصل ہے۔ شہر ویٹیکن یہیں

واقع ہے۔ جس پر عیسائیوں کے مذہبی پیشوا پوپ کی حکومت ہے۔ یہ دُنیا کی سب سے چھوٹی، لیکن سب سے مضبوط حکومت ہے۔ اس کا رقبہ صرف ایک مربع میل ہے۔ لیکن اس کا شمار دُنیا کے آزاد خود مختار ملکوں میں ہوتا ہے۔ پوپ رومن کیتھولک عیسائیوں کا سب سے بڑا مذہبی راہنما ہے اور تمام دُنیا کے رومن کیتھولک امیر ہوں یا غریب شاہ ہوں یا گدا پوپ کے احکام ماننے کے لیے ہر وقت تیار ہیں کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق پوپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جانشین ہے اور اُن کے تمام گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔ کوئی زمانہ تھا کہ بڑے بڑے بادشاہ پوپ کے احکام کی بجا آوری باعث فخر سمجھتے تھے۔ اور پوپ جسے چاہتا تخت سے اُتار یا بٹھا سکتا تھا۔ کسی کو یہ مجال نہ تھی کہ اس کے احکام سے سرتابی کرے۔ لیکن پوپ کا یہ طلسم ایک جرمن پادری لوتھر نے توڑ دیا۔ اُس نے پروٹسٹنٹ فرقہ کی بُنیاد رکھی۔ پادریوں نے لوتھر کے حامیوں پر بے حد ظلم و ستم کیے۔ انھیں زندہ جلا دیا گیا۔ قید و بند کی اذیتیں دی گئیں۔ لیکن اُن کی تعداد بڑھتی ہی گئی۔ اور آج جرمنی، انگلستان، امریکہ، سوئٹزرلینڈ، آسٹریا اور کئی دوسرے برِاعظموں میں پروٹسٹنٹ کیتھولک عیسائیوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ روم گرجاؤں کا شہر ہے۔ اور یہاں اتنے گرجے ہیں کہ اگر کوئی شخص مہینوں قیام پذیر رہے اور گرجے ہی دیکھتا رہے، تو بھی ختم نہ ہوں۔

Marfat.com

مسولینی کا خواب :-

قدیم رومن اپنی بہادری اور تمدّن و معاشرت کے لیے بہت مشہور تھے۔ دُوسری جنگِ عظیم سے پہلے جب مسولینی اٹلی میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہُوا تو وہ روحۃ الکبریٰ کے خواب دیکھ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ روم کو دوبارہ وُہی عظمت حاصل ہو جائے جو کبھی سلطنتِ روم کو تھی۔ لیکن اُس کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہُوا اور وہ روحۃ الکبریٰ کی حسرتِ دل ہی میں لے کر موت کی نیند سو گیا۔

اطالوی لوگ :-

فنونِ لطیفہ میں اطالوی لوگ تمام یورپین قوموں سے زیادہ ماہر ہیں۔ گانے اور بجانے میں اِن کا مدِّ مقابل ملنا مُشکل ہے۔ اطالوی کھانا پکانے اور مہمان نوازی میں بھی اپنی مثل آپ ہیں۔ اسی لیے یورپ کے تمام ہوٹلوں میں اطالوی گویّے، سازندے اور منیجر پائے جاتے ہیں

صنعت و حرفت میں اطالوی لوگ فرانسیسی، جرمن، انگریز اور دُوسری قوموں سے بہت پیچھے ہیں۔ تاہم یہاں ریشم کی صنعت اور بجلی کے آلات موٹریں۔ پنکھے وغیرہ بنانے کا کام اور شراب کی کشید بڑے پیمانے پر ہوتی ہے۔ اطالوی زیادہ تر زراعت پیشہ ہیں اور دریائے ملبارڈی کے طاس میں مشینوں سے کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں۔

Marfat.com

موجودہ روم :-

اگرچہ روم بہت قدیمی شہر ہے۔ مگر تین سو سال قبل اس کو وہ اہمیت حاصل نہ تھی جو آج ہے۔ اُس وقت یہ عالم تھا کہ کبھی نو دارد کو رہنے کے لیے سرائے تک میسّر نہ تھی۔ لیکن آج کل ہر سال لاکھوں سیّاح اس شہر کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ جن کے قیام و طعام کے لیے کئی شاندار ہوٹل موجود ہیں۔ یہ اپنے تہذیب و تمدّن کے اعتبار سے تہذیب یورپ کا گہوارہ اور بحیرۂ روم کا قابلِ فخر شہر شمار ہوتا ہے۔ یہاں کی قدیم و جدید عمارات ہر آنے والے سیّاح کے لیے ۔

کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا ایں جا است

کا منظر پیش کرتی ہیں۔ رومن دَور کی بڑی بڑی عمارتیں اور دیو پیکر مجسّمے موجود ہیں۔ گرجاؤں اور عجائب گھروں میں مشہور ترین بُت تراشوں اور مُصوّروں کی کاریگری کے اعلیٰ ترین نمونے دیکھنے میں آتے ہیں جن سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اٹلی بھر میں پتھر اور کانسی کے ہزاروں بُت اور بڑی بڑی خیالی تصویریں موجود ہیں۔ اُن میں مشہور ترین سنگتراش برمینی گزرا ہے۔ اُس کے ہزاروں شاگرد تھے جنھوں نے اُس کی زیرِ ہدایت و نگرانی لاتعداد شاہکار تیار کیے کہ انسان دیکھتے دیکھتے تھک جاتا ہے۔ مکان عام طور سے چار سے آٹھ دس منزل اُونچے ہیں جن پر جانے کے لیے لفٹ ہر جگہ موجود ہے۔ پیازا، باد بریبنی جو ۱۶۲۳ھ میں بنا اور اس قسم کی کئی دوسری عمارتیں فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ ہیں۔

Marfat.com

سینٹ پیٹرز کا گرجا دُنیا کا سب سے بڑا گرجا بتایا جاتا ہے۔

بعض قابلِ دید مقامات :-

ہماری ٹیکسی پیازا بربرینی سے گزر کر بربرینی کے محل کے نیچے پہنچی۔ یہاں سے آگے تھوڑی دُور اسی سڑک پر صدرِ مملکت کی رہائش گاہ ہے۔ ملیشیا کے بُرج اور تارجن مارکیٹ سے گزر کر پیازا وینزا پہنچ گئے۔ یہاں ویٹار نیونامعلوم پہاڑوں کی یادگار ہے۔ جسے ہر وہ شخص دیکھنے آتا ہے جو روم میں آئے۔ ایسی ہی یادگاریں یورپ کے ہر بڑے شہر میں بنائی گئی ہیں۔ یہاں سے سڑک بلند ہو کر کیپٹولائن پہاڑی پر چڑھتی ہے۔ جہاں روم کا مشہورِ عالم چوک (کیپٹل سکوئر) واقع ہے۔ یہ روم کا تاریخی مرکز ہے۔ یہاں روم کی شاندار اور بےنظیر عمارتیں ہیں چوک میں مارکس اُوریلیس کا مجسمہ گھوڑے پر سوار دکھایا گیا ہے۔ یہ اطالوی حُکمران بہت زیادہ ہر دلعزیز تھا۔ نہ صرف یہ بادشاہ ہی تھا۔ بلکہ بہت بڑا عالم اور فلاسفر بھی۔ اِس کا عہدِ حکومت رومن حکومت کا پُر امن زمانہ تھا۔ اس بادشاہ نے فلسفہ پر کتابیں لکھی ہیں۔ یہ اِس بات کا قائل تھا کہ انسان کو ہر آنے والی مُصیبت کا مردانہ وار مُقابلہ کرنا چاہیے۔ اور کبھی بھی دُنیا کی راحتوں سے خوش نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ دُنیا میں دراصل کوئی راحت نہیں۔ اس کا یہ خیال ہمارے اسلامی عقائد کے مُطابق ہے کیونکہ اسلام یہی تعلیم دیتا ہے۔ کہ دُنیا میں رہتے ہوئے بھی ہمیں دُنیا کی

Marfat.com

آلائشوں سے کنارہ کشی ہی اختیار کرنی چاہیے۔

روم کے پرانے کھنڈرات :-

بادشاہ کے مجسمہ سے آگے تھوڑی دور پرانے رومن (روم) کے کھنڈرات شروع ہو جاتے ہیں۔ جو پہاڑی کی ڈھلوان پر دور تک چلے جاتے ہیں۔ سڑک کے دو رویہ شکستہ ستونوں کی قطاریں کھڑی ہیں۔ کہیں کہیں چبوترے اور اُن پر ٹوٹی پھوٹی محرابیں نظر آتی ہیں۔ جو پرانے زمانے کے مندروں۔ امرا کی قیام گاہوں اور مسافروں کی سراؤں کی یادگاریں ہیں۔

خدا جانے یہ عمارات آج سے دو ہزار سال پہلے کتنی پُرعظمت اور عظیم الشان ہوں گی۔ کیونکہ اُن کے مکین اپنے آپ کو اس دنیا کا مالک سمجھ کر طاقت کے نشہ میں خدا کو بھی بھول گئے تھے۔ اور اُن کے لیے رومن دیوتاؤں کو قربانی سے خوش کر لینا ہی نجات کا باعث تھا۔ لیکن آج چند شکستہ دیواریں۔ کچھ پتھر اور ملبہ کے ڈھیر بتا رہے ہیں کہ بقا صرف اس ذاتِ بے ہمتا کے لیے ہے اور دنیا کی ہر شے فانی ہے۔ اسی لیے اسلام نے اپنے پیروکاروں کو تاکید کی کہ وہ دنیا سے لو نہ لگائیں۔ اور ہر وقت خدا کا خوف دل میں قائم رکھیں۔ تاکہ اُن میں غرور پیدا ہی نہ ہو۔

خونی اکھاڑا :-

کھنڈرات کی اس دنیا سے گزر کر سڑک دوبارہ بلند ہونی شروع ہو گئی۔

Marfat.com

اور ہم کلوزیم کے عجائب روزگار کھنڈرات میں جا پہنچے۔ یہی وہ عالیشان عمارت تھی جو کبھی اہلِ روما کی سب سے بڑی تفریح گاہ تھی۔ لیکن آج چند بوسیدہ ستون۔ کچھ شکستہ محرابیں اور سیڑھیوں کے سوا کچھ بھی باقی نہیں یہ باقیات حکومت کے محکمہ آثارِ قدیمہ کی تحویل میں ہیں۔ کلوزیم بُت پرست روم کا سب سے بڑا اوپن ایر تھیٹر (کھلی فضا میں بغیر چھت کے) تھا۔ جس میں پچاس ہزار تماشائیوں کے بیٹھنے کا اِنتظام تھا۔ ایک طرف پنجرے تھے، جن میں بھوکے شیر اور خونخوار بیل بند رہتے تھے۔ اور دُوسری طرف قید خانہ جس میں غلام اور دُوسرے مُلکوں کے اسیر رکھے جاتے تھے۔ گاہے گاہے اہلِ روما کی تفریح کے لیے یہاں خونی تماشہ مُنعقد ہوتا تھا۔

اِن کھنڈرات کو دیکھ کر مجھے سکول کا ایک سبق یاد آگیا۔ "روم میں ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ کہ کل تھیٹر میں اجتماع ہو گا۔ اور بہادر اپنی بہادری کے کرتب دکھائیں گے۔ دُوسرے دن رومن مرد اور عورتیں رنگ برنگ کے لباس میں ملبوس سیڑھیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اِنتظامیہ کونسل کے صدر اور ممبران حُکام اور اُمراء کے لیے علٰحدہ جگہ ہے۔ جب تھیٹر ناظرین سے کھچاکھچ بھر جاتا ہے۔ تو دو نوجوان قیدی اکھاڑے میں اُتر کر شمشیر زنی کے کرتب دکھاتے ہیں۔ یہ مُقابلہ موت اور زندگی کا سوال ہے۔ دونوں میں سے جو زندہ رہے گا۔ اُسے آزادی مل جائے گی۔ اِس لیے اُن کی تلواریں ایک دُوسرے کے خون کی پیاسی ہیں۔ وہ زخموں سے

Marfat.com

چُور چُور ہو چکے ہیں۔ اکھاڑے کی زمین خُون سے لالہ زار بن چکی ہے۔ لیکن وُہ لڑ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑتا ہے اور دُوسرا اُس کے سینے پر بیٹھ کر اُس کا گلا کاٹ دیتا ہے۔ رومن اِس خوفناک نظّارے سے ذرا بھی نہ پسیجتے۔ بلکہ تڑپتے اور سسکتے ہُوئے جسم ان کی تفریح کا باعث ہوتے۔

شمشیر زنی کے بعد ایسے غلاموں کی باری آتی۔ جنھوں نے اپنے آقا سے بیوفائی کی تھی۔ اُنھیں بھُوکے شیروں کے آگے ڈال دیا جاتا۔ جُوں جُوں اُن کی چیخیں بلند ہوتیں۔ رومن نعرہ ہائے مسرت بلند کرتے"۔

اِن کھنڈروں میں ہزاروں بے گناہوں کا خُون۔ مرنے والوں کی دردناک چیخیں، اور اہلِ روما کے نعرہ ہائے مُسرّت پوشیدہ ہیں۔ اور دیکھنے والے آج اِس کا کیا اندازہ کر سکتے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ!

اِس کے بعد ہماری ٹیکسی سینٹ پیٹرز کے گرجا۔ وینس کے مندر اور مشہور انگریزی شعراء کیٹس اور شیلے کی قبروں کے قریب سے گزری۔ ازاں بعد سینٹ پال کا مشہورِ عالم گرجا دیکھا۔ جس کا شمار دنیا کے عجائبات میں ہوتا ہے۔ شام کے چھ بجے ہوٹل واپس پہنچے۔ نماز پڑھی۔ کھانا کھایا اور رات کی سیر کے لیے تیّار ہو گئے۔

روم کی رات :-

یورپ کے اکثر مشہور شہروں میں وہاں کے پُر رونق بازاروں قابلِ

دیدہ مکانات اور سیرگاہوں پر بڑے اہتمام سے روشنی کی جاتی ہے۔ اسی طرح روم کی رات بہت مشہور ہے۔ سُنا تھا کہ اِن عمارتوں میں رات کے وقت روشنی کے دھارے بہتے اور نور کے فوّارے اُچھلتے ہیں۔ جب آفتاب دِن بھر کے سفر کا تھکا ماندہ خانۂ مغرب میں آرام لیتا ہے۔ تو روم کا شہر اپنے اصلی حُسن سے نقاب اُٹھاتا ہے۔ دیوتاؤں کے اِس شہر کی پُرانی یادگاریں۔ باغات اور حوض نئی زندگی کا جنم لیتے ہیں جن کے طلسمی جلووں میں تماشائی مسحُور ہو جاتا ہے۔ اور دو ہزار سال پُرانے واقعات اس کی نظروں کے سامنے جلوہ پیرا ہو جاتے ہیں۔ باغوں، حوضوں، فواروں اور سڑکوں پر بجلی کی روشنی اِس طرح چمکتی ہے کہ گویا ہر شے سفید نُور میں ملبوس ہے۔ لیکن عملی طور پر دیکھنے سے اِس منظر کو ویسا نہ پایا۔ کئی بڑی بڑی عمارتوں پر روشنی بالکل ندارد تھی۔ اور کئی سڑکوں پر ضرورت سے کم چراغاں۔ معلوم نہیں یہ عمداً تھا یا کسی اور وجہ سے۔ ہم نے ہڈرین کا مقبرہ اور سینٹ انجلو کا قلعہ دیکھا۔ دریائے ٹائبر کے اُوپر سے گزرے۔ بورلیس کے باغات کی سیر کی اور ایلیپن ڈے سے ہوتے ہُوئے گیارہ بجے شب ہوٹل واپس آکر سو رہے۔

پاپائے روم :-

۲۳ جون کو ناشتہ سے فارغ ہو ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک چکر لگا۔ موٹر میں سوار ہو کر وینیٹو سے ہوتے امریکن سفیر کے دفتر کے پاس سے گزرے۔

Marfat.com

یہ نہایت ہی سرسبز اور پُرفضا جگہ ہے۔ سڑک کے دونوں طرف باغات ہیں۔ اِس سڑک پر رات کے وقت بھی گُزرے تھے لیکن دن کا عالم کچھ اور ہی تھا۔ بورگس باغات میں ایک نگار خانہ ہے، جس میں نہایت ہی قیمتی تصاویر جمع کی گئی ہیں۔ یہاں کی بلندی پر کھڑے ہو کر ہمیں تمام روم نظر آ رہا تھا۔ اِس کے بعد ہم پاپائے روم یا اسقفِ اعظم کے ویٹیکن محل گئے۔ آج پاپائے اعظم کے محل کی کھڑکی کے باہر ہزاروں عقیدت مند اپنے راہنما کے دیدار کے لیے جمع تھے۔ ہم بھی وہاں ٹھہر گئے تاکہ یہ تماشا بھی دیکھیں۔ جب کھڑکی کھلی اور پاپائے اعظم کی صُورت نظر آئی، تمام عقیدت مند جُھک کر آداب بجا لائے۔ اللہ! اللہ! کس قدر عقیدت تھی اِن لوگوں کو اپنے مذہبی راہنما سے!

اسقفِ اعظم کے محل کی تمام فوج سوئٹزر لینڈ کے نوجوانوں پر مُشتمل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اطالوی یا رومی افراد پر پوپ کو اعتماد نہ تھا۔ اِس لیے اب تک وُہی پُرانی روایت یُونہی چلی آتی ہے۔ اِس محل کے تمام پہرہ داروں کا عجیب قسم کی زرق برق وردیاں پہن کر وہاں پہرہ دینا بھی اپنے اندر ایک عجیب کیفیت رکھتا ہے۔ غرض دوپہر تک اِس حصّۂ شہر کی سیر کی اور ۱۲ بجے واپس ہوٹل میں آ کر کھانا کھایا۔

روم کی فصیل :-

تین بجے بعد دوپہر ہوٹل سے ہم روم کے اُس حصّے میں گئے جو

تجارت کا مرکز ہے۔ یہاں زیادہ تر اطالوی تاجروں کی دُکانیں ہیں یہ تاجر سب کے سب تھوک فروش ہیں۔ روم کے اِس کاروباری حِصّہ میں بھی بے شمار گرجے ہیں۔ جن میں سینٹ میری کا گرجا جو حضرت مریمؑ کے نام پر بنا ہے، غالباً اپنی قِسم کا سب سے بڑا گرجا ہے۔ اِس کے علاوہ روم کا گرجا گھر جو تمام دُنیا کے رومن کیتھولک عیسائیوں کا مرکزی گرجا ہے یہیں واقع ہے۔ لیکن اِن کی عمارتیں سینٹ پال یا سینٹ پیٹرز کے کلیساؤں کی طرح شاندار نہیں۔

اِن گرجاؤں سے گزر کر سڑک سینٹ جون کے دروازے سے شہر کے باہر کو جاتی ہے۔ یہاں پر پُرانے روم کی فصیل ہے۔ فصیل پر کہیں کہیں اب بھی بُرج شکستہ حالت میں موجود ہیں۔ اِن میں پہرہ دار اور مُحافظ رہتے تھے اور آنے والے دُشمن اور دوست کی خبر شہر کے حُکّام کو دیتے تھے جسے اِس زمانے میں کونسل کہتے تھے۔ اِس سڑک پر موٹر کی سیر نہایت ہی پُرلطف ہوتی ہے۔ کیونکہ سیّاح کو یہاں شہر کی گہما گہمی نظر نہیں آتی۔ کوئی اِکّا دُکّا پیدل یا موٹر سوار اِدھر آ گزرتا ہے۔ جو اِن عبرت ناک مناظر کو دیکھنے یہاں آتا ہے۔

زمین دوز غار :-

دِلوار سے کچھ فاصلے پر سڑک اُس مقام پر لے جاتی ہے۔ جہاں سینکڑوں سال پہلے کے غار ہیں۔ جو کیٹا کومب آف سینٹ کیلکس کے

Marfat.com

نام سے مشہور رہیں۔ یہ اُن عیسائیوں کا قبرستان ہے جنھوں نے روم میں سب سے پہلے عیسائیت کو قبول کیا۔ جن پر رومن بادشاہوں، اُمراء اور ارکانِ سلطنت نے بے حد ظُلم ڈھائے۔ اُنھیں زندہ جلا دیا گیا۔ بھُوکے شیروں کے آگے ڈالا گیا۔ طرح طرح کی سختیاں روا رکھی گئیں۔ لیکن وُہ حضرت عیسٰیؑ کے مذہب پر ثابت قدم رہے۔

یہ زمین دوز غار اِس ڈھب کے ہیں کہ یہاں اگر اجنبی مُسافر داخل ہو جائے تو اُس کا زندہ واپس آنا تقریباً ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ زمین دوز راستے اِتنے پیچیدہ ہیں کہ داخلہ کا دروازہ دوبارہ ملتا ہی نہیں کہا جاتا ہے کہ جب رومن بُت پرستوں کے مظالم ان عیسائیوں پر بہت زیادہ ہو جاتے تو وہ اِن غاروں میں آکر پناہ گزین ہوتے۔ اِن غاروں کو دیکھ کر ہمیں اصحابِ کہف کا وہ غار یاد آگیا جو ہم نے دمشق میں دیکھا تھا۔

حق و باطل کی جنگ :۔

دینِ حق پر چلنے والوں کو ہمیشہ مصائب کا سامنا رہا ہے اور باطل کی طاقتیں حق سے ٹکراتی رہی ہیں۔ حق و باطل کی یہ جنگ قیامت تک جاری رہے گی۔

ساتویں صدی عیسوی میں جب اِسلام کا ظہور ہوا، اور مکّے میں چند لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر اسلام قبول کیا تو لیا اُس زمانے کے بُت پرستوں نے دینِ حق سے روکنے کے لیے اُن پر طرح

Marfat.com

طرح کی سختیاں روا نہ رکھیں۔ کیا حق کے متلاشیوں کو دوپہر کی گرمی میں تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر اسلام سے باز رکھنے کی کوشش نہ کی گئی؟ غریب مسلمان مار کی تاب نہ لا کر بیہوش ہو جاتے تھے۔ لیکن جب ہوش آتا تو پھر وُہی کلمۂ حق اُن کی زبان پر جاری و ساری ہوتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سچائی جب ایک دفعہ دِل میں گھر کر جائے تو قید و بند کی سختیاں انسان خوشی سے برداشت کر لیتا ہے۔

اِن زمین دوز غاروں سے ہو کر ہم روم کی سب سے عُمدہ سڑک کے مناظر سے لُطف اندوز ہُوئے۔ جو اپیین وے کے نام سے مشہور ہے۔ اِسی سڑک پر روم کے بانی رومولس کا مقبرہ ہے۔ پھر سینٹ سبنچین کے دروازے سے شہر میں داخل ہُوئے اور شام کے وقت ہوٹل واپس آ گئے۔

آج ۲۴ جون ہے۔ اور روم میں ہمارا آخری دن۔ صُبح ناشتہ سے فارغ ہو کر بورگس کے باغات کی طرف گئے۔ یہاں سے آگے ویٹیکن میوزیم (عجائب گھر) کے سامنے سے گزرے۔ یہ زمانہ بھر میں نادرات کا بے مثل ذخیرہ ہے۔ جہاں مُصوّری کے شاہکار، مذہبی تبرّکات اور تاریخی عجائبات جمع کیے گئے ہیں۔ اُن میں مشہورِ روزگار مُصوّر رافیل کے نام پر ایک نگار خانہ ہے۔ جس میں اِس مُصوّر کی کاریگری کے نمونے رکھے ہیں۔ کبھی پوپ کے محل کا حصّہ تھا۔ لیکن اب اُسے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ ایک حصّہ میں پہلے عیسائیوں کے تبرّکات۔ کپڑے، عصا، صلیبیں اور کئی ایک

Marfat.com

دوسری اشیاء رکھی ہیں۔ ایک حصے میں عیسائیوں کے پیشواؤں کی تصویریں ہیں، جو بڑے بڑے مصوّروں نے بنائی ہیں۔ کہیں خوب صورت پردے لٹک رہے ہیں، کہیں سنگ تراشی کے نادر شاہکار ہیں۔ کسی کمرے میں جغرافیے کے نقشے ہیں کہیں جانور اور پرندے ہیں۔ اپالو کا مجسمہ۔ وینس کا بُت غرضیکہ اس عجائب گھر میں زمانہ بھر کی چیزیں جمع ہیں۔ جن کو دیکھ کر اُن کی یاد بھلانا ناممکن ہے۔ ۱۲ بجے ہوٹل واپس پہنچے۔ کھانا کھایا۔ کچھ دیر آرام کیا۔ روم کی سیر کے لیے ۳ دن بہت ہی کم ہیں۔ لیکن ہمارے پاس اِس سے زیادہ وقت نہ تھا۔

Marfat.com

میلان، وینس (اٹلی)

۲۴ر جون کو تین بجے سہ پہر اٹیلین کمپنی کے ہوائی جہاز میں سوار ہو کر عصر کے قریب میلان پہنچ گئے اور ٹورنگ ہوٹل میں قیام کیا۔ نمازِ مغرب سے فارغ ہو کر ریلوے اسٹیشن پر گئے۔ بہت ہی بڑا اور عالی شان اسٹیشن ہے۔ خود بخود نیچے اوپر جانے والی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ جن پر بیک وقت سیکڑوں انسان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور بغیر قدم ہلائے اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر چلے جاتے ہیں۔ یہ سب سائنس کے کرشمے ہیں اور انسان عقلِ خداداد سے کام لے کر نت نئی اور حیرت انگیز ایجادیں کرتا چلا جا رہا ہے۔ اس اسٹیشن کو مسولینی نے خود بنوایا تھا۔ کہنے کو تو میلان، روم سے دوسرے درجے پر ہے۔ لیکن تعمیرِ جدید میں یہ اس سے بھی بازی لے گیا ہے۔ ایک عمارت جو اب تکمیل کے قریب ہے اتنی بلند ہے کہ سر کے پیچھے ہاتھ رکھ کر اس کی بلندی کو دیکھنا پڑتا ہے۔ اس کی تقریباً تیس منزلیں ہیں۔ بازار اور سڑکیں بڑی فراخ ہر چیز میں ایک باقاعدگی اور سلیقہ۔ دکانداروں میں چیزیں سجانے کا قرینہ اور گاہک سے گفتگو کرنے کا ایک خاص ملکہ ہے۔ جس میں مغرب کے لوگ خوب ماہر

Marfat.com

ہیں۔ اس کی ہمارے ملک میں خاصی کمی ہے۔

امریکن سیاحوں کی پارٹیاں ہر جگہ دیکھنے میں آئیں۔ بغداد، دمشق بیت المقدس، بیروت، استنبول، ایتھنز، روم اور میلان۔ جہاں بھی گئے سیکڑوں کی تعداد میں تاریخی مقامات اور مناظر دیکھنے اور ان کے فوٹو لینے میں مصروف پائے۔ برطانیہ اور کینیڈا کے لوگ بھی دیکھے۔ مگر امریکنوں سے بہت کم۔ معلوم ہوتا ہے کہ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ کے فرمان کو امریکنوں نے اپنا لیا ہے۔ اگر یہ چند ایک اور اسلامی اصولوں پر عامل ہوگئے تو حقیقت میں دنیا ان کے ہاتھ میں ہوگی۔

سٹیشن کے قریب ہی ایک ٹریول کمپنی سے میلان کی سیر کے ٹکٹ خریدے اور بذریعہ ریل وینس جانے کے لیے سیکنڈ کلاس کی تین نشستیں مخصوص کرائیں۔

۲۵ جون کو صبح ۹ بجے یہاں کے تاریخی اور قابل دید مقامات دیکھنے کے لیے ایک انگریزی دان گائیڈ کے ہمراہ موٹر کوچ میں روانہ ہوئے۔

پیازا ڈومو شہر کے عین وسط میں ہے اور یہاں کی تجارتی اور صنعتی زندگی کا سب سے سرگرم مرکز ہے۔ اس کا موجودہ نقشہ ۱۸۶۱ء میں تیار کیا گیا تھا۔ جسے ایک ماہرِ فنِ تعمیر جی منگوتی نے تیار کیا تھا۔ یہ گوتھک فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ پیازا ڈیلا سکالا اور کا رتھیٹر پرانے اور نئے فنِ تعمیر کا بہترین آمیزہ ہیں۔ اِس کے ساتھ ہی تھیٹر کا عجائب گھر ہے۔ اس کے بالمقابل پیازو مرینو کی شاندار عمارت ہے۔ جو ۱۵۵۳-۵۵ء میں تعمیر ہوئی۔

Marfat.com

۱۸۹۶ء سے یہ عمارت ٹاؤن ہال کا کام دے رہی ہے۔ لینارڈ ڈو ونس جو مشہور ترین اطالوی مجسمہ ساز اور مصور گزرا ہے، کا مجسمہ چوک کے مرکز میں ہے۔ ساں بابیلا کا گرجا میلان کی سب سے پرانی عمارت ہے اور دریا دوریں سب سے پرانی سڑک۔ کروسوڈی پورٹا وٹوریا بہت بڑی شاہراہ ہے۔ جو شہر کے مرکز سے تھوک فروش منڈی تک جاتی ہے اور وہاں سے ہوائی اڈے تک۔ پیازوسورمائی آج کل شہر کی لائبریری کے طور پر استعمال ہو رہی ہے۔ بائیں ہاتھ سان پیٹرو کا گرجا ہے اور اس کے مقابل ایوان انصاف ہے۔ چوک میں ایس فرانسس کا مجسمہ نصب ہے جو ۱۳۸۶ء میں بنا۔ سٹیا دگلی سنڈی یونیورسٹی کا مرکز ہے اس علاقے میں اعلیٰ تعلیم کے مراکز ہیں۔ پیازا ڈوکا ڈواسٹا مرکزی اسٹیشن ہے جہاں سے نئے کاروباری مرکز کو راستہ جاتا ہے۔ جو جدید طرز تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ اس سے آگے بڑھیں تو میلان کی فلک بوس عمارتیں اور بڑے بڑے ہوٹل ہیں۔ ریاستیں سرسبز وشاداب سڑک ہے۔ جس کے ایک طرف باغات ہیں۔ محکمہ مالیات کا دفتر یہیں پر ہے ـــــــ اسی بازار میں کئی دفاتر کی جدید عمارتیں ہیں۔

ان سے ذرا آگے بڑھیں تو قبرستان کی وسیع چار دیواری آجاتی ہے۔ جس کے ساتھ ہی باغات کا ایک سلسلہ ہے جو پارک کے نام سے مشہور ہے۔ یہ باغات ۱۸۹۳ء میں فن تعمیر کے ایک مشہور ماہر نے بنائے تھے۔ ان باغات میں درخت کچھ زیادہ نہیں۔ لیکن متنوع کیاریاں اور پھول

Marfat.com

کچھ اِس ترتیب سے آراستہ کیئے گئے ہیں۔ کہ دیکھنے والے محوِ حیرت رہ جاتے ہیں۔ اِن کے درمیان روم کے ایمفی تھیٹر کی طرح کا ایک اکھاڑہ بنا ہُوا ہے۔ جس میں کھیل اور تماشے مُنعقد ہوتے ہیں۔ اور ناظرین ایمفی تھیٹر کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر دیکھتے اور محظوظ ہوتے ہیں۔ پارک کے بالکل ساتھ ایک عالیشان گُنبد لوہے اور سیمنٹ کا بنا ہُوا ہے۔ جس کی بلندی تقریباً ساڑھے تین سو فٹ ہے۔ اِس گُنبد کے قریب بہت اُونچی محراب تعمیر کی گئی ہے جو دُوسری جنگِ عظیم کے خاتمے اور اُن کی یادگار ہے

میلان رات میں :

بارہ بجے آ کر کھانا کھایا، اور قدرے آرام کیا۔ بعدِ شام ٹیکسی لے کر ہم شہر کی سیر کو نکلے۔ یورپ کے شہروں میں دن بھر اُن لوگوں کی گہما گہمی رہتی ہے جو زیادہ تر صنّاع۔ کاریگر یا تجارت پیشہ ہیں۔ یہ اپنے کام کے لیے ایک جگہ سے دُوسری جگہ جاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص پر ایک دُھن سوار ہے اور اُسے کسی اور کا خیال نہیں لیکن رات کا منظر بالکل مُختلف ہوتا ہے۔ کاروبار ختم ہو چُکتے ہیں مرد اور عورتیں اب تفریح کے لیے نکلتے اور ہوٹلوں، تھیٹروں، سینما گاہوں کا رُخ کرتے ہیں۔ دُکانیں خواہ وہ جنرل مرچنٹس کی ہوں یا کیفے یا قہوہ خانہ یا ہوٹل سب دُلہن کی طرح آراستہ ہیں۔ اور بجلی کے قمقمے کچھ ایسے جاذبِ نظر کہ گزرنے والا بے اختیار اُن کی طرف دیکھتا ہے

اور اپنے آس پاس سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ ہوٹلوں۔ قہوہ خانوں اور سینما گھروں میں موسیقی کے شائقین جمع ہو جاتے ہیں۔ اور اکل و شرب کے ساتھ رقص و نغمات سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بازاروں اور قہوہ خانوں کی یہ چہل پہل آدھی رات گئے تک قائم رہتی ہے۔ پھر لوگ اپنی قیام گاہوں کو واپس لوٹ جاتے ہیں۔ ہم کافی دیر تک شہر کے چراغاں کا نظارہ کرتے رہے اور پھر واپس ہوٹل میں آگئے۔

۲۶ جون کو وینس جانے کے لیے ½۱ بجے بعد دوپہر کی گاڑی میں ہماری سیٹیں مخصوص تھیں۔ احتیاطاً ہم لوگ ایک گھنٹہ پہلے اسٹیشن پر جا دھمکے۔ پلیٹ فارم پر گاڑی تو کھڑی تھی لیکن کوئی آدمی موجود نہ تھا کئی ایک سے اپنی جگہ کے لیے دریافت کیا۔ لیکن ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ ابھی بہت وقت ہے۔ مقررہ وقت پر ڈیوٹی والے لوگ آ بیٹھیں گے۔ تو آپ کو جگہ بتا دیں گے۔ گاڑی کے روانہ ہونے سے پندرہ منٹ پیشتر مسافر آنے شروع ہوئے۔ ہم بھی اپنی سیٹوں پر جا بیٹھے۔ اور گاڑی وینس کو روانہ ہو گئی۔

وینس کی سیر:

ڈیڑھ بجے گاڑی میلان سے روانہ ہوئی۔ تمام گاڑیاں آرام دہ اور کاؤچ نما کرسیوں سے آراستہ تھیں۔ پہلے دوسرے اور تیسرے درجے میں کوئی نمایاں فرق نہیں تھا۔ لوگ آتے اور اطمینان سے گاڑی میں

Marfat.com

سوار ہو جاتے۔ وہ دھکا پیل اور نفسا نفسی جو ہمارے ہاں اکثر دیکھنے میں آتی ہے، یہاں پر نظر نہ آئی۔ دس پندرہ منٹ تک گاڑی میلان کے مضافات اور فیکٹریوں سے گزرتی رہی۔ بعد ازاں ہری ہری فصلیں، قطار در قطار پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے باغات نہریں، بڑی اور چھوٹی پختہ سڑکیں نظر نواز ہوئیں۔ کسان اور اُن کی گھر والیاں اُجلے اور صاف ستھرے کپڑوں میں ملبوس جدید طریق کاشت میں مصروف کار تھیں۔ زمین کا ایک چپہ بھی تو ایسا نظر نہیں آیا جو اُن کی نظر بچا کر سونا اُگلنے سے رہ گیا ہو۔ تمام فصلیں پودے اور درخت سرسبز و شاداب تھے۔ متعدد مقامات پر خود بخود دائیں بائیں فوارے آبپاشی کر رہے تھے۔ دامن کوہ میں جھیلیں تھیں۔ یہ تمام سماں مجھے کافی عرصہ تک محوِ حیرت بنانے کے لیئے کافی تھا۔ اس پر ہلکے ہلکے بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کا اٹھلا کر زمین سے سرگوشیاں کرنا۔ بادلوں کی اوٹ میں سورج کا آنکھ مچولی کھیلنا۔ اور کبھی کبھی بوندا باندی اور پھوہار کا پڑنا عجیب و غریب منظر پیش کر رہا تھا۔ جن سے متاثر ہو کر میں نے میرانیس کے حسب ذیل شعر گنگنانے شروع کر دیئے ؎

سبزہ ہے یا کہ فرش زمرد نگار ہے
شاخیں جھکی ہوئی ہیں یہ پھولوں کا ہار ہے
نرگس کو جامِ وحدتِ حق کا خمار ہے
دل خود بخود بہار کا باغ و بہار ہے

Marfat.com

کس شوق سے گلوں کے دہن چوم چوم کے
سبزے کو روندتی ہے صبا جھوم جھوم کے
وہ سرخیِ شفق کی اُدھر چرخ پر بہار
وہ بار ور درخت، وہ صحرا، وہ سبزہ زار
وہ رونق اور سرد ہوا، وہ فضا، وہ نور
خنکی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سرُور
انساں زمیں پہ محو، ملک آسمان پر
جاری ہے ذکرِ قدرتِ حق ہر زبان پر

یہ منظر آخر سفر تک اِسی طرح چلتا رہا۔ یہاں تک کہ سمندر کا ایک بڑا پاٹ آگیا۔ جس کے لمبے چوڑے پل کو گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی عبور کرکے وینس جا پہنچی۔ اسٹیشن پر اُترے۔ قلی سے سامان اُٹھوایا کئی ہوٹلوں کے نمائندے موجود تھے۔ ہم نے یوروپا ہوٹل جانے کا منشا ظاہر کرتے ہوئے نمائندہ ہوٹل سے کہا کہ سامان کسی گاڑی میں رکھوا دے۔ اُس نے بتایا کہ یہاں کسی قسم کی کوئی گاڑی چھوڑ سائیکل تک نہیں ہوتی کشتیاں چھوٹے اور موٹر لانچ ہی چلتے ہیں۔ اسٹیشن سے باہر نکلے تو موٹر لانچ موجود پائی۔ سامان رکھوا کر بیٹھ گئے۔ جس نے دس منٹ میں ہوٹل کے دروازے پر لا کھڑا کیا۔ سامان اُتروانے کے بعد یہاں کی سیر کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ تو معلوم ہُوا کہ یہاں سے تھامس کک کے دفتر میں کشتی آپ کو چھوڑ آئے گی۔ جہاں سے انگریزی دان گائیڈ مشہور اور

Marfat.com

قابلِ دید مقامات دکھا لائے گا۔ وقت سے پانچ منٹ پیشتر دفتر میں پہنچے۔ مگر ابھی وُہ بند تھا۔ اتنے میں بارہ یورپین اپنی لیڈیز کے ہمراہ وہاں آکر جمع ہو گئے۔ پُورے دو بجے دروازہ کُھلا، اور ساتھ ہی ونسٹن چرچل سابق وزیرِ اعظم برطانیہ کے حُلیے اور جسامت کا ایک خواہ مخواہ مردِ مُعتبر نمودار ہُوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ" انگریزی جاننے والے حضرات میرے ساتھ چلے آئیں "۔

وینس نہروں اور پُلوں کا شہر ہے۔ اس میں ۱۵۰ نہریں اِس طرح رواں ہیں جس طرح ہمارے ہاں سڑکیں۔ تانگوں اور موٹروں کی بجائے کشتیاں چلتی ہیں۔ کناروں پر پیدل چلنے کے راستے ہیں۔ اور تقریبًا ساڑھے چار سو پُل آر پار جانے کے لیے بنے ہُوئے ہیں۔

وینس بہُت پُرانا اور مشہور شہر ہے۔ ایک وقت تھا کہ یہ شہر عالمی منڈی کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب سمندری راستے دریافت نہ ہُوئے تھے۔ عرب کے تاجر مشرق کے گرم مسالے اور دُوسری چیزیں وینس میں لاتے اور یہاں کی چیزیں یورپ کے دُوسرے ملکوں میں لے جاتے۔ لیکن یورپ نے اِس کاروبار میں عربوں کی مداخلت کو پسند نہ کیا۔ اور مشرق کی اِس تجارت پر قبضہ کرنے کے لیے اُنھوں نے سمندری راستے دریافت کرنے شروع کر دیے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بحری تجارت بلکہ پورے مشرق پر اُن کا قبضہ و اقتدار قائم ہو گیا۔

Marfat.com

دو گلاس فیکٹریاں دیکھیں۔ جہاں شیشے کو بھٹی میں گلا کر گلاس جگ، ٹی سیٹ اور کافی سیٹ اور دیگر ہر قسم کے نہایت خوبصورت اور مختلف رنگوں میں برتن بنائے جا رہے تھے۔ شوروم قرینے سے سجے ہوئے۔ اور مال سے بھرے ہوئے حریص نظروں کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ دونوں کارخانوں میں ہم نے "علم شے بہ از جہل شے" پر عمل کرتے ہوئے دو ایک چیزوں کی قیمت دریافت کی۔ جب واپس لوٹنے لگے۔ تو سیل گرل نے کہا کہ اگر قیمت زیادہ معلوم ہوتی ہو تو میں مالک سے کہہ کر کم کرائے دیتی ہوں۔ یہ سودا بازی سرزمینِ اٹلی کے ماحول کے مطابق تھی۔

رات میں وینس:

چھ بجے کے قریب ہوٹل واپس آئے۔ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھ کر کھانا کھایا اور "رات میں وینس" کا منظر دیکھنے چلے گئے۔ اس سیر کا نام "گنڈولہ" کہلاتا ہے۔ ایک کشتی بجلی کے مختلف رنگوں کے قمقموں سے بقعۂ نور بنی ساز بجاتی ہوئی آگے آگے چلتی ہے۔ جس کے دائیں اور بائیں دوسری بڑی خوبصورت کشتیاں الگ الگ ٹولیوں کو لے کر ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ ہم تینوں ایک علیحدہ کشتی میں سوار ہوئے۔ غرضیکہ جو دیکھنا تھا وہ بھی دیکھا اور جو نہ دیکھنا تھا اُسے بھی دیکھنا پڑا۔ ساڑھے بارہ بجے کے قریب یہ مجلس ختم ہوئی اور ہم ہوٹل میں آ کر سو رہے۔

۲۷ جون کو صبح ۱/۲ ۷ بجے ناشتہ کر کے موٹر لانچ کے ذریعے اسٹیشن پہنچ گئے اور گاڑی پر سوار ہو کر ۱/۲ ۱۱ بجے میلان پہنچے۔ اور ٹورنگ

Marfat.com

ہوٹل میں قیام کیا، جہاں پہلی بار ٹھہرے تھے۔ کھانا کھا کر ظہر کی نماز پڑھی اور ہالینڈ اور بلجیم کونسل کے دفاتر پاسپورٹ ویزا کرانے چلے گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر جنیوا جانے کے لیے ٹی۔ ڈبلیو۔ اے ہوائی کمپنی کے دفتر گئے۔ معلوم ہُوا کہ صرف اُنھی کے ہوائی جہاز جنیوا جاتے ہیں اور وہ بھی ہفتہ میں چار بار۔ اب ہماری روانگی ۲۹ کی دوپہر سے پہلے نہیں ہو سکتی تھی۔ بہر حال اس میں نشستیں مخصوص کرالیں۔ اِس جبری قیام سے طبیعت بہت منغض رہی۔ دوپہر کو ٹیکسی لے کر شہر کے اندر اور باہر ایک اور چکر لگایا۔ سینٹ پیٹرز کی چھٹی کے باعث آج تمام دفاتر بند تھے۔ ریلوے اسٹیشن پر گئے۔ جہاں انفارمیشن آفس سے بات چیت کر کے دو بجے دوپہر ہوائی جہاز کے ذریعے جنیوا کی نشستیں کینسل کرا دیں۔ اور اس کی بجائے ۲۹ جون صبح ساڑھے چھ بجے ریل گاڑی کے ذریعے مونٹرکس روانہ ہو گئے۔ یہ سرزمین سوئٹزرلینڈ میں واقع ہے۔

اٹلی میں جب تک رہے، ہر وقت اپنی جیبوں کی خبر گیری رکھنی پڑی۔ اگر کوئی قدرے التفات سے پیش آیا، تو اُسے مشکوک نگاہوں سے دیکھا کیونکہ اِس مُلک کی شُہرت بہت ہی خراب ہے۔ کہتے ہیں کہ دُنیا بھر میں سب سے زیادہ مشاق اور چالاک جیب تراش یہیں کے ہیں۔ جو بڑی صفائی سے جیب کاٹ کر فرار ہو جاتے ہیں۔ یہ چیز پیشہ ور جیب تراشوں پر ہی منحصر نہیں۔ بلکہ یہاں کے دُکاندار بھی ایسے ہیں کہ کبھی ایک مول نہیں کریں گے۔ کسی شاعر کا یہ شعر اُن پر خوب صادق آتا ہے ؎

ہوشیار یار جانی یہ دشت ہے ٹھگوں کا ٭ یاں ٹک نگاہ چوکی اور مال عاشقوں کا

الحمدللہ! ہمیں ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

Marfat.com

سوئٹزرلینڈ

۲۹ر جون کو میلان سے صبح ½۶ بجے گاڑی پر سوار ہو کر ½۱۱ بجے مونٹرکس پہنچ گئے۔ وینس کو جاتے ہوئے کچھ اور مناظر سرور قلب و نظر کا باعث بنے تھے اور اِدھر کچھ اور ہی منظر ہیں۔ وینس کو جانیوالا راستہ اکثر ہوائی ہے۔ مگر یہ علاقہ بیشتر پہاڑی ہے۔ اچھا خاصہ سرسبز، پانی کی اِفراط، آبشاریں جاری۔ مضافات کے چھوٹے چھوٹے گاؤں اگرچہ غریبانہ کھپریل کی چھتیں، مگر صاف ستھرے۔

آج صبح تنگیٔ وقت کے باعث ناشتہ نہ کر سکے تھے۔ اس لیے چلتی ٹرین میں ہی ایک لڑکی ریڑھی لیے ہوئے آئی۔ جس میں چائے وغیرہ موجود تھی ایک ایک گلاس چائے اور کچھ بسکٹ کھا کر الحمد پڑھی۔ مونٹرکس میں نیشنل ہوٹل میں قیام کیا۔ ہوٹل اچھا ہے۔ مگر کافی گراں۔ اُترتے ہی کھانا کھایا۔ ظہر کی نماز پڑھی اور دو بجے کے قریب ٹیکسی لیکر سارے شہر میں گھوم آئے۔

مونٹرکس کی سیر:

یہ شہر سمندر کے کنارے دامن کوہ میں واقع ہے۔ اور گھڑیوں کی ساخت

کے لیے مشہور ہے۔ شہر بڑا ہی خوش منظر ہے۔ ہر طرف پھول ہی پھول لگے ہیں۔ اگرچہ تمام علاقہ پہاڑی ہے۔ لیکن بیسیوں سڑکیں موجود ہیں کہیں ٹریمیں جاری ہیں اور کہیں موٹریں اور بسیں گھوم رہی ہیں۔ ایک طرف دس دس پندرہ پندرہ منٹ کے بعد ریل گاڑیاں گزر رہی ہیں، تو دوسری طرف دُخانی جہاز دُھواں اُڑاتے جا رہے ہیں۔ غرضیکہ یہاں کی ہر چیز دلکش اور حسین ہے۔ یہ شہر تو چند روز تک رہ کر ہی دیکھنے کے قابل ہے۔

قدیم بندی خانے:

ایک چٹان کی چوٹی پر ایک پُرانا قلعہ بنا ہوا ہے۔ جسے ۱۶۱۱ء میں وسیع کیا گیا تھا۔ اس میں اُس وقت کے حکمرانوں کے فرنیچر اور چند ایک جنگی آلات بھی موجود ہیں۔ قیدیوں کو اذیت دینے کی جگہ اور بندی خانے بھی دیکھے۔ جہاں زندہ انسانوں کو کاٹھ مار کر باندھ دیتے تھے۔ اور وہ بیچارے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے دیا کرتے تھے۔ اُن کی ایڑیوں کی رگڑ سے کئی جگہوں پر گڑھے سے پڑ گئے ہیں۔ جو اُس دَور کی وحشت و بربریت کی یاد دلاتے ہیں۔

راچیرڈی نامی پہاڑی پر بھی گئے جو مونٹرکس سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بڑا خوشنما اور دل فریب منظر ہے۔ چونکہ یہ سب سے زیادہ بلند مقام ہے۔ اس لیے یہاں سے مونٹرکس اور اس کے مضافات کا نظّارہ قابلِ دید ہے۔ آب و ہوا بڑی خوش گوار اور صحت بخش ہے۔

Marfat.com

یہی وہ مقام ہے جہاں صحیح معنوں میں خوشبو میں بسی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک ریسٹورنٹ میں چائے پی۔ اب شام ہو گئی تھی اور کوئی چیز دیکھنے والی بھی باقی نہ تھی۔ اِس لیے واپس آ گئے۔ پسرم عبدالحی کے لیے ایک گھڑی درکار تھی۔ چند ایک کی قیمت پوچھی۔ دکاندار نے کہا کہ یہ اٹلی نہیں ہے کہ مقررہ قیمت میں کمی ہو سکے۔ لیکن اِس کے باوجود دس فیصدی کم پر سودا ہو گیا۔ رات سیر کرنے کے بعد اگلے دن صبح بحری جہاز میں جنیوا کو روانہ ہو گئے۔

جنیوا کی سیر:

ہمارا جہاز ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ اور سرسبز پہاڑ ایک عجیب دلفریب منظر پیش کر رہے تھے۔ جہاز مختلف بندرہ اسٹیشنوں پر ٹھہرا۔ جن میں ایک لوسرن بھی تھا۔ یہ اچھا خاصا پُر رونق اور قابلِ دید مقام ہے۔ ½۱۲ بجے کے قریب ہم جنیوا پہنچ گئے۔ کھانا جہاز میں ہی کھایا تھا۔ جہاز سے اُترتے ہی سامنے کھڑی ٹریول کمپنی کی موٹر کوچ میں سوار ہو کر شہر اور دیگر تاریخی مقامات دیکھنے کے بعد ½۲ بجے واپس آ کر سوس ہوٹل میں قیام کیا۔ یہ ہوٹل ریلوے اسٹیشن کے قریب ہی ایک پُر رونق سڑک پر واقع ہے۔ سامان کھولا۔ ہاتھ منہ دھو کر ظہر کی نماز پڑھی اور سیر کے لیے نکل گئے۔

تار پر چلنے والی ریل :

چھ سات میل دُور فرانس کی سرحد آ پہنچی۔ جہاں پاسپورٹ دکھا کر کیبل ریلوے پر سوار ہو گئے۔ یہ فولادی تاروں پر ریل کے ڈبے کی طرح بنی ہوئی ہے۔ یہ جگہ فرانسیسی حُدود میں واقع ہے۔ ریل کے ڈبے ان فولادی تاروں پر بجلی سے چلتے ہیں۔ اور دو ہزار فٹ بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہاں ہم نے پوسٹ کارڈ خریدے اور فرانس کے ٹکٹ لگا کر انھیں سپردِ ڈاک کیا۔

اِس ڈبّہ میں سوار ہو کر دو ہزار فٹ اُوپر چڑھنے کا نظارہ بھی عجیب کیفیت رکھتا ہے۔ سواریوں میں مرد کم، لیڈیز اور بچّے زیادہ تھے۔ جب یہ ڈبہ بلندی کے وسط میں پہنچا تو کئی لیڈیز اور بچے نیچے دیکھنے سے ہول سا محسوس کرنے لگے۔ پہاڑی کی چوٹی پُر فضا اور بڑی خوشگوار تھی چند قدم پر سوئٹزرلینڈ کی حکومت تھی۔ اور اُدھر فرانس کی۔ ساڑھے پانچ بجے ریل گاڑی کی سیر کر کے واپس ہوئے اور راستے میں دُکانوں کی سیر کرتے ہوئے ہوٹل پہنچ گئے۔

جنیوا رات میں :

مغرب کی نماز پڑھ کر ایک ٹیکسی لے کر جنیوا کا منظرِ شبینہ دیکھنے نکل کھڑے ہوئے۔ عام دُکانیں اگرچہ بند تھیں۔ لیکن باہر شوکیسوں میں بڑے

Marfat.com

قرینے سے سامان آراستہ کر کے سلیقہ سے عجائب خانے کا منظر بنا رکھا تھا۔ رنگ برنگ سائن بورڈوں کی جگمگاہٹ بڑی پُر لطف تھی۔ جنیوا کا ایک ایک بازار اور گلی دیکھی۔ یہاں سے ہم سمندر کی طرف چلے گئے۔ بجلی کے لاکھوں بلبوں کی قطار در قطار روشنی ایک عجیب پُر کیف حلقہ بنائے ہوئے تھی۔ گرمی کافی تھی۔ سیکڑوں زن و مرد جانگیے پہنے اپنی اپنی دُھن میں مست چُہل بازیوں میں مصروف تھے۔ چونکہ سب ایک ہی حمام میں ننگے تھے۔ اس لیے ایک دوسرے کی موجودگی کو کوئی محسوس ہی نہیں کرتا تھا۔

یہ چھوٹا سا ملک بین الاقوامی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ سمندر سے بہت دُور ہے۔ اور چاروں طرف سے یورپ کی بڑی بڑی ریاستوں میں گھرا ہوا ہے۔ لیکن سب ریاستوں سے اس کے تعلقات خوشگوار ہیں۔ یہاں کی سرکاری زبانیں چار ہیں۔ جرمنی، فرانسیسی، اطالوی اور رومنش۔ اور اِن زبانوں کے بولنے والے علٰحدہ علٰحدہ حصّوں میں قیام پذیر ہیں۔ کوئلہ اور لوہا یہاں نہیں ملتا۔ بلکہ باہر سے منگوایا جاتا ہے۔ پہاڑی ندّی نالوں سے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ جو کارخانے چلانے اور گھریلو ضروریات کے لیے کافی ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء بھی باہر سے منگوائی جاتی ہیں۔

دوسری عجیب بات یہاں کے بنک ہیں۔ جن کی تعداد ۴۹۲ ہے گویا ہر تیرہ سو آدمیوں کے لیے ایک بنک ہے۔ یہ بنک یہاں کے

Marfat.com

تاجروں اور صنّاعوں کی ہر مُمکن مدد کرتے ہیں۔ جس سے یہاں صنعت وحرفت کا بازار گرم ہے۔ گھڑیاں بنانے کے کارخانے دیکھنے کا وقت نہ تھا۔ جو زیادہ تر برن میں ہیں۔ تاہم یہ صنعت وہاں بہت ترقّی پر ہے۔ جیسے سیالکوٹ میں کبھی کھیل کا سامان ہر گھر میں تیّار ہوتا تھا۔ ایسے ہی یہاں گھڑیوں کے پُرزے بنانے کا کام ہے۔ اور لاکھوں کاریگر اِس صنعت سے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ یہاں کے باشندے نہایت شائستہ اور مُہذّب ہیں۔ اور حُسنِ اخلاق سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ خود پُر امن ہیں اور یہی باعث تھا کہ دُوسری جنگِ عظیم میں جب کہ جرمنوں نے سارے یورپ کو روند ڈالا۔ سوئٹزرلینڈ بالکل محفُوظ رہا۔ اور یہاں کے کارخانے امن کے زمانے کی طرح کام کرتے رہے۔

یہاں ایک اور منظر دیکھنے میں آیا۔ کہ سمندر میں ایک فوّارہ بنا کر اُس میں بجلی کی روشنی کی ہُوئی تھی۔ جس میں چار سو فٹ کی بلندی تک پانی اُچھل کر عجیب پُر لُطف منظر پیش کر رہا تھا۔

۲ر جولائی کو ناشتہ سے فارغ ہو کر ۹ بجے کے قریب سوس ایرکمپنی میں زیورچ جانے کے لیے نشستیں مخصُوص کرائیں۔ ایک ٹیکسی لیکر گھڑیوں کی چند ایک دُکانیں دیکھیں اور ایک الارم والی رسٹ واچ خریدی تاکہ مطلُوبہ وقت کی اِطّلاع ہو جایا کرے۔ لیکن بقول مولانا حالی مرحوم ؎

گھڑیاں رہتی ہیں جن کی جیبوں میں مدام
اکثر ہیں وہی وقتوں کے کھونے والے

Marfat.com

جمعیّت الاقوام :

جینوا بڑا خوبصورت اور بین الاقوامی شہرت کا حامل شہر ہے۔ یو این۔ او کے قیام سے پہلے جمعیت الاقوام کے دفاتر یہیں پر تھے۔ جسے کفن چوروں کی انجمن کہا جاتا تھا۔ اور ع

بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

کی مثال اِس پر صادق آتی تھی۔ یہاں کا ہوائی اڈہ بڑا عظیم الشّان ہے جس میں دُنیا بھر کے ہوائی جہازوں کی آمدورفت کا ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے۔ ایک طرف بڑی خوب صُورت جھیل ہے۔ اور دُوسری طرف ایلپس کے سرسبز پہاڑ ہیں۔ بڑے بڑے خُوب صُورت باغ ہیں جن میں خُوب صُورت عمارتیں نگینے کی طرح جڑی ہُوئی معلوم ہوتی ہیں۔ پھُولوں کی وہ کثرت کہ قُدرتِ خدا یاد آئے۔ اگر اسے پھُولوں کا شہر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہر منظر جنّت نگاہ ہے۔ اہل قلم، شعراء اور آرٹ کے دلدادگان کے لیے یہ شہر ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ اور اِس کے قدرتی دِلکش مناظر اور دلپذیر فضا سے متاثر ہو کر ہی یورپ کے اکثر مفکرین یہیں جمع ہو کر اہم مُلکی امُور پر غور و فکر کیا کرتے ہیں۔ یہی وہ شہر ہے جہاں دُنیا بھر کی سیاسی گتھیاں سُلجھائی یا اُلجھائی جاتی ہیں۔ کشمیر کا مسئلہ بھی برسوں سے یہیں رگیدا جا رہا ہے۔ خواہ "تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مُردہ شود" والی مثال ہو جائے۔ چار بڑے یعنی روس، انگلستان، امریکہ اور فرانس کے اعلیٰ حُکّام یہیں مجلس قیل و قال گرم کرتے ہیں۔ اِس عمارت کو بھی دیکھا

Marfat.com

جہاں اُن کی اکثر مجلس مُذاکرہ منعقد ہوتی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ تمام فیصلے بارگاہِ الہٰی سے ہی صادر ہوتے ہیں۔ صرف نیک و بد کی جزا و سزا کے لیئے نظر بظاہر اُس کا عمل قُدرت کسی کے ہاتھوں ظہور پذیر کرا دیتی ہے۔ جس کی سیدھی مثال یُوں ہے کہ کسی درویش صفت اِنسان کا تکیہ کلام تھا کہ "جو کرتا ہے خُدا کرتا ہے"۔ ایک بداعتقاد مسخرے نے پیچھے سے اُس درویش کے ایک لٹھ رسید کر دیا درویش نے مُڑ کر دیکھا تو مسخرے نے کہا "دیکھئے کیا ہوا، جو کرتا ہے خُدا کرتا ہے"۔ درویش نے جواب دیا "بیشک جو کرتا ہے خُدا ہی کرتا ہے لیکن مَیں نے تو صرف یہ دیکھا تھا کہ اِس کرنے میں اُس نے کس کا مُنہ کالا کیا ہے"۔ اِس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ خداوند کریم نے اِنسان کو عقل عطا کر کے جزا و سزا کا مستوجب ٹھہرا دیا ہے۔ صرف وہی اِنسان سزا و جزا کا مُستحق ہو سکتا ہے جو تمیز کرنا جانتا ہے۔ ہر انسان کے اعمال سے خداوند کریم ضرور واقف ہوتا ہے۔ مگر وہ اپنے فعل کا خود ذِمّہ دار ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اِس کے نفع و نُقصان سے باخبر ہوتا ہے۔

۲ر جولائی کو ہمیں ساڑھے گیارہ بجے کے ہوائی جہاز پر زیورچ جانا تھا۔ لیکن یہ نیویارک سے ہی لیٹ آیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ہم ساڑھے پانچ بجے جنیوا سے سوار ہُوئے اور چھ بجے زیورچ پہنچ گئے۔

زیورچ کی سیاحت:

سوئٹزرلینڈ میں یہ سب سے بڑا صنعتی۔ زرعی۔ تجارتی اور بینک صاف

Marfat.com

ستھرا شہر ہے۔ کاروبار کی وہ بہہ ہمی کہ الاماں! مگر بغیر شور و غل کے۔ دورِ حاضر کی ہر قسم کی جدید ترقیات کا حامل، صنعتی علاقہ شہر سے دور واقع ہے۔ اِن کارخانوں میں ریشمی اور سُوتی کپڑا، کاغذ، مشینری اور عینکوں کا سامان تیار ہوتا ہے۔

ہوائی جہاز سے اُتر کر ۸ بجے کے قریب NEASSEBLAN ہوٹل میں پہنچے۔ نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر ٹیکسی لے کر رات میں زیورچ کی سیر کو نکل گئے۔ دُکانوں پر سائن بورڈ مختلف وضع قطع کے رنگ برنگ قمقموں سے جگمگا رہے تھے۔ شوکیسوں میں سامان نہایت قرینے اور سلیقے سے سجا ہُوا تھا۔ جو بہت ہی بھلا دکھائی دیتا تھا۔ ساحلِ سمندر پر بھی روشنی کا بڑا اچھا منظر تھا۔ دو گھنٹے کی سیر کے بعد واپس ہوٹل میں آ کر سو رہے۔

۳ر جولائی آج اتوار کا دن ہے۔ اِس لیے سارا شہر بند ہے۔ ٹریول ایجنسی کے موٹر کوچ میں دس بجے سوار ہو کر پونے دو گھنٹے میں شہر بھر کے دِلآویز اور مشہور بازار، سمندر کا نظارہ بان ہون شہر کا پُرانا حصّہ، مختلف تاریخی گرجے، عمارتیں اور تجارتی مرکز دیکھے۔ نہانے اور تیرنے کے لیے ایک بڑا حوض دیکھا۔ جس میں تعمیرِ جدید کا یہ پہلو نمایاں حیثیت رکھتا ہے کہ اُس میں بجلی کے ذریعے ایسی مصنوعی لہریں پیدا کی جاتی ہیں۔ جیسے سمندر میں قدرتی طور پر لہروں سے ایک تلاطم سا بپا ہو جاتا ہے۔ مرد اور عورتیں جانگیے پہنے مصروفِ غسل تھے۔ فیڈرل انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی، یونیورسٹی اور عدالتِ عالیہ کی عمارتیں بھی دیکھیں۔

Marfat.com

لوسرن کی سیر:

بارہ بجے واپس آکر کھانا کھایا۔ اور نماز سے فارغ ہو کر موٹر کوچ کے دوسرے ٹرپ میں لوسرن چلے گئے۔ سوئٹزرلینڈ میں یہ خوبصورت ترین شہر ہے اور زیورچ سے تقریباً ستّر میل دور۔ جانی دفعہ ایک اور راستے سے گئے اور واپسی دوسرے راستے سے ہوئی۔ ارد گرد پہاڑ ہیں ان میں جہاں جہاں بھی قابل کاشت زمین ملی۔ اس میں:

دب گے واہ تے رج کے کھا

والی پنجابی مثل عملی صورت میں نظر آئی۔ کسانوں نے اپنے اپنے قطعات اراضی میں رہنے کے لیے بڑے خوب صورت اور صاف ستھرے مکانات بنائے ہوئے ہیں۔ اور ساتھ ہی لکڑی کے گودام ہیں۔ جن میں ہر چیز کا ذخیرہ موجود ہے۔ ٹریکٹر اور آلات کشاورزی ہر ایک کے پاس موجود ہیں مرد اور عورتیں مل کر معین اوقات میں کام کرتے ہیں اور شہریوں کی طرح خوش پوش اور خوشحال زندگی بسر کرتے ہیں۔ جس سڑک پر ہم جا رہے ہیں کبھی یہ جھیل کے کنارے کنارے چلی جاتی ہے۔ اور کبھی دامن کوہ میں۔ جانے اور آنے کے وقت ہلکی ہلکی بارش اس سیر کے لطف کو اور بھی دوبالا کر رہی تھی۔

حقیقت میں فطرت نے یہاں قدرتی مناظر میں بڑی سیر چشمی سے کام لیا ہے۔ ان کو دیکھ کر خدا کے قادرِ مطلق ہونے کا عین الیقین اور

Marfat.com

حق الیقین ہو جاتا ہے۔ لیکن تعجب ہے یہاں کے رہنے والے ان مناظر کی دلچسپیوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی خدا کی ہستی سے انکاری ہیں ہم نے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے ہمیں ان مناظر سے تمتع اندوز ہونے کا موقع مرحمت فرمایا۔ آٹھ بجے شام واپس ہوئے۔ نماز اور کتاب بینی سے فارغ ہو کر سو گئے۔

رات بھر ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی۔ جس سے موسم اور بھی خوشگوار ہو گیا۔ ہم ۲ جولائی کو صبح اُٹھے۔ نماز پڑھی، اور ناشتہ سے فارغ ہو کر یورپ کے سب سے بڑے پُر رونق بازار بان ہوف میں گئے۔ اور وہیں سوس ایر ویز سے اسی دن چار بجے شام فرنکفورٹ (جرمنی) جانے کے لیے نشستیں مخصوص کرائیں۔ ہوٹل واپس پہنچ کر کھانا کھایا۔ ظہر کی نماز پڑھی اور چار بجے ہوائی جہاز پر سوار ہو کر فرنکفرٹ کو روانہ ہو گئے۔

آج کئی دفعہ بڑے زور کی بارش ہوئی۔ مگر واہ رے صفائی، کیچڑ کا کہیں نام تک نہیں بلکہ بارش سے بازار اور سڑکیں دُھل گئی ہیں۔

Marfat.com

فرنکفرٹ (جرمنی)

۴ جولائی ۱۹۵۵ء زیورچ سے ساڑھے چار بجے ہوائی جہاز نے پرواز کی۔ تمام راستہ مطلع ابرآلود رہا۔ ہم لوگ سات ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہے تھے۔ ایک گھنٹہ کی پرواز کے بعد فرنکفرٹ پہنچ گئے۔ اور زنٹرم ہوٹل میں قیام کیا۔ یہ ہوٹل فرنکفرٹ کے عین قلب میں واقع ہے۔

شہر کی سیر:

ٹراموے اور موٹروں کی سڑکیں، چوک اور بڑی بڑی عالیشان عمارتیں اور خرید و فروخت کے مناظر ہمارے کمرے کے عین سامنے تھے۔ آتے ہی نماز پڑھ کر اور ٹیکسی لے کر گھومنے چلے گئے۔ رات کے وقت یہاں کا منظر عجیب دلغریب تھا۔ بازاروں اور دکانوں کی روشنیاں دم بدم تبدیل ہو کر نئے نئے ڈیزائن بناتیں۔ یہ ڈیزائن جرمن زبان میں دراصل دکانوں اور بازاروں کے نام تھے۔ آنے جانے والوں کی آنکھیں بے اختیار اُن کی طرف اٹھتیں۔ اور اُن کے نقوش دماغ پر اپنا اثر چھوڑ جاتے۔ جس

Marfat.com

طرف ٹیکسی جاتی نئے سے نیا منظر دعوتِ نظارہ دیتا نظر آتا۔
گزشتہ جنگِ عظیم میں اِس شہر پر شدید بمباری ہوئی۔ جس سے شہر کا تین چوتھائی حصّہ کھنڈر ہو گیا۔ مگر دس بارہ سال کے عرصے میں جرمنوں نے پہلے سے زیادہ عالیشان عمارتیں کھڑی کر دی ہیں۔ اگرچہ اب بھی بموں سے گرے اور جلے ہوئے مکانات کافی تعداد میں موجود ہیں۔ لیکن جس سُرعت سے اِس کی تعمیر ہوئی ہے۔ اس کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے ع

آفریں باد بریں ہمّتِ مردانۂ تو

یہ حقیقت ہے کہ کسی چیز کے بگاڑنے میں تو کوئی زیادہ وقت نہیں لگتا مگر اُس کا بنانا کارِ دارد ہے۔

اُپل موٹر سازی کا کارخانہ :

۵ رجولائی کو صبح سویرے ناشتہ سے فارغ ہو کر تیس میل کے فاصلے پر اُپل موٹر سازی کا کارخانہ دیکھنے چلے گئے۔ یہاں ایک استقبالیہ دفتر محض اِس لیئے بنا ہوا ہے کہ جو لوگ کارخانہ دیکھنے کے لیئے آئیں، اُن کی رہنمائی کرے۔ یہاں سیکڑوں زن و مرد سیّاحوں کے علاوہ مختلف کالجوں کے طلبا اور طالبات بھی کارخانہ دیکھنے کے لیئے موجود تھے۔ ایک کارڈ پر ہر ایک کا نام درج کر کے مختلف زبانیں جاننے والے گائیڈ دل نے الگ الگ ٹولیاں بنا کر کارخانہ دکھانا شروع کیا۔ ہمارے لیئے تو ایک انگریزی دان گائیڈ تھا۔ سب سے پہلے شوروم میں وہ گاڑی دکھائی گئی

جو اُنھوں نے ۱۹۰۵ء میں بنائی تھی۔ اِس کے بعد مختلف زمانوں میں تدریج ترقی کرتے ہوئے جو ماڈل بنائے گئے تھے۔ اُن میں سے اکثر وہاں موجود تھے۔ کارخانہ دیکھ کر عقل ورطۂ حیرت میں پڑ جاتی ہے۔ کہ کس قدر دماغ سوزی سے اُنھوں نے اِس کا منصوبہ مرتب کیا ہوگا۔ ہر کام کے لیئے ایک خاص مشینری بنا کر اُس سے کام لیا جا رہا ہے۔ پندرہ میل لمبی لائن میں انجن کے مختلف پرزے اپنی اپنی جگہ تیار ہو کر خود بخود فٹ ہوتے چلے جاتے ہیں، اور آخر میں پورا انجن مکمل ہو کر خود بخود ایک باڈی کے اندر اپنی جگہ پر آ بیٹھتا ہے۔ ہمارے ہاں تو بعض سر پھرے کیمیا اور جادوگری کے پیچھے ٹکریں مارتے پھرتے ہیں۔ اصل کیمیا اور جادوگری یہ ہے۔ کہ لوہے کو مختلف مشینوں سے نکال کر سونے اور چاندی کے بھاؤ بیچا جائے۔

گزشتہ جنگِ عظیم میں اِس فیکٹری کو بے حد نقصان پہنچا۔ ۷۰ فیصدی عمارت برباد ہوگئی۔ اور پندرہ فیصدی مشینری ضائع ہوئی۔ لیکن ۱۹۵۰ء تک جرمنوں نے اِس کارخانے کو پھر سے تیار کر لیا۔

اِس کارخانے کی ترقی کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے۔ کہ ۱۸۶۲ء میں اِنھوں نے پہلے سلائی کی مشین تیار کی۔ ۱۸۸۶ء میں سائیکل بنانے شروع کیے۔ ۱۸۹۸ء میں موٹر سازی کا کام شروع کیا۔ ۱۹۱۱ء میں دس لاکھ مشینیں تیار کر کے اِس کام کو چھوڑ دیا۔ ۱۹۳۶ء میں پچیس لاکھ سائیکل بنا کر اس کام کو بھی ترک کر دیا۔ ۱۹۴۸ء میں اُنھیں موٹریں بناتے ہوئے پچاس برس گزر چکے تھے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد ہر سال موٹریں بنانے میں مندرجہ ذیل تدریجی

Marfat.com

ترقی کی۔

سنہ ١٩٤٦ء	٨٣٩	
سنہ ١٩٤٧ء	٣٢٣٩	برآمد
سنہ ١٩٤٨ء	١٣٠٩١	١٥٠٤
سنہ ١٩٤٩ء	٣٩٥٦٤	٦٥٩٢
سنہ ١٩٥٠ء	٧٢٧٢٦	٢٩٤٦٩
سنہ ١٩٥١ء	٧٦٩٥٥	٣٨٧٧٥
سنہ ١٩٥٢ء	٨٧٩٣٤	٤١٥١٩
سنہ ١٩٥٣ء	١٠٥٧٩٢	٥١٩٢٣
سنہ ١٩٥٤ء	١٦٧٦٥٠	٩١٧٥٤

یہاں آج کل مختلف قسم کی موٹریں اور ٹرک روزانہ سات سو کی تعداد میں بنتے ہیں۔ ایک ایک منٹ میں ایک ایک موٹر کار مکمل ہوتی ہے۔ باہر سڑک پر نکلنے کا منظر بھی بڑا عجیب ہوتا ہے اور ان کاریگروں کو داد دیے بغیر نہیں رہا جا سکتا سچ ہے ؎

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا
وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا

سنہ ١٩٥٤ء میں یہاں کے ملازمین کی تعداد ٥٥٩٤ تھی۔ اور آج کل پچیس ہزار ملازم ہیں۔ اب کچھ عرصے سے انھوں نے ریفریجریٹر (پانی ٹھنڈا کرنے کی مشینیں) بھی بنانے شروع کر دیے ہیں۔ جن کی کافی کھپت

ہے۔ یہ کارخانہ ایک بڑے وسیع رقبہ میں پھیلا ہُوا ہے۔ ۱۰۴ ایکڑ زمین پر مشینوں کی بارکیں ہیں۔ ریل کی پٹڑیاں ۱۳ میل لمبی ہیں جن پر مشینوں پر تیار ہونے کے لیے دھاتیں اور لوہا آتا ہے۔ اور پُرزہ جات مکمل ہو کر جاتے ہیں۔ اور انھیں لائنوں پر انجن موٹریں اور دُوسری مشینیں تیار ہوتی ہیں۔ دفتروں، مزدوروں کے کوارٹروں، مشینیں ٹیسٹ کرنے کے میدان نے بھی تقریباً اتنی جگہ گھیر رکھی ہے۔

دو بجے کے قریب یہ کارخانہ دیکھ کر ہوٹل واپس آئے کھانا کھایا نماز پڑھی اور بازار کی سَیر گشت کو نکل گئے۔

فرنکفرٹ کی آبادی تقریباً پونے چھ لاکھ کے قریب ہے۔ یہ بہت پُرانا شہر ہے۔ آج سے تقریباً چار ہزار سال قبل آباد ہُوا۔ شہر دریائے رائن کے طاس میں واقع ہے۔ اور جرمنی کے ترقی یافتہ شہروں میں شُمار ہوتا ہے۔ ادویات سازی، مشین سازی، بجلی کی اشیاء اور خوراک کی صنعت کے لیے یہ شہر آج بھی دُنیا میں کافی شُہرت رکھتا ہے۔ فیڈرل حکومت کے بہت سے دفاتر بھی یہیں ہیں۔ جیسے وزارتِ مالیات، تجارت، رسل و رسائل۔ زراعت و خوراک اور جنگلات کے دفاتر نیز یہ شہر سائنسی تعلیم، ثقافت، لائبریریوں، عجائب گھروں، آرٹ گیلریوں، تھیٹروں اور ریڈیوں کا مرکز ہے۔

ولیم قیصرِ جرمنی جس نے تمام حکومتوں کو ناکوں چنے چبوا دیلے تھے اس شہر سے بہت اُنس اور دلچسپی رکھتا تھا۔ اور اس کو بچانے کے لیے

Marfat.com

کافی کوشاں رہا۔ لیکن ؎

بیک گردشِ چرخِ نیلوفری
نہ قیصر بجا ماند نے قیصری[1]

میں نے چند ایک لوگوں سے اِس قیصرِ مرحوم کا ذکر چھیڑا مگر سبھی لبوں پر مُہرِ سکوت لگائے رہے۔

یہ شہر جرمن تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہاں کا گرجاگھر جو پُرانے شہر کے عین وسط میں ہے۔ بہت قدیم عمارت ہے۔ سچ پُوچھیے تو جرمنی کے عُروج و زوال کی داستان ہے۔ تیرھویں صدی میں ایک پُرانے گرجاگھر کی شکستہ عمارت پر اِس کی تعمیر ہُوئی۔ چودھویں صدی سے لیکر اٹھارویں صدی تک اِس کا بڑا ہال جرمن شہنشاہوں کی تاجپوشی کی رسومات کا مرکز بن گیا۔ اٹھارویں صدی کے آغاز میں پھر اِسے گرجاگھر میں تبدیل کر دیا گیا۔ اِس کی دیواروں پر حضرت عیسٰیؑ کی زندگی کے واقعات تصویروں میں دِکھائے گئے ہیں۔ سینٹ بارتھلمو کے قتلِ عام کا دردناک منظر ایک دیوار پر نمایاں ہے۔ جس میں ہزاروں پروٹسٹنٹ عیسائی، رومن کیتھولک پادریوں کے حُکم سے قتل کیے گئے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک یہ بے دِین تھے۔ گرجاگھر کے اندرونی حِصّہ میں شارلیمین اور سینٹ بارتھلمو کی تصاویر لکڑی میں کھُدی ہُوئی ہیں۔ اِس کا گنبد جس کی بلندی ۳۱۱ فٹ ہے۔ نہایت ہی عالی شان ہے۔ اس کے اندر ۹ گھنٹے لٹک رہے ہیں جن میں سب سے بڑا جو "شہنشاہ کا گھنٹہ" کہلاتا ہے، ۱۲ من وزنی ہے۔

[1] اَب سا فرمیے یہ کلمہ استعمال کرنا خطا دے

Marfat.com

اِس گرجا گھر کے علاوہ عجائب گھر۔ لائبریریاں اور خاص طور پر جرمن شاعر گوئٹے کا مکان دیکھا جو ۲۲ مارچ ۱۹۴۴ء کی بمباری میں تباہ ہوگیا تھا۔ جرمنوں نے اِس شکستہ کھنڈر کو ۱۹۵۰-۴۶ء میں دوبارہ اپنی حالت میں بدل دیا ہے۔ بمباری سے جب یہ مکان تباہ ہوگیا تو جرمنوں نے اس کا تمام ملبہ محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔ اور لڑائی ختم ہونے کے بعد فوراً اِس کی اُسی ملبہ سے دوبارہ تعمیر شروع کر دی۔ اِس سے جرمنوں کی اپنے قومی شاعر سے عقیدت کا پتا چلتا ہے۔

بین الاقوامی نمائش :

فرانکفرٹ کے مغربی حصّہ میں نمائش گاہ ہے۔ یہ بہت ہی وسیع میدان ہے۔ جس میں کتابیں، سمور، موٹریں، کیمیاوی سامان اور بیشمار دُوسری اشیاء اور سامان کی نمائش ہوتی ہے۔ شام قریب تھی اِس لیے واپس ہوٹل آ گئے۔

Marfat.com

برسلز ــــ واٹرلو (بلجیم)

۵ر جولائی کی شام کو ہمارا ہوائی جہاز فرنکفرٹ (جرمنی) سے برسلز کے ہوائی اڈے پر پہنچا۔ میٹرو پول ہوٹل میں قیام کیا۔ یہ یہاں کے بہترین ہوٹلوں میں سے چوٹی کا ہوٹل ہے۔

برسلز:

برسلز بلجیم کا دارالحکومت ہے۔ بلجیم یورپ میں بڑی اہمیت کا ملک ہے۔ اس کی مشرقی حدود جرمنی سے ملتی ہیں۔ شمال میں بحیرۂ شمالی اور مغرب میں فرانس ہے۔ ۱۹۱۴ء-۱۸ء اور ۱۹۳۹ء-۴۵ء کی جنگہائے عظیم میں اس ملک پر جس قدر وبال آیا بیان سے باہر ہے۔ پہلی جنگ عظیم میں قیصر ولیم کی جنگی طاقت کا خاتمہ اینٹورپ کے قلعہ پر ہوا۔ جہاں جرمنی کا بہترین سامانِ جنگ اور افواج کام آئیں۔ قلعہ اگرچہ فتح ہوگیا لیکن جرمن فوجوں کی برتری کو ایسا دھکا لگا کہ وہ فرانس میں داخل ہو کر کامیابی کا مظاہرہ نہ کرسکیں۔ اور آخر کار جرمنی کو ہار ماننا پڑی۔

دوسری جنگ عظیم میں بھی یہ ملک جنگ کی تباہ کاریوں کا نشانہ بنا۔

Marfat.com

لیکن آج وہاں جنگ کے اثرات نظر نہیں آتے۔ یہ مُلک ابتدا سے ہی یورپین حکومتوں کی باہمی کشمکش کا مرکز رہا ہے۔ اور بہت سی فیصلہ کُن لڑائیاں اِس کے مُختلف شہروں میں لڑی گئیں۔ لیکن اِس وقت یہاں کے حالات سے ایسا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بلجیم کی حکومت اور یہاں کے باشندے دُنیا میں امن وامان کو محفوظ رکھنے کے لیئے پوری تندھی سے مصروف ہیں۔ اور جیسا کہ گُزشتہ زمانے میں یہ مُلک جنگ کی آماجگاہ تھا، آج امن کا مرکز بن رہا ہے۔

طرزِ حکومت :

بلجیم میں بادشاہت ہے۔ اور موجُودہ حکمران بودون اوّل ایک ترقّی پسند قابل اور ہمدرد نوجوان ہے۔ قانُون سازی کا کام بادشاہ اور دو ایوان نمائندگان کرتے ہیں۔ اِنتظامیہ بادشاہ کے ماتحت ہے جو اپنے وُزراء خود منتخب کرتا ہے۔ جوڈیشنل اِختیارات عدالتوں اور ججوں کو حاصِل ہیں۔

بادشاہ کا محل برسلز میں ہے۔ اور ایوانِ نمائندگان کے اِجلاس بھی یہاں ہوتے ہیں۔

صنعت وحرفت :

بلجیم صنعت وحرفت کا بڑا مرکز ہے۔ دریائے سابرا درمیوز کے

Marfat.com

علاقہ میں کوئلہ ملتا ہے۔ اور اس کے قریب ہی لوہا۔ اس لیے بلجیم میں فولاد اور لوہے کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ جہاں سے دُنیا کے کئی ممالک کو جن میں پاکستان بھی ہے۔ لوہا بھیجا جاتا ہے۔ شیشہ سازی کی صنعت میں بلجیم کا مقابلہ شاید ہی کوئی ریاست کرتی ہو۔ یہاں سے آئینے عام شیشہ۔ آرائشی شیشہ اور کیمیاوی شیشہ بہت بڑی مقدار میں برآمد ہوتا ہے۔ ہیرے تراشنے کا مرکز اینٹورپ ہے۔ جہاں ساڑھے آٹھ ہزار مرد اور عورتیں کام کرتی ہیں۔

برسلز کی سیر:

اسلامی ممالک کی سیر کے دوران میں جو قابلِ ذکر عمارات دیکھیں اُن میں مساجد کو نمایاں خصوصیت حاصل تھی۔ ہر شہر میں جابجا خوبصورت مساجد تھیں۔ جن پر حکومت اور عوام نے دل کھول کر روپیہ صرف کیا ہے۔ اور اُن کو دیدہ زیب بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ اِس کے برعکس یورپ کے عیسائی ممالک میں کلیساؤں کی تعمیر کو یہی اہمیت حاصل ہے۔ روم تو گرجاؤں کا شہر کہلاتا ہے۔ لیکن دُوسرے شہروں میں بھی جہاں کی سیاحت کا موقع ملا ہے۔ سب سے زیادہ خُوبصُورت عمارتیں کلیسا ہیں جو بہترین معماروں اور انجنیئروں کے فنِ تعمیر کا شاہکار ہیں۔ برسلز میں بھی گرجے خُوبصُورتی میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ ہر سڑک پر گرجوں کے عظیم الشان کلس سیّاحوں کو اپنی طرف متوجّہ کرنے کے لیے موجُود ہیں۔

Marfat.com

جن کی بلندی دُوسری عمارات کے مُقابلہ پر بہُت زیادہ ہے۔ ہماری کار پروکرسکوز سے روانہ ہُوئی۔ فلک بوس عمارتیں سڑک کے دو رویہ کھڑی ہیں۔ جن میں کوئی چھ منزلہ ہے، اور بعض دس منزل تک بلند ہیں۔ لاکین میں شاہی محل ہے، جہاں بلجیم کا بادشاہ رہتا ہے۔ یہ محل دو حصّوں میں مُنقسم ہے۔ اور ہر حصّہ ایک دُوسرے سے ملتا ہے۔ محل کے سامنے باغ ہے۔ جیسا کہ لاہور میں گلستانِ فاطمہ ہے۔ باغ کے تین حصّے ہیں۔ محل کے پیچھے بھی ایک بہت بڑا باغ ہے۔ جس میں درخت لگے ہُوئے ہیں۔ محل سے ذرا فاصلہ پر نیپچون (سمندر کا دیوتا) کا مجسّمہ ہے۔ اِس سڑک سے ذرا آگے ایک نہر ہے۔ جو برسلز کو اینٹورپ سے ملاتی ہے۔ نہر سے گُزر کر برسلز کا سرسبز علاقہ شرُوع ہوا۔ جو یورپ کی بہترین سیرگاہوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں مختلف قسم کے درخت ہزاروں کی تعداد میں کھڑے ہیں۔ اس کو سوونیز کے جنگل کا نام دیا گیا ہے۔ اِس جنگل سے سڑک گُزرتی ہُوئی ہمیں کشمیر کا منظر یاد دلا رہی تھی۔ دائیں بائیں اِدھر اُدھر ہرے بھرے درخت ہی درخت نظر آتے تھے۔ اور ایسا محسوس ہوتا کہ یورپین اقوام نے اِس جنگل میں بھی اپنی صفائی اور نفاست کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ سڑکیں یُوں تو ہر یورپی شہر میں صاف ہوتی ہیں۔ لیکن برسلز کی یہ سڑک جو جنگل سے گُزرتی ہے۔ نفاست، صفائی اور خُوبصُورتی میں لاجواب تھی۔ جنگل سے گُزر کر انگوروں کے باغات شرُوع ہُوئے دُور دُور تک بیلیں لپٹی نظر آتی تھیں۔

واٹر لو :

انگور کے علاقے سے آگے واٹر لو کا تاریخی میدان آتا ہے یہ وہ میدان ہے۔ جہاں نپولین بونا پارٹ کو شکست ہوئی۔ اور اُس کی طاقت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔ یہیں ایک گیلری میں نپولین کی اِس لڑائی کا تمام احوال پورے قد کی رنگین تصویروں میں اِس طرح دکھایا گیا ہے کہ میدانِ جنگ کا اصلی نقشہ نظروں میں آجاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ واقعی ہمارے سامنے ہو رہی ہے۔

واٹر لو کے میدان میں ایک طرف انگریز۔ جرمن اور پرشین فوجیں تھیں اور دُوسری طرف فرانسیسی تھے۔ انگریزی فوجوں کی کمان ڈیوک آف ونگٹن کے سپرد تھی۔ اور جرمن اور پرشین فوجوں کا سالار جرنیل بلوکر تھا ڈیوک آف ونگٹن لارڈ ولزلی گورنر جنرل ہندوستان کا چھوٹا بھائی سر آرتھر ولزلی تھا۔ جس نے ۱۸۰۳ء میں سیندھیا اور بھونسلا کی فوجوں کو رکشی کے مقام پر شکستِ فاش دی تھی۔ اور ہندوستان میں انگریزی حکومت کا وقار بلند کیا تھا۔

۱۹۱۵ء میں نپولین بونا پارٹ سینٹ ایلبا کے جزیرے سے بھاگ کر واپس آگیا تھا۔ اور فرانس کے فوجی نظام کو دوبارہ ترتیب دے کر اپنا سکہ جمانے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن اسی میدان میں جہاں اب ہم کھڑے تھے۔ نپولین کو شکست فاش ہوئی۔ اِس شکست کے بعد نپولین نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ انگریزوں نے اُسے قید کر کے

Marfat.com

سینٹ ہیلینا کے جزیرے میں بھیج دیا، جہاں وہ جلد ہی مر گیا۔

واٹرلو کے میدان میں ایک چھوٹا سا ٹیلا ہے، جس پر ایک چبوترہ بنا ہے۔ چبوترہ پر شیر کا مجسمہ ہے۔ جو واٹرلو کی فتح کی یاد میں بنایا گیا تھا اس کے پاس ہی انگریزی، جرمن اور بلجیم کی حکومتوں نے ان نوجوانوں کی یادگاریں قائم کی ہیں جو اِس لڑائی میں کام آئے۔

واپسی پر ہم برسلز کے ٹاؤن ہال کے پاس سے گزرے۔ برسلز کا ٹاؤن ہال بہت بڑی عمارت ہے جس کی چھ منزلیں ہیں۔ ٹاؤن ہال برسلز کا سیاسی مرکز سمجھا جاتا ہے۔ اور یہاں کے کونسلر بلجیم کے سیاسی رُجحان کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔

اِس کی عمارت کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم لاہور کے گورنمنٹ کالج کو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن اِس کی عمارت اور ٹاور بہت زیادہ بلند اور پُروقار ہیں۔

اِس کے بعد ہم محراب دیکھنے گئے۔ یہ محراب نیم دائرہ کی صورت میں ہے۔ جس کے تین در ہیں۔ درمیانی در کے پائے دو دو ستونوں پر کھڑے ہیں۔ دُوسرے کے دونوں تین تین ستونوں پر۔ وسطی حصّہ کے اُوپر رتھ ہے جس کو چار گھوڑے کھینچ رہے ہیں، اور رتھ میں آزادی کی دیوی کھڑی ہے یہ محراب آزادی کی پچاسویں برسی کی یادگار میں تعمیر ہُوئی تھی۔ اِس کے دونوں طرف ہال نما کمرے بنے ہُوئے ہیں۔ سامنے ایک بہت بڑا پارک ہے۔ جس میں پھُول مہک رہے ہیں۔ یہ عمارت سنگ وخشت

Marfat.com

کا دلفریب نمونہ ہے۔

اِس کے بعد ہم نیشنل گیلری، رائل سکوئر اور مارکیٹ سکوئر۔ سنٹرل سٹیشن اور کئی ایک خوبصورت تاریخی جگہوں اور عمارات سے گزرتے ہوئے واپس ہوٹل میں آ گئے۔

رات کا منظر :

یوروپین شہروں میں دِن کے وقت وہ رونق نہیں ہوتی۔ جو رات کو ہوتی ہے۔ کیونکہ دن کو یہاں کے لوگ دیر سے اُٹھنے کے عادی ہیں اس کے برخلاف ہم اہلِ اسلام صبح کی اذان اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم (نماز نیند سے بہتر ہے) سُن کر بسترِ استراحت کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ دس بجے سے پہلے یہاں مزدور اور نوکر پیشہ لوگ بازاروں اور سڑکوں پر پھرتے نظر آتے ہیں۔ کہیں دُودھ والا جا رہا ہے۔ کہیں روٹی مکھن والے گھروں میں روٹی مکھن دے رہے ہیں اور مزدُور کارخانوں میں جا رہے ہیں۔ دفتری لوگ دس بجے کام کاج شروع کرتے ہیں اور اُس وقت بازاروں میں افراتفری کا عالم ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اِنسانوں کا ایک سیلاب ہے۔ جو ہر طرف اُمڈا چلا جا رہا ہے۔ ایک کو دُوسرے سے کوئی سروکار نہیں۔ جان پہچان والے بھی ہاتھ کے اشارے یا نیم مُسکراہٹ سے ایک دُوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں کی طرح نہیں کہ پہروں سڑک پر کھڑے خوش گپیاں ہانک رہے ہیں۔

شام کے وقت کام کاج سے فارغ ہو کر یہ لوگ قہوہ خانوں، ہوٹلوں اور دُوسری سیرگاہوں میں چلے جاتے ہیں۔ جہاں چائے پیتے کھانا کھاتے اور شراب کے دَور چلاتے ہیں۔ رات کے وقت دُکانوں کی زیبائش قابلِ دید تھی۔ ہر طرف بجلی کی ٹیوب کی روشنی سے دِن کا سماں نظر آتا تھا۔ دکانوں میں شوکیسوں میں سجے ہوئے زیورات کے ہیرے آنکھوں کو خیرہ کرتے تھے۔ ہوٹلوں اور ڈانس ہالوں میں مسحور کُن نغموں اور قہقہوں کی دلفریب آوازیں راہ گزروں کو دعوت نظّارہ دے رہی تھیں۔ رات کے بارہ بجے تک دو بارہ اِن مختلف مقامات کی سیر کرتے رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم ایک طلسمی دُنیا سے گزر رہے ہیں جہاں صِرف موسیقی۔ رقص اور قہقہے ہیں۔ غربت۔ اِفلاس اور رنج و غم کا نام تک نہیں

۱۶ جولائی عصر کو یہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) کے لیے روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

ہالینڈ

"ایمسٹرڈم"

۶ر جولائی شام کے ساڑھے چھ بجے ہمارا جہاز ایمسٹرڈم کے ہوائی اڈہ پر پہنچا۔ راستے میں کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ اور سفر نہایت آرام و آسائش سے کٹ گیا۔ ہالینڈ نہایت ہی سرسبز خطہ ہے۔ اور یہاں کے باشندے بے حد محنتی اور جفاکش ہیں۔

ایمسٹرڈم ہالینڈ کا دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر ہے۔ یہ تیرھویں صدی عیسوی میں آباد ہُوا۔ جب کہ دریائے ایمسٹر پر ایک بند باندھ کر اِس کی آبادی کی داغ بیل ڈالی گئی۔ ایمسٹر دریا کا نام اور ڈیم (بند) سے مل کر یہ شہر ایمسٹرڈم کے نام سے مشہور ہُوا۔ اِس وقت اِس شہر میں ۵۰ نہریں بہتی ہیں۔ جن پر عام پبلک کی آمد و رفت کے لیے ساڑھے تین سو پُل ہیں۔ اِسے شمالی یورپ کا وینس بھی کہتے ہیں۔ نہروں کے اِردگرد سربفلک عمارتیں کھڑی ہیں جو زیادہ تر گوتھک فنِ تعمیر کا نمونہ ہیں۔ جو سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں یورپ میں رائج تھا۔ لیکن شہر کے اردگرد نئی بستیاں بڑی سُرعت سے بن رہی ہیں جن کی عمارتیں موجودہ زمانے کے فنِ تعمیر کے بہترین نمونے ہیں۔

Marfat.com

۱۰ بجے شب یعنی پہنچنے کے آدھ گھنٹہ بعد ہی ہم اِس شہر کی سیر کے لیئے بالکل تیار تھے۔ ایک ٹیکسی لے کر ہوٹل سے روانہ ہو گئے جو شہر کی بڑی بڑی سڑکوں پر فراٹے بھرتی جارہی تھی۔ سڑکیں نہایت صاف و فراخ ہیں۔ جن پر آمد و رفت میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

یورپ کے بڑے بڑے شہروں کی طرح یہاں بھی "ہالینڈ رات کی روشنی میں" دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ چنانچہ کئی کئی قسم کی رنگ برنگی بتیاں، دُکانوں، مکانوں اور نہروں کے ارد گرد ایک عجیب منظر پیش کر رہی تھیں۔ موسم نہایت خوشگوار مگر قدرے خُنک تھا۔

شیفول :

سب سے پہلے ہم بین الاقوامی ایر پورٹ شیفول دیکھنے گئے ہالینڈ میں یہ شہر ہوائی جہازوں کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ اور سطح سمندر سے ۱۳ فٹ نیچے ہے۔ اب آپ پُوچھیں گے کہ اِس کا کیا مطلب ہے دراصل ہالینڈ کی سرزمین کا کافی حصّہ سمندر تھا۔ یہاں کے باشندوں نے اپنی اَن تھک کوششوں سے آہستہ آہستہ سمندر کے پانی کو پیچھے ہٹایا اور خُشک زمین حاصل کی اور اِس طرح اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے جگہ بنائی۔ سمندر کے پانی کو روکنے کے لیئے اُنھوں نے بند تعمیر کیا۔ بند کے ایک طرف سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے۔ اور دُوسری طرف خُشک زمین ہے۔ سمندر کا پانی اِس خُشک زمین سے ۱۳ فٹ اُونچا ہے۔

مجھے اُس وقت حضرت مُوسیٰؑ کا وہ عدیم المثال واقعہ یاد آگیا جبکہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہُوئے۔ راستے میں سمندر حائل تھا اور مصری فوجیں فرعون کی سرکردگی میں ان کو مٹانے کے لیے آرہی تھیں، پانی میں اللہ تعالیٰ کی قُدرت سے راستہ پیدا ہوگیا۔ اور بنی اسرائیل صحیح سلامت دریا سے پار ہوگئے۔ بنی اسرائیل کے اِردگرد پانی کی دیواریں تھیں، جن میں اُن کے گُزرنے کے لیے راستہ بنا تھا۔ لیکن یہاں کے لوگوں نے پختہ دیوار بنا کر سمندر کے اُونچے پانی کو روک لیا ہے۔ اور نیچے خشکی میں آباد ہوگئے ہیں۔ ٹھاٹھیں مارتے ہُوئے بلند سمندر کا نظارہ ایسا عجیب تھا کہ ایک دفعہ دیکھنے کے بعد اُسے بھُولنا ناممکن ہے۔ اور اِنسان اِس مُلک کے باشندوں کی ہمّت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

دُوسری جنگِ عظیم میں جب ہٹلری فوجوں نے اِس مُلک پر حملہ کیا تو سب سے پہلے اُنھوں نے بندوں پر ہوائی فوج اُتار دی اور اُن پر قبضہ کرلیا۔ کیونکہ اگر اِن میں سُوراخ کردیا جاتا۔ تو تمام شمالی علاقہ دوبارہ سمندر کا حصّہ بن جاتا۔

ایلس میر : (دُنیا بھر میں پھُولوں کی سب سے بڑی منڈی)

۲ رجولائی کو ابس اِیرپورٹ سے ہم جنوب کو ایلس میر کے گاؤں کی طرف روانہ ہُوئے۔ ایمسٹرڈم کا یہ حصّہ بین الاقوامی شہرت رکھتا ہے یُورپ میں یہ پھُولوں کی سب سے بڑی منڈی ہے۔ سڑک کے دو رویہ

Marfat.com

کھیت تھے جن میں جہاں تک نظر کام کرتی، رنگ برنگ کے پھول کھلے تھے۔ ہم سیدھے اس ہال کی طرف گئے جہاں پھولوں کی خرید و فروخت کا کاروبار ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم جنت کے ایک تختہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ خریداروں کا ہجوم تھا۔ یہ لوگ یہاں سے لاکھوں روپے کے پھول خرید کر بذریعہ ہوائی جہاز یورپ اور امریکہ روانہ کرتے ہیں۔ ہال بے حد وسیع ہے جس میں سینما ہال کی طرح بیٹھنے کا انتظام ہے۔ ہر سیٹ پر نمبر ہے اور ساتھ ہی بجلی کا ایک بٹن۔ گاہک جا کر سیٹ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ سامنے بڑی سٹیج ہے، جس کے اوپر ایک گھڑی لگی ہے۔ سٹیج پر پھول دکھائے جاتے ہیں۔ اور گاہک اپنی پسند کے پھولوں کی بولی دیتے ہیں۔ لیکن یہ عمل نہایت خاموشی سے ہوتا ہے۔ نہ نیلام کرنے والا اس کی قیمت بولتا ہے اور نہ ہی بولی دینے والے کو آواز نکالنا پڑتی ہے بلکہ جب خریدار اپنی پسند کے پھول سٹیج پر دیکھتا ہے تو وہ اپنی سیٹ کا بٹن دبا دیتا ہے۔ گھڑی پر اس کی سیٹ کا نمبر اور بولی کی رقم نمایاں حروف میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور بولی ختم ہونے تک یہ عمل برابر جاری رہتا ہے۔ اتنے بڑے ہال میں جہاں خریداروں کا ہجوم ہو وہاں کی خاموشی اور حسنِ انتظام دیکھ کر میں عش عش کر اٹھا اور مجھے اپنے یہاں کی منڈیاں یاد آ گئیں، جہاں کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔

اس کے بعد ہم اور مقامات کی سیر کو گئے اور جب واپس لوٹے تو یہی خیال رہ رہ کر دماغ میں آتا کہ یہاں کے لوگ کتنے اچھے، صفائی پسند

Marfat.com

اور خوش اخلاق ہیں اور غیر ملکی لوگوں سے اِن کا رویہ کتنا اچھا ہے۔

روٹرڈم :

دوسرے دن صبح نو بجے ناشتہ سے فارغ ہو کر ہم روٹرڈم کو دیکھنے گئے۔ یہ ہالینڈ کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ دوسری جنگ عظیم سے جو تباہ کاری یہاں ہوئی تھی کسی کو امید نہ تھی کہ اس کا ازالہ اتنی سرعت سے ہو گا لیکن ولندیزی لوگوں کی ہمت ہے کہ انھوں نے دس سال کے قلیل عرصہ میں نہ صرف شکستہ عمارتوں کا ملبہ صاف کر لیا۔ بلکہ اس کی جگہ ایسی عمارات بنائیں کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔ یہ سر بفلک عمارتیں موجودہ فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہیں۔ جن پر دل کھول کر روپیہ صرف کیا گیا ہے اور سب کام یہاں کے سوداگروں نے خود کیا ہے۔ پتھر لوہا اور سیمنٹ کا یہ امتزاج اپنی نظیر آپ ہے اور دیکھنے والوں کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہاں کبھی جنگ ہوئی ہو گی۔ سڑکیں فراخ اور ٹریفک کا انتظام نہایت معقول ہے۔ یہاں پر ہمیں ہول سیل ٹریڈ سنٹر دکھایا گیا جو شاید یورپ کی سب سے بڑی عمارت ہے۔ یہ نئی آبادی میں تعمیر ہوا ہے اور اس کی کئی منزلیں ہیں، لیکن سب سے عجیب بات یہ ہے۔ کہ یہاں نہ سیڑھیاں ہیں۔ اور نہ ہی بجلی کے لفٹ، بلکہ سڑکیں بنی ہیں جن پر موٹر کاریں چلتی ہیں اور ایک منزل سے دوسری منزل پر جانے والے انھیں کاروں میں آتے جاتے ہیں۔ ہماری موٹر نے اس ساری عمارت

Marfat.com

کا چکّر لگایا۔ یہاں بھی ایلس میر کی طرح نہایت خاموشی سے کاروبار ہو رہا تھا۔ اِس بین الاقوامی مرکزِ تجارت میں ہر قسم کی اشیاء کی خرید فروخت ہوتی ہے۔ گرم مسالا، ربڑ، ہاتھی دانت، مشینری، جہاز، کپڑا گھڑیاں۔ مختصراً ہر وہ شے جو زمانہ حال میں لوگ استعمال کرتے ہیں یہاں سے مل سکتی ہے۔ یہاں کے تھوک بیوپاری دُنیا کے تمام حصّوں سے تجارت کرتے ہیں۔

دُوسری عجیب چیز یہاں ٹیونل یا ایک سُرنگ ہے جو ماس کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سُرنگ ۳۴۲۳ فٹ لمبی ہے، جس میں روشنی کا انتظام اپنی نظیر آپ ہے۔

ڈیلفٹ !

روٹرڈم کے تھوڑے ہی فاصلے پر ڈیلفٹ کا قصبہ ہے۔ جہاں سے اب ہماری موٹر گزری۔ یہ قصبہ محلّات کا شہر ہے۔ ہر محل میں باغ ہے جہاں درخت اور پھول نہایت قرینے سے لگے ہُوئے ہیں۔ ہمیں تو دیکھ کر ایسا معلوم ہُوا جیسے کہ یہ شہر جنّت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جو اُٹھا کر یہاں رکھ دیا گیا ہے۔ جا بجا نہریں بہتی ہیں جن کے دو رویہ برابر برابر فاصلہ پر ایک ہی بلندی کے درخت کھڑے ہیں۔ سڑک جس پر ہماری موٹر فراٹے بھرتی جا رہی تھی، نہایت عمدہ حالت میں تھی۔ اِس کے بھی دونوں طرف سرسبز درخت کھڑے تھے۔

Marfat.com

ہیگ :

ڈیلفٹ سے ہو کر ہم ہیگ پہنچے۔ یہ ایمسٹرڈم سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ اور اپنی نوعیت کا نہایت ہی اہم شہر ہے۔ یہاں انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس یعنی بین الاقوامی عدالتِ انصاف کا دفتر ہے جس میں دُنیا کے بہترین قانون دان جج مقرر ہوتے ہیں۔ یہ یو۔این۔او کے ماتحت بین الاقوامی جھگڑوں کے فیصلہ کی عدالت ہے۔ مختلف ممالک نے لاکھوں روپے دے کر اِس عظیم الشان عمارت کو مکمل کیا ہے۔ اس کا ہر ایک کمرہ دیکھنے سے تعلّق رکھتا ہے۔

یہ شہر پُرانی وضع کی عمارات پر مشتمل ہے۔ اِس کے مضافات میں شیوہ ننجن کا مقام قابلِ دید ہے۔ یہ حصّہ بھی سمندر سے زمین حاصل کر کے آباد کیا گیا ہے۔ اور اِسی لیے یہاں بھی سمندر کا پانی زمین سے اُونچا ہے یہ پھُول اور سبزیاں اُگانے کا بہت بڑا مرکز ہے۔ پھُولوں اور سبزیوں کے کھیت میلوں میں پھیلے ہُوئے ہیں۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے۔ رنگ برنگ کے پھُولوں کے تختے دعوتِ نظّارہ دیتے ہیں۔

یہاں ڈیری فارم ہیں جن میں ہزاروں گائیں پالی جاتی ہیں۔ جب گوالے دُودھ نکال لیتے ہیں۔ تو یہ گائیں پھر واپس چراگاہ کو چلی جاتی ہیں کسی شخص کو انھیں ہانک کر لانے یا لے جانے کی ضرورت نہیں۔ ہر گائے تقریباً ۱۸ سیر دُودھ دیتی ہے۔ نہایت فربہ اور خوش رنگ ہیں۔ غالباً اِس کی وجہ وہ آزادی ہے، جو انھیں میسّر ہے، اور پابندیٔ وقت جن کا اُن کو

Marfat.com

خوگر بنایا گیا ہے۔

ڈیری فارم کے علاوہ پولٹری فارم بھی ہیں جہاں سے مرغیاں، انڈے اور پرندے دوسرے ممالک کو بھیجے جاتے ہیں۔

لیڈن :

ہم یہاں سے فارغ ہو کر لیڈن گئے۔ یہ ایمسٹرڈم سے تیس میل جنوب کی طرف ہے۔ اور "بلب فیلڈز" (پھولوں کے کھیت) کے لیے مشہور ہے۔ اِن فیلڈز (کھیتوں) کا نظارہ انسان کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ میلوں تک رنگین پھولوں کے کھیت پھیلے ہوئے ہیں جن پر شیشے کی چھتیں ہیں۔ جو پھولوں کو برف باری اور سردی سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اور سورج کی روشنی کو جو اُن کی نشو ونما کے لیے ضروری ہے آنے سے نہیں روکتیں۔ اِس علاقے سے گزرتے ہوئے ہمیں جو راحت اور مسرت حاصل ہوئی۔ وہ ضبطِ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ موٹر فراٹے بھرتا ہوا سڑک پر جا رہا تھا اور ہمارے سامنے دائیں بائیں رنگین پھولوں کے تختے تھے۔ جن میں گلِ نرگس۔ گلِ داؤدی اور لاتعداد قسموں اور رنگوں کے پھول کھلے تھے۔ تقریباً ۴½ بجے ہم واپس ہوٹل میں آئے کیونکہ دوسرے ہی دِن ہمیں پھولوں کی اِس سرزمین کو خیرباد کہہ کر لندن جانا تھا۔

Marfat.com

لندن

۸ر جولائی ۱۹۵۵ء کو ایمسٹرڈم سے صبح سویرے ہوائی جہاز میں لندن کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں بحیرۂ شمالی سے گزرنے کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں انگلستان کا مشرقی ساحل آگیا۔ اور ہوائی جہاز لندن کی طیارہ گاہ میں اُترا۔ سفر چند گھنٹوں کا تھا۔ اُس میں کوئی تھکان محسوس نہ ہوئی۔ ہوائی اڈہ سے سیدھے اسی ہوٹل میں گئے۔ جہاں اپنے لیے کمرہ ریزرو کرانے کا خط لکھا تھا۔ لیکن وہاں پہنچ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب انھوں نے بتایا کہ "ہمیں آپ کا کوئی خط نہیں ملا۔ اور نہ ہی اِس وقت ہمارے پاس کوئی کمرہ خالی ہے"۔

سامان موٹر میں ہی پڑا تھا۔ سوار ہو کر ایک ہوٹل سے دُوسرے ہوٹل میں جاتے۔ اور وہاں سے نفی میں جواب پاکر تیسرے ہوٹل کا رُخ کرتے جب کوئی ٹھکانہ نہ مل سکا تو پریشانی کی حالت میں ہوٹلوں کی ایسوسی ایشن کے دفتر میں گئے اور اُن سے اِمداد چاہی۔ لیکن وہ کہنے لگے کہ "آپ بہُت ہی سادہ قسم کے لوگ ہیں یہاں تو کمرہ لینے کے لیے کئی کئی ہفتہ پہلے اِطّلاع دینا ضروری ہوتا ہے"۔

Marfat.com

ہمارے اصرار پر اُنھوں نے کئی ہوٹلوں کو ٹیلیفون کرنے کے بعد ایک ہوٹل کا پتا دیا کہ ہم اُس میں چلے جائیں۔ لیکن اُس کے متعلق ہم کوئی ذمّہ داری نہیں لے سکتے۔ مجبوراً وہیں جانا پڑا۔ یہ بہُت ہی گھٹیا قسم کا ہوٹل تھا۔ اس پر طرّہ یہ کہ تین آدمیوں کے صرف قیام کا ۲ پونڈ روزانہ کرایہ لیتے تھے۔ قہرِ درویش برجانِ درویش تھکے ماندے تو تھے ہی۔ اسی کو غنیمت سمجھتے ہوئے سامان رکھوایا۔ اور دراز ہو گئے۔

اِس موقع پر ایک پُرانا قصّہ یاد آ گیا جو قبلہ والد بزرگوار سے سُنا تھا کہ ایک دفعہ کشمیر کے سفر میں ایک پٹھان بھی اُن کے ہمراہ جا رہا تھا۔ راستے میں کوئی سواری نہ ملی عجب پریشانی کا عالم تھا۔ واپس لوٹ کر بھی نہ جا سکتے تھے۔ سفر لمبا تھا تھک کر چوُر ہو رہے تھے۔ پٹھان نے کہا کہ "اِس وقت یہاں گھوڑا اور گدھا تو کیا ٹوٹے کُتا بھی میسّر آ جائے تو میں سوار ہو جاؤں۔" ہمارا حال بھی جگہ کی تلاش کے لیے بعینہٖ اُس پٹھان جیسا تھا۔

اگلے دن ٹیلیفون پر محترمی عبدالغفور صاحب بٹ سے جو لندن میں ایجوکیشنل اتاچی ہیں۔ اپنی اِس تکلیف کا حال بیان کیا تو اُنھوں نے فوراً ہی ایک پاکستانی افسر کو ہمارے پاس بھیج کر ایک بہتر ہوٹل میں رہائش کا انتظام کرا دیا۔ جہاں ہم اپنا سامان لے گئے اور خُدا کا شکر ادا کیا۔ شام کو بٹ صاحب خود بھی اپنی بیگم صاحبہ کے ہمراہ ملنے کے لیے تشریف لائے اور اپنے ہاں بہترین پاکستانی کھانا کھلایا۔ کئی ہفتوں سے انگریزی کھانا کھا کھا کر

لے یعنی اٹیچی

Marfat.com

طبیعت بے مزہ ہو رہی تھی۔ اِس دعوت کا پُورا پُورا لُطف اُٹھایا گیا۔ اِس کے بعد بھی اُن کی بیگم صاحبہ میری اہلیہ سے ملتی رہیں اور اُنھیں لندن کے بڑے بڑے سٹورز میں لے جاتی رہیں اور ہماری خاطر داری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

شہر:

لندن برطانیہ کا دارالحکومت اور دُنیا کا سب سے بڑا شہر ہے ۱۶ء میں انگلینڈ کا تجارتی مرکز ہونے کے باعث برطانیہ کا سب سے بڑا شہر بن گیا۔ سترھویں صدی میں جب یہاں بنک کھولا گیا تو یہ دُنیا کی مالیات کا مرکز بن گیا۔ ۱۸۰۱ء میں اِس کی آبادی نو لاکھ ساٹھ ہزار تھی۔ لیکن ایک صدی کے بعد یعنی ۱۹۰۱ء میں یہ بڑھ کر ۶۵ لاکھ ہو گئی۔ موجودہ لندن کی آبادی ۸۰ لاکھ سے زیادہ ہے۔ جو ۶۹۳ مربع میل کے رقبہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ روزانہ گیارہ ہزار بسیں چلتی ہیں۔ جن میں ایک کروڑ سے زیادہ مسافر سفر کرتے ہیں۔ اِس کے علاوہ زیرِ زمین ووز ریل ہے جہاں سے ۴۵۰ گاڑیاں روزانہ مُسافروں کو لاتی اور لے جاتی ہیں۔

میں نے پسرم عبدالحی کو ٹیکسی منگوا کر اپنے ایک دوست مسٹر حُسین کی تلاش میں روانہ کیا۔ جن کے بھائی محمد یٰسین صاحب ایم اے گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر ہیں۔ مسٹر حُسین یہاں بیرسٹری کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ سنئے اور اِس قدر وسیع شہر میں یہ تلاش گو مشکل تھی۔ تاہم عزیز عبدالحی

Marfat.com

حُسین صاحب کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اُنھیں اپنے ساتھ لے آئے۔ پاکستان کے رہنے والے اور خاص کر لاہور کے ایک دوست سے مل کر جو خوشی ہُوئی اُس کا اندازہ وُہی لوگ کر سکتے ہیں جو دُور دراز کے سفر پر اجنبی مُلک میں گئے ہوں۔ یہ بیچارے ہماری واپسی لنڈن تک ہر روز برابر صُبح سویرے آتے اور سونے کے وقت اپنے گھر چلے جاتے جو ہمارے ہوٹل سے دس بارہ میل کے فاصلے پر تھا۔ خُدا تعالیٰ اُنھیں جزائے خیر دے اور کامیاب فرمائے۔

اگلے دِن صُبح سویرے ہی حُسین صاحب تشریف لے آئے۔ لنڈن میں لوگ آدھی رات اور اُس کے بعد تک قہوہ خانوں۔ ہوٹلوں، کلبوں اور دوسری تفریح گاہوں میں جمع رہتے ہیں، جن کی جگمگاتی ہُوئی روشنیاں رات کو دِن بنا دیتی ہیں۔ علی الصُّبح اٹھنے والے یہاں بہت کم لوگ ہیں۔ ہوٹلوں میں دُودھ لے جانے والے۔ گوشت۔ ڈبل روٹی اور سٹوروں میں اشیا دینے والے یا کارخانوں کے مزدور صُبح سویرے جاتے ہیں دُوسرے لوگ دس بجے کے بعد ہی کاروبار شروع کرتے ہیں۔ یہی صورت آج کل کراچی میں بھی ہو رہی ہے

ٹیکسی لے کر ہم مختلف سڑکوں پر سے گزرتے ہُوئے ٹریفالگر سکوئر میں پہنچے۔ یہ ٹریفالگر کی فتح کے یادگار میں قائم ہُوا۔ اور اِس میں ٹریفالگر کے فاتح امیر البحر نیلسن کا بُت ایک ۰۹ فٹ اُونچے ستون پر ایستادہ ہے

امارتِ بحریہ:

قریب ہی امارت بحریہ کا صدر دفتر اور ایڈمیریلیٹی آرچ یا محراب

ہے۔ ایڈمیرلیٹی آرچ نہایت ہی عالی شان عمارت ہے، جو تین محرابوں پر کھڑی ہے۔ دِلّی میں نئے قلعہ کے بالمقابل بھی ایک دروازہ ہے جو صرف ایک محراب پر کھڑا ہے۔ اور اُس کی دیواروں پر اُن مرنے والوں کے نام لکھے ہیں۔ جو پہلی جنگ عظیم میں کام آئے تھے تمام شاہی جلوس اِن محرابوں کے نیچے سے گزرتے ہیں۔ کیونکہ اِن کے درمیان سے جو سڑک گزرتی ہے وہ لنڈن کی سب سے بڑی فراخ شاہراہ ہے۔ اِس کے ایک طرف بکنگھم پیلس ہے اور دُوسری طرف ویسٹ منسٹر ہال۔ اِن محرابوں کے اُوپر کی عمارت میں بحریہ کی لائبریری ہے۔

بنک آف انگلینڈ:

یہ سات منزلہ عمارت تھری نیڈل سٹریٹ میں واقع ہے۔ جسے سر ہربرٹ بیکر نے ۱۹۲۵ء میں بنایا۔ انگلستان کے قومی قرضے۔ نوٹ چھاپنے اور ایکسچینج وغیرہ کے انتظامات اِسی بنک کے سپرد ہیں۔ پاکستان اور دولتِ مشترکہ کے ممالک کے علاوہ اور بہت سے ممالک جو سٹرلنگ ایریا میں ہیں۔ اُن کا لین دین اِسی بنک کی معرفت ہوتا ہے۔ جو اشیاء پاکستان میں درآمد ہوتی ہیں۔ اُن کی قیمت ہم یہاں کے بنکوں کو ادا کرتے ہیں۔ لیکن دُوسرے ممالک کو اُن کی ادائیگی اِسی بنک کے ذریعے ہوتی ہے۔ اِسی طرح جو اشیاء برآمد ہوتی ہیں، اُن کا حساب

Marfat.com

بھی نہیں ہوتا ہے۔

براڈ کاسٹنگ ہاؤس :

یہ پورٹ لینڈ پیلس میں ہے۔ یہاں بی بی سی کا دفتر اور دُنیا کا سب سے بڑا ریڈیو اسٹیشن ہے۔ یہاں سے دُنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں دن رات پروگرام براڈ کاسٹ ہوتے ہیں۔ یہ سرکاری نگرانی میں نہیں ہے۔ بلکہ اِس کا اِنتظام ایک کارپوریشن کے سُپرد ہے، جس میں عوام حصّہ دار ہیں۔

بکنگھم پیلیس :

لندن میں ملکہ الزبتھ کی رہائش گاہ ہے۔ جس کی طرزِ تعمیر پُرانی وضع کی ہے۔ جب ملکہ اِس میں مُقیم ہو تو شاہی جھنڈا لہراتا ہے۔ بُدھ کے روز دو بجے سے چار بجے تک یہاں عوام کے لیے داخلہ کھلا ہے جس کے لیے پہلے سے اِجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔

سینوٹوف :

یہ مُستطیل شکل کا مینار اُن مرنے والوں کی یادگار میں بنایا گیا تھا جو ہر دو جنگوں میں نادرِ وطن پر نثار ہوئے۔ ۱۱ر نومبر کے قریبی اتوار کو یہاں ہر سال لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اور دو منٹ کی خاموشی کی رسم

Marfat.com

ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد ملکہ، حکومت کے افراد اور دوسرے لوگ یہاں پھول چڑھاتے ہیں۔

گلڈ ہال :

گریشم سٹریٹ میں لندن کا ٹاؤن ہال ہے۔ جو "گلڈ ہال" کے نام سے مشہور ہے۔ پہلا ہال تو ۱۶۶۶ء کی آگ میں تباہ ہو گیا تھا اس کی جگہ موجودہ عمارت بنائی گئی ہے۔ اس کے بڑے ہال میں بڑے بڑے لوگوں کو جن میں دوسرے ممالک کے صدر۔ بادشاہ اور وزراء اعظم ہوتے ہیں۔ لارڈ میئر آف لنڈن، لندن کی شہریت کے حقوق کا اعزاز دیتے ہیں۔ ۹ر نومبر کو اس ہال میں ہر سال لارڈ میئر کی ضیافت ہوتی ہے۔ جس میں حصہ لینا ہر شہری کے لیئے باعثِ فخر خیال کیا جاتا ہے۔

ایوانِ پارلیمنٹ :

پارلیمنٹ سکوئر میں دارالعوام اور دارالامراء واقع ہیں۔ یہاں برطانیہ کی پارلیمنٹ کے اجلاس منعقد ہوتے ہیں جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہوتا ہے تو وکٹوریہ ٹاور پر یونین جیک لہراتا ہے۔ اور کلاک ٹاور میں روشنی کی جاتی ہے۔ یہ عمارت آٹھ ایکڑ زمین پر پھیلی ہوئی ہے اور دریائے ٹیمز کے کنارے پر واقع ہے۔ دریا کی طرف کا برآمدہ ۹۴۰ فٹ طویل اور ۳۲ فٹ چوڑا ہے۔ ان کی محرابوں میں شاہانِ انگلستان

Marfat.com

کے مجسمے رکھے ہوئے ہیں۔ پچھلی جنگ عظیم میں بمباری سے اِس عمارت کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ لیکن اب دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ بھی نہیں ہوا۔ اِس عمارت میں گیارہ سو کمرے اور سو سیڑھیاں ہیں۔ اِس کے مغربی گوشہ میں وکٹوریہ ٹاور ہے جو ۳۲۳ فٹ بلند اور ۷۵ فٹ مربع مینار ہے اور چار مخروطی ڈاٹوں پر کھڑا ہے۔ وکٹوریہ ٹاور کی طرح شمال مغربی گوشہ پر کلاک ٹاور ہے۔ یہ ۳۲۰ فٹ بلند ہے اور اس میں ایک چوکور کلاک لگا ہوا ہے۔ جس کا ڈائل ساڑھے بائیس فٹ قطر کا ہے۔ منٹ والی سوئی ۱۴ فٹ لمبی ہے۔ یہ تقریباً ۵ ٹن وزن کا ہے۔ رات کے وقت یہ برقی قوت سے روشن ہوتا ہے۔ اِن دونوں ٹاوروں کے درمیان ایک اور برج بنا ہوا ہے۔ اُس کے نیچے جو دروازہ ہے اُس میں سے بادشاہ یا ملکۂ انگلستان پارلیمنٹ کے ایوانوں میں داخل ہونے کے لیے گزرتے ہیں۔

دارالعوام کی نسبت دارالامراء زیادہ سجایا گیا ہے۔ ہر لارڈ کی کرسی پر اس کا نام درج ہے۔ اور رُتبہ کے لحاظ سے اُس کی ترتیب ہے۔ اِس کی دیواروں پر دو تصویریں ۴۵ فٹ لمبی اور ۱۲ فٹ چوڑی کینوس پر بنی ہوئی آویزاں ہیں۔ ایک پر ٹریفالگر میں نیلسن کی موت اور دوسری میں واٹرلو کی جنگ کا پس منظر ہے۔ اِن دونوں تصویروں کا تعلق نپولین کی شکست سے ہے۔ کیونکہ نپولین نے اِتنا اِقتدار حاصل کر لیا تھا کہ تمام یورپ پر اُس کا قبضہ ہو چکا تھا اور اِنگلستان کو فتح کرنے کے

Marfat.com

خواب دیکھ رہا تھا۔ ٹریفالگر کی لڑائی میں نیلسن نے اُس کی بحری طاقت کو تباہ کیا اور واٹرلو کی جنگ میں ڈیوک آف ولنگٹن نے اُس کی بری فوج کو شکستِ فاش دی۔

ایوانِ پارلیمنٹ کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگریز قوم صحیح جمہوریّت کی علم بردار ہے۔ کیونکہ وہ تمام تاریخی واقعات یہاں تصویروں کی صُورت میں محفوظ ہیں، جن میں شاہی اقتدار کو آہستہ آہستہ کم کیا جاتا رہا اور عوام کو حکومت میں حصّہ ملتا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ شاہی خاندان کی عزّت اور تعظیم میں بھی فرق نہیں آنے دیا۔ اور اسکی نشست پارلیمنٹ کے ایوان میں سب سے نمایاں رکھی گئی ہے۔ اور جب بادشاہ یا ملکہ پارلیمنٹ کا افتتاح کرتے ہیں تو وہ تمام اہم معاملات جو پارلیمنٹ میں پیش ہونے والے ہوں، اُن کا ذکر اُن کی تقریر میں موجود ہوتا ہے۔

ویسٹ منسٹر ایبے:

پارلیمنٹ کے ایوان کے پاس ہی ویسٹ منسٹر ایبے ہے۔ یہ گرجا عمارت دُنیا میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ پہلے یہ شاہی محل تھا۔ جس میں ہنری ہشتم تک اِنگلستان کے بادشاہ سکونت پذیر رہے۔ لیکن ۱۵۱۲ء میں آگ سے تباہ ہوگیا۔ تو ہنری ہشتم نے پارک پیلس میں سکونت اِختیار کی اور ۱۵۳۲ء میں سینٹ جیمز کا محل تیار کروایا۔

Marfat.com

ویسٹ منسٹر ہال اُسی تباہ شدہ محل کا ایک حصّہ ہے۔ جسکی مرمت ہوتی رہی۔ یہ تقریباً ۲۴۰ فٹ لمبا اور ۶۸ فٹ چوڑا ہے۔ اور اِس کی بلندی ۹۲ فٹ ہے۔ ہال میں داخل ہونے والا دروازہ پتھر اور شاہ بلوط کی لکڑی کا بنا ہُوا ہے۔

ہم اِس کے اندر داخل ہُوئے تو فرش پر جا بجا کندہ کیے ہُوئے پتھر لگے ہُوئے نظر آئے۔ جن پر اہم واقعات درج ہیں۔ مثلاً گلیڈسٹون کے دفن ہونے کی تاریخ ۲۶، ۲۷ مئی ۱۸۹۸ء ایڈورڈ ہفتم کی موت ۱۷ مئی ۱۹۱۰ء۔ ۹ مئی ۱۹۳۵ء جبکہ ہر دو ایوانِ پارلیمنٹ نے شاہ جارج پنجم کو سلور جوبلی کے موقع پر مبارکباد کا ایڈریس پیش کیا وغیرہ وغیرہ۔

اِس ہال کے ایک حصّہ میں تاجپوشی کا کمرہ ہے۔ جہاں ایڈورڈ دی کیفسر کی کُرسی رکھی ہے۔ جس پر بیٹھ کر اِنگلستان کے بادشاہوں کی تاجپوشی کی رسم ادا ہوتی ہے۔

ویسٹ منسٹر ہال میں بادشاہوں کے علاوہ بہت ہی بڑے پایہ کے لیڈروں شاعروں اور سیاستدانوں کو دفن کرنے کا اعزاز دیا جاتا ہے اور یہاں کی لائبریری میں دُنیا بھر کی نادر کتابیں کتبے اور قلمی نسخے وغیرہ موجود ہیں۔

اِس کے علاوہ اہم دعوتیں جن میں ملکۂ اِنگلستان شرکت کرتی ہیں اِسی ہال میں مُنعقد ہوتی ہیں۔ یہ ہال اندر سے اِس قدر خوبصورت ہے

Marfat.com

کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

میڈم ٹشو کی مومی نمائش :

۱۷۶۲ء کا ذکر ہے، جب ایک نئی قسم کا عجائب گھر پیرس میں کھولا گیا۔ اِس میں تاریخی واقعات مومی تصویروں کی مدد سے مُرتّب کیے گئے بادشاہوں بیگمات اور دُوسرے اہم اشخاص کی مومی تصاویر بنائی گئیں اور اُن کو وہی لباس پہنایا گیا جو وہ زندگی میں پہنتے تھے۔ تصویر دیکھ کر یہی معلوم ہوتا کہ وہ شخص دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔

یہ نگارخانہ میڈم ٹشو کے چچا نے پیرس میں کھولا۔ لیکن ۱۷۹۴ء میں وہ فوت ہو گیا۔ پورے ۹ سال کے بعد میڈم ٹشو اس نگارخانہ کو اُٹھا کر بیکر سٹریٹ لندن میں لے آئی جو ترقّی کرتے کرتے ۱۸۳۵ء میں ایک مُستقل نمائش گاہ بن گیا۔ ۱۸۸۴ء میں اس نمائش گاہ کے لیے بیکر اسٹریٹ کا فراخ مکان تنگ معلوم ہونے لگا۔ اور اِسے موجودہ جگہ پر لایا گیا۔ ۱۹۲۵ء میں یہاں آگ لگ گئی اور موم کی یہ مُورتیاں جل کر راکھ ہو گئیں۔ لیکن ۱۹۲۸ء میں دوبارہ اس کا اِفتتاح ہوا۔

نمائش گاہ میں داخل ہونے پر پہلا واقعہ جو پیش آیا وہ عجیب تھا اتّفاق کہیے یا دِل کی رہنمائی۔ جب ہم دروازہ کے اندر داخل ہوئے اور ٹکٹ لینے کے لیے بڑھے تو ٹکٹ فروخت کرنے والی لیڈی سے ہم نے ٹکٹ طلب کیا جو ہمیں مل گیا۔ کیونکہ اُس کے ساتھ ہی اُسی شکل وشباہت

کی عورت کا ایک مومی بُت ٹکٹ فروخت کرنے والی کا لباس پہنے کھڑا تھا۔ اور ایک فوجی نوجوان جو ہماری طرح نووارد تھا اِس بُت سے ٹکٹ مانگ رہا تھا۔ جب اُس کو اپنی غلطی کا اِحساس ہُوا تو بہت ہی کھسیانا ہُوا اور ہماری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔

ٹکٹ لینے کے بعد نمائش کے مناظر دیکھنے لگے۔ جگہ جگہ مومی بُت کھڑے تھے۔ کوئی پھُول فروش لڑکی ہے، تو کہیں پولیس کا سپاہی کہیں کوئی راہ گیر، لیکن ہیں سب مومی۔ دُور سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ نمائش گاہ میں بڑی چہل پہل ہے۔ اور ہر طرف آدمی ہی آدمی ہیں۔ لیکن قریب جاؤ تو وہ موم کی تصویریں نکلتی ہیں۔ تاریخ کے تمام اہم واقعات موم کی تصویروں میں ظاہر کیے گئے ہیں۔ وہی لباس وہی جگہ معمولی تفصیل کی بھی فروگزاشت نہیں کی گئی۔ کہیں شاہی دربار ہے تو کہیں جلاد کسی باغی کا سر اُڑا رہا ہے۔ کہیں ملزموں کو کڑی سے کڑی سزا دی جارہی ہے۔ کہیں شادی کی رسوم ادا ہو رہی ہیں۔ یہ مناظر کچھ اتنے دلچسپ تھے کہ پہروں دیکھنے کو دل چاہتا تھا۔

مومی تصویروں کو دیکھ کر خیال آیا کہ یہ لوگ کتنے دانا ہیں اور عوام کو تعلیم دینے کا کیسا اچھا طریقہ انھوں نے رائج کر رکھا ہے۔ بچّے آتے ہیں۔ تصویریں دیکھ کر اُن کو ملک کی تاریخ خود بخود یاد ہو جاتی ہے جب وہ تاریخ میں اُن واقعات کو پڑھتے ہوں گے جن کی مومی تصاویر وہ دیکھ چکے ہیں تو وہ واقعات زندہ اور تابندہ اُن کی آنکھوں

Marfat.com

کے سامنے آجاتے ہوں گے۔ ہمیں ایک خاص گروپ میں حضرت قائد اعظمؒ مرحوم اور مسٹر جواہر لال نہرو کے بُت بھی نظر آئے۔ جو اپنے اپنے قومی لباس میں ملبوس تھے۔ قومی نمائش گاہ میں ایک خاص حلقہ مشہور جرائم پیشہ اشخاص کا ہے۔ جس میں انگلستان یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے نامی ڈاکوؤں، چوروں، خونیوں اور بدمعاشوں کے مومی بُت رکھے ہوئے ہیں۔ اِس ٹولے میں ہم نے ہٹلر جرمن ڈکٹیٹر کا بُت بھی دیکھا جس کے نام سے دُنیا کانپتی تھی اور جس کو جرمن فیوہرر (باپ) کے نام سے پکارتے تھے۔ یہ بُت اِس جگہ دیکھ کر انگریزوں کی ذہنیت پر بڑا افسوس ہوا کہ ایسے جانباز قومی لیڈر کو ڈاکوؤں کے گروہ میں شامل کر رکھا ہے۔ لیکن قلم در کفِ دشمن والا معاملہ ہے۔

چڑیا گھر:

لندن کا چڑیا گھر دُنیا میں غالباً سب سے بڑا ہے۔ یہاں ہر مُلک کے وحوش، طیور اور حشرات الارض جمع ہیں۔

یہاں کے عجائب و غرائب دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔ جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور کائنات کی تمام اشیاء حیوانات، جمادات اور نباتات اس کے قبضہ میں دے دیں تاکہ وہ اِن سے اِستفادہ کرے۔ خوفناک ہاتھی، شیر، گینڈے، دریائی گھوڑے آہنی پنجروں میں بند ہیں۔ لیکن اِس چڑیا گھر میں ایسا ماحول ہے۔ جیسے

Marfat.com

وہ اپنی رہائش گاہ میں مقیم ہیں۔

ایمزن کے جنگلات کے طیور، افریقہ کے پرندے، انڈونیشیا کے طوطے اور آسٹریلیا کے کنگرو وغیرہ موجود ہیں۔ ہر قسم کے سانپ، سمندر کی مچھلیاں اور ایسے حشرات جن کی بابت نہ پڑھا نہ سنا، یہاں نظر پڑے جگہ جگہ بیٹھنے کے لیے سیٹیں لگی ہیں۔ انگریز عورتیں اور بچے سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں یہاں آتے ہیں اور چڑیا گھر کی سیر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ایسی جگہ کی سیر کر کے معلومات میں جو فوری اضافہ ہو جاتا ہے، وہ محض کتابیں پڑھنے سے کبھی نہیں ہو سکتا۔

آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیاں:

یہ تاریخی یونیورسٹیاں تعلیم کا کام صدیوں سے کر رہی ہیں۔ اگرچہ وقت کم تھا، لیکن لندن آکر یہی خیال آیا کہ اِن دونوں جگہوں کی سیر بھی ضروری ہے۔ چنانچہ ٹیکسی لے کر اگلے دن: ناشتہ کیے بغیر روانہ ہو گئے۔ کیونکہ انگلستان میں ہر سڑک پر دُور یا نزدیک ریستوران ہوتے ہیں۔ جہاں مسافروں کو جب چاہیں ناشتہ، کھانا چائے وغیرہ بہت جلد مل جاتی ہے

لندن کا ٹریفک:

صبح کا وقت تھا۔ ابھی ٹریفک کا زور نہ ہوا تھا۔ اِس لیے ہماری کار آسانی سے اُڑتی چلی جا رہی تھی۔ لندن میں ٹریفک کا یہ عالم ہے کہ سینکڑوں

Marfat.com

موٹریں، بسیں قطار در قطار آجا رہی ہیں۔ اور ٹریفک کا کنٹرول اتنا اچھا ہے کہ جہاں روکنے کا اشارہ ہُوا۔ تمام بسیں فوراً کھڑی ہو جاتی ہیں، اور جب چلنے کا سگنل ملے پھر اپنا سفر جاری کر دیتی ہیں۔ بڑی بڑی سڑکوں سے آر پار ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ کیونکہ پیدل چلنے والے لوگوں کے لیے بسوں اور موٹروں کو روکنے کا کوئی انتظام نہیں۔

سپاہی کی عزت بھی یہاں نظر آتی ہے۔ اُس کا ایک اشارہ ہُوا اور تمام موٹریں اِس طرح رُک گئیں، جیسے اُنھیں یہیں ٹھہرنا تھا خواہ اِن موٹروں میں وزیر ہوں یا سیاست دان۔ پولیس کے افسران ہوں یا سرکاری عُہدہ دار۔ ہمارے ہاں کی طرح نہیں کہ اگر وزیر کی سواری گُزرتی ہے تو پہرُوں پہلے ہی ٹریفک بند کر دیا جاتا ہے اور اُن کے گُزر جانے کے بعد عوام کو گُزرنے کی اجازت ملتی ہے۔

دُنیا کے مشہور سیاست دان مسٹر چرچل کو بھی ایک موٹر میں بیٹھے اور سیگار کے دُھوئیں اُڑاتے دیکھا اور اِسی طرح کئی موجودہ وُزراء کو لیکن کیا مجال کہ اُن کی ہٹو بچو کے لیے ایک نفر بھی اِس کارِ خاص پر تعیناتّ کیا گیا ہو۔

چند برس ہُوئے مجھے دہلی سیکرٹریٹ میں جانے کا اِتفاق ہُوا برامدے میں کھڑا تھا کہ ایک موٹر سائیکل وہیں آکر رُک گیا جس کے فوراً ہی بعد ایک چھوٹی سی موٹر کار میں ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو دھوتی باندھے اور سر پہ گاندھی ٹوپی رکھے بڑی سادگی سے اکیلے ہی اُتر کر

ریسٹی بجاتے ہوئے اسی برآمدے میں سے گزرتے اپنے کمرے میں جا پہنچے۔ نہ کوئی ہٹو بچو کی آوازیں تھیں اور نہ جلو میں کوئی باڈی گارڈ صرف ایک کلرک نما شخص جو ڈرائیور کے پاس بیٹھا ہوا تھا چند فائلیں لے کر اسی دفتر میں چلا گیا۔

ہاں تو جب ہم آکسفورڈ کی طرف جا رہے تھے۔ سڑک صاف تھی اور ہم بڑی تیزی سے سفر کر رہے تھے۔ سڑک کے دو رویہ درختوں کی قطاریں تھیں اور کہیں کہیں قہوہ خانوں، ریستورانوں اور ہوٹلوں کی عمارات نظر آتی تھیں۔ ایک جگہ ٹھہر کر ہم نے ناشتہ کیا اور پھر منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔

ان دنوں لندن میں غیر معمولی گرمی پڑ رہی تھی۔ اس لیے شہر کے اندر اور اِرد گرد دُور تک دُھند نظر نہ آتی تھی۔ جو عام طور پر یہاں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ لندن کارخانوں کا بہت بڑا مرکز ہے۔ یہاں ہر قسم کے سامان تیار کرنے کے کارخانے ہیں۔ جن کی چمنیوں سے صبح و شام دُھواں نکلتا رہتا ہے اور فضا میں جمع ہو کر دُھند کی شکل اختیار کر لیتا ہے اس دُھوئیں کی وجہ سے موسم سرما میں تو سڑکیں بھی خطرناک ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ دُھند اِتنی گہری ہوتی ہے کہ گاڑیوں کی سرچ لائٹیں چند قدم کے فاصلے سے بھی دکھائی نہیں دیتیں۔

لوہے کے سامان کے کارخانے، شیشہ، برتن سازی، مشینیں، ادویات، شراب، کھانڈ غرضیکہ ہر قسم کا کارخانہ یہاں موجود ہے۔ جس

میں مزدور لاکھوں کی تعداد میں کام کرتے ہیں۔

آکسفورڈ لندن سے ۵۰ میل پر ہے۔ دو گھنٹے کے سفر کے بعد اُس کی عمارات نظر آنے لگیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ گرجاؤں کا شہر ہے لیکن نہیں یہ مختلف کالجوں کی عمارات ہیں۔ جن میں دُنیا کے ہر مُلک کے طالب علم تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔ چین، جاپان، پاکستان، بھارت افریقہ، برما، مصر، عرب، شام، امریکہ غرضیکہ دُنیا کا کوئی ایسا خطّہ نہیں جہاں کے طالب علم یہاں موجود نہ ہوں۔ کالجوں کی عمارات پتھر سے بنائی گئی ہیں اور اِن میں بعض تو صدیوں پُرانی ہیں۔ یہاں تقریباً تیس مختلف کالج ہیں۔ جن میں ہر علم و فن کی تکمیل تعلیم دی جاتی ہے۔ ہر سات طالب علموں کے لیے ایک ٹیوٹر ہوتا ہے۔ جس کا کام اِن طلبہ کی نگرانی ہے۔ وہ ہفتہ میں ایک بار ہر شاگرد کے مضمون کو اُس کی موجودگی میں درست کرتا ہے۔ اعتراض ہوں گے، ان کے جواب ہوں گے اور اُستاد شاگرد کے درمیان ایک دلچسپ مُباحثہ ہوتا رہیگا اِس طرح اُستاد اور شاگرد میں ایک ایسا تعلق قائم ہوجاتا ہے جو اِس یُونیورسٹی سے ہی مخصُوص ہے۔ طالب علم کو اِس ڈر سے کہ اُستاد کی نظر میں اُس کی وقعت کم ہوجائے گی، اپنا مضمون محنت اور تحقیق سے تیار کرنا پڑتا ہے۔ جس سے اُس میں تحقیق اور تجسّس کی عادت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اُس کا علم پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔

اُستادوں اور طالب علموں کے لیے رہائش کا اعلیٰ انتظام ہے

Marfat.com

ہر کالج کے اِرد گرد وسیع باغات اور سیر گاہیں موجود ہیں۔ جہاں طالب علم پڑھتے کھیلتے اور سیر و تفریح کرتے ہیں۔

آکسفورڈ کی بوڈلین لائبریری اپنی قسم کی واحد لائبریری ہے۔ اِس میں ہر علم اور سائنس کی کتابیں موجود ہیں۔ جن کی تعداد ۲۰ لاکھ سے زیادہ ہے۔ اِس لائبریری میں مُطالعہ کرنے والوں کے لیے جگہیں بنی ہُوئی ہیں۔ جہاں وہ اپنے مطلب کی کتابیں لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور اُن کے مُطالعہ میں کوئی حارج نہیں ہوتا۔

آکسفورڈ سے واپس لندن آئے اور کھانا کھانے کے بعد کیمبرج کی طرف روانہ ہُوئے۔ یہ شہر لندن سے ۵۵ میل کے فاصلے پر ہے۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹہ میں سفر ختم ہُوا۔

کیمبرج کی یُونیورسٹی انگلستان کے مشرقی ساحل کے قریب واقع ہے۔ یہ یونیورسٹی آکسفورڈ کے بعد قائم ہُوئی۔ لیکن جو تعلیمی خدمت اِس نے سرانجام دی ہے۔ وہ آکسفورڈ سے کسی طرح کم نہیں خاص کر شعبۂ سائنس میں یہاں کے طالب علموں نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ آکسفورڈ کی طرح یہاں بھی مختلف کالج ہیں۔ جن میں ہزاروں طالب علم اساتذہ کی نگرانی میں حصولِ علم میں مشغول ہیں۔ اِس یونیورسٹی میں بیکن نیوٹن۔ ڈرائڈن اور بائرن نے تعلیم حاصل کی جو دُنیائے فرنگ میں قابل ترین ہستیاں تسلیم کی گئی ہیں۔ آکسفورڈ کی طرح یہاں بھی یونیورسٹی کا اپنا عجائب گھر ہے۔ لائبریری اور کالجوں میں پیٹر ہاؤس۔ کنگ کالج، ٹرنٹی کالج

Marfat.com

بہت مشہور درسگاہیں ہیں۔

پاکستان میں یونیورسٹی ٹاؤن کی ضرورت :

اِن ہر دو یونیورسٹیوں کی سیر سے میں اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ پاکستان میں بھی یونیورسٹی ٹاؤن علیحدہ ہونا چاہیے۔ تمام کالج وہاں منتقل ہوں اور طلباء کی رہائش کا انتظام بھی وہیں ہو۔ یونیورسٹی کا ہسپتال کلب، کھیل کے میدان۔ ڈاک خانہ۔ تارگھر کمیٹی وغیرہ سب علیحدہ ہو۔ بلکہ پولیس اور مجسٹریٹ بھی علیحدہ ہوں اور طالب علم جب بھی وہاں سے شہروں میں آئیں تو اُن کا مخصوص لباس ہو، جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ طالب علم ہیں۔ اِس طرح جو بداخلاقیوں کے مظاہرے یہاں میلوں اور نمائشوں پر ہوتے ہیں۔ طالب علم اُن میں حصّہ لینے سے محترز رہیں گے کیونکہ وہ اپنے لباس میں نمایاں ہوں گے۔

ٹیلیفون بنانے کا کارخانہ :

کیمبرج میں جانے کی ایک وجہ اور بھی تھی۔ جب میں سوئٹزرلینڈ کے شہر جنیوا سے گزرا تو وہاں ایسی کاریں دیکھنے میں آئیں جن میں ٹیلیفون لگے ہوئے تھے۔ ان سے تحقیق کرنے کا وقت نہ مل سکا۔ اِس لیے لندن میں آتے ہی اِس جستجو میں ٹیکسیوں کے کرایہ کی شکل میں کافی رقم صرف کی۔ آخر میں پتا چلا کہ دُنیا میں ایسے ٹیلیفونوں کا ایک مشہور کارخانہ

Marfat.com

موسومہ "پائی ٹیلی کمیونی کیشن" کیمبرج میں موجود ہے۔ اِس لیے یونیورسٹی کی سیر کے بعد اِس کارخانہ میں جا پہنچے۔ جہاں ہمارا استقبال ایک نوجوان لڑکی نے کیا۔ جو کارخانہ میں ہر آنے والے نووارد کی ہر قسم کی رہنمائی کرتی ہے۔

ہم نے اُس سے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو ہمیں وہ کارخانے کے ڈائرکٹر کے پاس لے گئی۔ جو بڑی خندہ پیشانی سے پیش آیا اور خود ہمیں کارخانہ کا معاینہ کرانے کے لیئے ساتھ لے گیا۔ کارخانہ میں سینکڑوں زن و مرد ٹیلیفون بنانے کے مختلف کام سرانجام دے رہے تھے۔ ہماری یا ڈائرکٹر کی آمد کا اُن پر کوئی اثر نظر نہ آتا تھا اور وہ کام میں اُسی طرح مشغول تھے۔

معاینہ کے بعد ہم دفتر میں گئے اور اُن سے یہ ٹیلیفون اپنی کراچی لاہور اور پشاور کی موٹر کاروں میں لگوانے کی خواہش ظاہر کی۔ ڈائرکٹر نے ہمیں بڑی بڑی معنیم نہرشتیں دیتے ہوئے پاکستان میں اپنے نمائندے کا پتا دیا کہ وہ اِس کام میں ہماری رہنمائی کرے گا۔

شام کے قریب ہم واپس لندن آگئے۔ آج ہم نے ۲۵۰ میل کے قریب موٹر میں سفر طے کیا تھا اِس لیے رات کا کھانا کھا کر سو گئے۔

شاہی محلات اور سرکاری عمارات:

انگریزی تہذیب اور شاہ پرستی کا مرکز بکنگھم پیلس ہے۔ جہاں

Marfat.com

انگلستان کا شاہی خاندان مُقیم ہے۔ یہ محل ڈیوک آف بکنگھم نے ۱۷۰۳ء میں اپنی رہائش کے لیے لندن میں بنوایا تھا۔ ڈیوک کے خاندان سے شاہ جارج سوم نے ۱۷۶۲ء میں خریدا۔ جس کے بعد شاہی خاندان اِس میں رہنے لگا۔ ملکہ وکٹوریہ نے ۱۸۳۷ء میں سرکاری طور پر اِس میں سکونت اختیار کی اور اُس وقت سے اب تک انگلستان کے بادشاہ اس میں مُقیم چلے آتے ہیں۔ محل کے سامنے کا حِصّہ ۱۹۱۳ء میں بنایا گیا تھا۔ جو اعلیٰ کاریگری کا نمونہ ہے۔ اِس کے سامنے سے مال روڈ گزرتی ہے جو ایڈمرالٹی آرچ کے نیچے سے ہو کر ٹرافالگر سکوئر میں ختم ہو جاتی ہے اِسی سڑک پر سے شاہی جلوس گزرتے ہیں، خواہ وہ پارلیمنٹ کے افتتاح کی رسم ہو یا ملکہ کے یومِ پیدائش کا تہوار یا شاہی خاندان کے افراد کی شادی ہو یا غیر ممالک کے کسی بادشاہ یا صدر کی آمد کا موقع۔

مال روڈ سے دائیں طرف ایک سڑک سینٹ جیمز پارک جاتی ہے۔ یہ باغ ۹۰ ایکڑ زمین میں پھیلا ہُوا ہے۔ اِس کی فراخ سطح سبز گھاس سے ڈھکی ہُوئی ہے۔ جگہ جگہ روشوں پر تماشائیوں کے لیے بنچ بچھے ہیں۔ کیاریاں پھُولوں سے آراستہ ہیں۔ جن میں رنگ برنگ کے پھُول کھلے ہیں۔ اِس کے وسیع میدان میں پانی کا ایک تالاب بھی ہے۔ جس میں قسم قسم کے پرندے تیرتے نظر آتے ہیں۔

سینٹ جیمز پارک کے مشرق کی طرف وزارتِ خزانہ اور خارجی امُور کے دفاتر واقع ہیں۔ آرچ سے گزرنے کے بعد وائٹ ہال آجاتا ہے۔

Marfat.com

جو دولتِ انگلشیہ کا سیاسی اور انتظامی مرکز ہے۔ اُس کے آگے پہرہ دار گھوڑوں پر سوار گشت کرتے نظر آتے ہیں۔ اُن کے یونیفارم اور گھوڑے دیکھنے کے لیئے تماشائی یہاں جمع رہتے ہیں۔

وزارتِ خزانہ اور وزارتِ خارجہ کے دفاتر کے درمیان وہ سڑک گزرتی ہے۔ جہاں انگلستان کے وزیرِ اعظم کی سرکاری رہائش گاہ ہے یعنی ڈاؤننگ سٹریٹ۔ یہاں مکان نمبر ۱۰ میں وزیرِ اعظم رہتے ہیں یہ مکان بہت پرانا ہے اور باہر سے کچھ ایسا جاذب نظر نہیں۔ اس کے ساتھ وزارتِ داخلہ کے دفاتر کے ساتھ رائل یونائیٹڈ سروسز میوزیم ہے۔ جہاں کسی زمانے میں بڑی بڑی سرکاری دعوتیں منعقد ہوتی تھیں اِسی ہال کی پہلی منزل کے دروازہ سے ۳۰ رجون ۱۶۴۹ء کو چارلس اول شاہ انگلستان پھانسی کے تختہ پر چڑھنے کے لیئے باہر آیا تھا۔ قریب ہی وزارتِ محنت و فضائیہ کے دفاتر ہیں۔

یہاں سے پارلیمنٹ سٹریٹ شروع ہوتی ہے۔ جہاں سینٹ ہاٹ ایوانِ پارلیمنٹ اور ویسٹ منسٹر ہال واقع ہیں۔ اُن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے

دریائے ٹیمز:

دریائے ٹیمز کے دونوں کناروں پر لندن کا شہر پھیلا ہوا ہے اس میں کشتیاں، جہاز ہزاروں کی تعداد میں چلتے ہیں۔ دن رات آنے جانے والے جہازوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ اُس کی مشرقی شاخ پر

Marfat.com

لندن کا صنعتی اور تجارتی مرکز واقع ہے۔

ایک عجیب سُرنگ:

دریائے ٹیمز کے نیچے کئی میل لمبی ایک سُرنگ بنائی گئی ہے جس میں دو رویہ آمد و رفت کے لیئے گاڑیاں چل سکتی ہیں۔ پیدل چلنے والوں کے لیے علیحدہ فٹ پاتھ بھی بنائے گئے ہیں۔ اِس سُرنگ کو بجلی کی روشنی سے مُنوّر کیا گیا ہے۔ ہوا بھی فراٹے دار چلتی رہتی ہے۔ ہم نے موٹر میں اِس کی سیر کا خُوب لُطف اُٹھایا۔

ٹیمز کا وکٹوریہ بند:

یہ بند دریائے ٹیمز کے کنارے پر ۱۸۷۰ء میں باندھا گیا تھا۔ تاکہ دریا کے کنارے سیر کرنے والوں کو سہولت رہے۔ اِس کے ایک سرے پر دریائے ٹیمز میں سیر کرنے والے لوگوں کے جہاز اور کشتیاں آکر ٹھہرتی ہیں۔ یہاں ایک شہزادی کا مجسمہ ہے جو رتھ میں سوار دکھائی گئی ہے۔ بائیں طرف سکاٹ لینڈ یارڈ کی عمارات ہیں جو لندن کی پولیس کا مرکز ہے۔ اِس سے آگے رائل ایر فورس میمو ریل ہے۔ یہ کانسی کا بنا ہُوا عقاب ہے۔ جو یہ دل کو تولے ہوئے شکار پر جھپٹ رہا ہے۔ اِسی بند پر کچھ دُور آگے ملکہ کلو پیٹرا کی نیڈل ہے۔ یہ ۷۰ فٹ بلند ستون ہے۔ جس کا وزن ۱۸۰ ٹن ہے۔ یہ ۱۵۰۰ قبل مسیح میں مصر کے مقام ہیلی

Marfat.com

پولیس میں ایستادہ تھا۔ یہاں سے اکھاڑ کر اور لوہے کے سلنڈر میں بند کر کے انگریز اسے لندن میں لائے اور ۱۸۸۰ء میں یہاں نصب کیا۔ اس بند پر دُوسرا اپل واٹر لوکا ہے۔ یہ کاریگری کا بہترین نمونہ ہے۔ یہاں سے ولنگڈن سٹریٹ شروع ہوتی ہے۔ یہاں سے سٹرینڈ سٹریٹ نکلتی ہے۔ یہ سٹرک بہت ہی مشہور ہے۔ کیونکہ اس کے ایک طرف فیشن ایبل لنڈن یعنی ویسٹ اینڈ ہے اور دُوسری طرف لندن کا پُرانا شہر

ویسٹ اینڈ :

ویسٹ اینڈ کسی خاص جگہ کا نام نہیں۔ ویسٹ اینڈ کا نام سُن کر دماغ میں عالی شان عمارات، شاندار ہوٹل، نہایت اعلیٰ دُکانیں اور بلند پایہ کلبوں کا تصوّر بندھ جاتا ہے، اور یہ ہے بھی دُرست۔ مگر ویسٹ اینڈ کے بہت بڑے حصے ہیں جہاں کبھی خوبصورت محلّات، ہوٹل اور کلب گھر تھے۔ آج کل بڑے بڑے ایوانِ تجارت ہیں۔ بڑے بڑے لارڈوں اور ڈیوکوں کے محلّات۔ مثلاً ڈیون شائر ہوس۔ چسٹر فیلڈ ہاؤس اُمراء کی رہائش گاہ نہیں رہے۔ بلکہ تجارتی دفاتر میں تبدیل ہو گئے ہیں اور دُنیا کی درآمد اور برآمد کا مرکز بن چکے ہیں۔

ویسٹ اینڈ کا مرکز پکاڈلی سرکس ہے۔ جسے لندن کا دل کہنا چاہیے۔ یہیں سے تمام بڑی بڑی سڑکیں لندن کے اطراف کو نکلتی ہیں۔

ا۔ بونڈ سٹریٹ جو لندن میں سامانِ آرائش کی تجارت کا مرکز ہے۔

Marfat.com

۲۔ سینٹ جیمز سٹریٹ۔ یہ سڑک کلبوں کے لیے مشہور ہے۔ لندن کے تمام مشہور کلب گھر اس پر واقع ہیں۔

۳۔ ریجنٹ سٹریٹ۔ تجارتی سامان کے لیے مشہور ہے۔ ان مشہور سڑکوں کے علاوہ اور بھی بہت سی سڑکیں یہاں سے نکلتی ہیں۔

برٹش میوزیم:

برٹش میوزیم رسل سٹریٹ میں واقع ہے۔ یہ انگلستان میں سب سے بڑا عجائب خانہ ہے۔ جس میں تاریخ آرٹ، علومِ قدیم اور ادب کی بہترین کتابیں اور دستاویز اور نادر نمونہ جات محفوظ ہیں۔ اس کا فن تعمیر یونانی طرز پر ہے۔ جو انیسویں صدی میں انگلستان میں بہت مقبول تھا۔ اس کی لمبائی ۴۰۰ فٹ ہے۔ ان کے دونوں سروں پر دو حصے آگے کی طرف بڑھے ہوئے ہیں۔ جن کے برآمدے ۴۴ ستونوں پر کھڑے ہیں۔ دوسری جنگِ عظیم میں اس عمارت کو بمباری سے عظیم نقصان پہنچا۔ لیکن نادر اشیاء یہاں سے نکال کر محفوظ مقامات پر پہنچا دی گئی تھیں۔ اس لیے وہ نقصان سے محفوظ رہیں۔ اس عمارت میں دنیا کے ہر ملک اور ہر مقام سے تاریخی اہمیت کی اشیاء لاکر انگریزوں نے جمع کر رکھی ہیں۔

برٹش میوزیم کی بنیاد چلسیا (لندن) کے ایک ڈاکٹر نے ۱۷۵۳ء میں رکھی۔ اس ڈاکٹر کے پاس بہت سی نادر تاریخی اشیاء کا ذخیرہ تھا جو

اس نے مرتے وقت مُلک کے حوالے کر دیا۔ اِس کے بعد ہر مُلک کے نوادرات جو انگریزوں کے ہاتھ لگے، یہاں جمع ہوتے رہے۔ صرف لائبریری میں کتابوں کی تعداد چالیس لاکھ ہے۔ جس میں سالانہ پچاس ہزار کتابوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ کیونکہ دولتِ مشترکہ میں ہر چھپنے والی کتاب کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں رکھا جاتا ہے۔ اِس کے ریڈنگ روم کا گنبد ۱۴۰ افٹ قطر کا ہے۔ جو دُنیا کے بڑے بڑے گنبدوں میں شمار ہوتا ہے۔ اخبارات کے تین لاکھ نسخے یہاں ہر سال آتے ہیں۔ اِس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دُنیا کے مشہور ممالک میں نکلنے والا کوئی ایسا اخبار نہیں جس کا ایک نسخہ روزانہ یہاں موصول نہ ہوتا ہو۔ یہ اخبارات فائلوں کی صورت میں الماریوں میں رکھے جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص آج سے ۱۰۰ یا ۲۰۰ سال پہلے کا اخبار دیکھنا چاہے۔ تو تلاش میں کوئی دِقت نہیں ہوتی۔ ہر مُلک کے ہر اخبار کے لیے علیحدہ شیلف ہے۔ جس میں اُس کی فائلیں ترتیب وار لگی ہوئی ہیں۔

مصر انگریزوں کے قبضے میں کافی عرصہ رہا ہے۔ اور یہ ایک ایسا مُلک ہے جس کی تاریخی اہمیت کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔ مصری تہذیب کئی ہزار سال قبل مسیح کی ہے۔ جس کا ذِکر نہ صرف بائیبل میں موجود ہے۔ بلکہ فراعنۂ مصر کے مقبروں میں محفوظ ہے۔ انگریزوں نے قبضہ کے دوران میں اِن مقابر سے حنوط شُدہ لاشیں، پاپیرس رول اور دُوسرے کتبے نکالے۔ کچھ قاہرہ کے عجائب گھر میں رکھے اور باقی ماندہ یہاں لے

Marfat.com

آئے۔ برٹش میوزیم میں مصری نوادرات کے لیے علیحدہ گیلری ہے۔ جہاں حنوط شدہ لاشیں۔ مصری خط میں لکھے ہوئے ہزاروں سال پرانے ریکارڈ۔ ہیرے، جواہرات، لباس، برتن، گھر کا سامان رکھا ہے۔ تاریخ کے طالب علم کے لیے اِن کے بعد کسی اور شے کی ضرورت نہیں رہتی۔

برٹش میوزیم کے قریب ہی لندن یونیورسٹی کے دفاتر ہیں۔ اوکسفورڈ سرکس کے شمال میں ریجنٹ پارک ہے۔ یہ تقریباً ۴۱۲ ایکڑ زمین پر باغات کی صورت میں پھیلا ہوا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی لندن کا وحوش خانہ (چڑیا گھر) ہے

ہائڈ پارک :

اوکسفورڈ سٹریٹ ہمیں ماربل آرچ کی طرف لے جاتی ہے۔ ماربل آرچ دراصل امیرالبحر نیلسن کی یاد میں بنائی گئی تھی۔ لیکن اِس کے نیچے سے شاہی جلوس گزارنے میں جب دِقت پیش آئی تو اِسے وہاں سے ہٹا کر ہائڈ پارک کا دروازہ بنا دیا گیا۔

ہائڈ پارک باغات کا ایک وسیع سلسلہ ہے۔ جو وائٹ ہال سے کنگسٹن تک پھیلا ہوا ہے۔ اِس کا محیط پانچ میل ہے اور اِس میں تین میل لمبی سایہ دار سڑکیں بنی ہوئی ہیں۔ جیمز اوّل کے عہد تک یہ شاہی شکار گاہ تھی۔ چارلس اوّل نے اِس کے درمیان اکھاڑا بنایا۔ یہاں خونی معرکے ہوتے تھے۔ جب دو انگریزوں کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو جاتا تو وہ ایک دوسرے کو پستول یا تلوار سے مقابلے کی دعوت دیتے۔

Marfat.com

ہر ایک اپنے ساتھ ایک نائب لاتا۔ تلواروں کا مقابلہ ہوتا۔ ایک زخمی ہو کر گر پڑتا اور مارا جاتا اور دوسرا کامیاب ہو جاتا۔ اِس خونی معرکہ کو ڈوئل کہتے تھے۔ انگلستان اور یورپ میں اٹھارھویں اور اُنیسویں صدی کی اِبتدا تک اِن معرکوں کا عام رواج تھا۔ قاتل، چور اور اُٹھائی گیرے یہاں جمع رہتے اور سیر کرنے والوں کو اپنا شکار بناتے لیکن جارج دوم کی ملکہ کیرولین نے اِسے سیر گاہ میں بدل دیا۔ ۱۰۰ ایکڑ زمین میں ایک مصنوعی جھیل بنائی۔ جہاں موسم گرما میں نہانے والے جمع ہوتے ہیں

یہ پارک اب لندن کی بہترین سیر گاہ اور تفریحی مقام ہے جہاں مرد، عورتیں، بچے ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر سیر و تفریح سے لُطف اندوز ہوتے ہیں۔ موسم گرما میں شام کے بعد تو یہاں ایک میلہ لگا ہوتا ہے۔ جہاں سیکڑوں جوڑے (مرد و زن) بینچوں پر بیٹھے یا گھاس پر لیٹے چہل بازیوں میں مصروف پائے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی ایک دوسرے کو نہیں دیکھتا۔

پُرانا شہر:

لندن کا شہر دیکھنا ہو تو تعطیل کے دن یعنی اتوار کو دیکھیں جب کہ ہر بازار اور سڑک پر تماشائیوں کا ہجوم ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر کسی نمائش گاہ کی طرف جا رہا ہے عام دِنوں میں سڑکوں پر اُلّو بولتا ہے۔

Marfat.com

پُرانا شہر لاہور کے اندرُونِ فصیل کے شہر سے مِلتا جُلتا ہے۔ جہاں سڑکیں تنگ ہیں گلیاں پیچ دار اور بھُول بھلّیاں کا نقشہ پیش کرتی ہیں۔ پُرانی وضع کی عمارتیں جو دُھوئیں سے سیاہ ہیں، نظر آتی ہیں۔ جن میں اِنسان جانوروں کی طرح بند ہیں۔ ایک کمرے میں پُورا خاندان آباد ہے کہیں فاقہ زدہ اور بے بس بچے گلیوں میں کھیلتے نظر آتے ہیں۔ جن کے پھٹے پُرانے کپڑے اُن کی غُربت کے آئینہ دار ہیں۔ پاکستان کے رہنے والوں نے تو انگریز حُکمران کو دیکھا ہے۔ جس کا سر غرُور سے بلند رہتا تھا اور یہاں حاکم بن کر آتا اور حاکم ہی ریٹائر ہو کر چلا جاتا تھا۔ لیکن اِن اندرُونِ شہر کے رہنے والوں کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ لندن میں بھی غریب اور فلاکت زدہ لوگ ہیں۔ جن کو کبھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہُوا۔ جو سردی میں ٹھٹھرتے ہیں اور جنھیں سرما کی برفانی راتیں گلیوں میں سیڑھیوں پر گزارنی پڑتی ہیں۔

فلیٹ سٹریٹ:

بلیک فرائر برج کے شمال کی طرف برج سٹریٹ ہے اور بائیں جانب فلیٹ سٹریٹ۔ اِس سڑک کا نام دریائے ٹیمز کے ایک مُعاون پر رکھا گیا ہے۔ فلیٹ سٹریٹ کا نام آتے ہی لندن کے سیّاح کے سامنے اخبارات کی دُنیا آجاتی ہے۔ اِس سڑک پر لندن سے نکلنے والے تمام اخبارات رسالوں کے دفاتر اور چھاپے خانے ہیں۔ ڈیلی مرر۔ لنڈن ٹائمز۔

Marfat.com

ڈیلی ایکسپریس بڑی بڑی جہازی عمارتوں میں واقع ہیں۔ جو کئی کئی منزلوں کی ہیں۔

عجیب رسم :

فلیٹ سٹریٹ جہاں ختم ہوتی ہے، وہ جگہ ٹمپل بار کہلاتی ہے یہاں ملکہ وکٹوریہ اور ایڈورڈ ہفتم کے جبکہ وہ ولیعہد سلطنت تھا مجسمے نصب ہیں۔ اِس مقام سے ایک عجیب رسم وابستہ ہے۔ جب شاہی سواری کا جلوس شہر میں داخل ہو کر اِس مقام پر پہنچتا ہے۔ تو بادشاہ لارڈ میئر سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اُسے ٹمپل بار میں جانے کی اجازت دے اس پر لارڈ میئر بادشاہ کی خدمت میں شہر کی چابیاں پیش کرتا ہے۔ اِس کے بعد جب سواری یہاں سے روانہ ہوتی ہے تو یہ چابیاں لارڈ میئر کو واپس کر دی جاتی ہیں۔

لندن کی عدالتیں :

فلیٹ سٹریٹ کے جنوب سے شروع ہو کر دریا کے کنارے تک سرکاری عدالتوں کی عمارات ہیں یہیں پر انر ٹمپل اور مڈل ٹمپل واقع ہیں۔ جہاں بیرسٹری کی تعلیم دی جاتی ہے۔

ٹاور اوف لندن :

یہ قلعہ ٹاور ہل پر واقع ہے۔ یہ لندن کی بہت ہی پرانی عمارتوں

Marfat.com

میں سے ہے۔ درمیانی مربع گنبد جو سفید گنبد کے نام سے مشہور ہے، ولیم فاتح نے آج سے ایک ہزار سال پہلے بنایا تھا۔ بعد کے شاہی خاندان اس میں اضافہ کرتے چلے آئے اور آج یہ قلعہ ایک وسیع رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ ہنری سوم اور ایڈورڈ اوّل نے اس کی فصیل بنوا کر مضبوطی میں اضافہ کیا۔ اس بڑے گنبد کے اِرد گرد چھوٹے چھوٹے برج بنائے رچرڈ اوّل نے اس کے گرد گہری خندق کھدوائی۔ مختلف شاہی خاندانوں کے عہد میں کبھی بطور قلعہ، کبھی شاہی رہائش گاہ، کبھی سرکاری جیل، کبھی خزانہ اور کبھی ریکارڈ آفس استعمال کیا گیا۔ اس کے ہر برج کا علیحدہ علیحدہ نام ہے۔ ان میں سے ایک خونی برج کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں ڈیوک آف یارک اور اس کے بھائی ایڈورڈ پنجم کو ان کے چچا نے قتل کیا تھا۔ اس کے ایک برج میں سر والٹر ریلے کو نظر بند کیا گیا تھا جہاں اس نے دنیا کی تاریخ لکھی۔

اس کا ایک حصہ واٹرلو پارک کہلاتا ہے۔ اس میں ٹاور آف لندن کا محافظ دستہ رہتا ہے۔ یہ سفید برج کے شمال کی طرف واقع ہے۔ سفید برج کے جنوب کی طرف سینٹ تھامس کا برج ہے۔ اس برج کا بیرونی دروازہ غداروں کے دروازہ کے نام سے موسوم ہے جن کو موت کی سزا دی جاتی تھی۔ وہ اس دروازہ سے برج میں داخل کیے جاتے۔ اس وجہ سے یہ دروازہ اس عجیب نام سے موسوم ہوا۔ اسی دروازے سے خونی برج کو بھی ایک راستہ جاتا ہے۔ ٹاور آف لندن

کا ایک بُرج جو دریائے ٹیمز کی طرف ہے۔ وہ ویکفیلڈ ٹاور کے نام سے مشہور ہے۔ اِس میں شاہی جواہرات محفوظ ہیں۔ اِن جواہرات میں اِنگلستان کے شاہی تاج (سینٹ ایڈورڈ کا تاج۔ ملکہ وکٹوریہ کا تاج۔ ولیعہد سلطنت کا تاج) ہیں۔ جو گیارہ ہزار قیمتی پتھر ہیرے اور جواہرات سے مُرصّع ہیں۔ اِن کے علاوہ قیمتی لباس۔ پُرانے زیورات تاجپوشی کے وقت تیل لگانے کا چمچہ۔ سونے کا عقاب بھی یہاں رکھا ہُوا ہے۔

چارلس دوم کے عہد میں کیپٹن بلڈ نامی ایک انگریز اِن جواہرات کو چُرانے میں کامیاب ہُوا۔ جب چوری کی خبر ہُوئی تو کیپٹن کی تلاش شروع ہو گئی اور اُسے گرفتار کر لیا گیا۔ جب بادشاہ کے سامنے پیش ہُوا تو بادشاہ اِس کامیاب چور سے اِس قدر خوش ہُوا کہ اُسے نہ صرف مُعاف کر دیا۔ بلکہ بطورِ اِنعام زندگی بھر کی پنشن بھی دے دی۔ اِس کے بعد آج تک کئی لوگوں نے یہ جواہرات چوری کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اُن تک رسائی جُوئے شیر لانے کے مُترادف ہے۔ ٹاور کو دوسری جنگ عظیم میں بمباری سے نقصان پہنچا۔ لیکن اب اِس کی مرمّت ہو چُکی ہے۔ ٹاور کے حفاظتی دستے کا اب تک وُہی پُرانا یونیفارم چلا آتا ہے جو ہنری دوم کے زمانے میں پہنا جاتا تھا۔ اور سرکاری جلوس میں جب یہ دستہ شریک ہوتا ہے۔ تو اِن کی شاندار وردیاں تماشائیوں کی نظروں کا مرکز بن جاتی ہیں۔

Marfat.com

لندن کی بندرگاہ:

ٹاور آف لندن کے جنوب مشرق کی طرف دریائے ٹیمز کا پُل ٹاور برُج کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ۱۸۹۴ء میں بنایا گیا۔ اِس کا ذکر اِس لیے کیا گیا ہے کہ یہ اتنا بلند نہیں کہ اِس کے نیچے سے جہاز گزر سکیں۔ جب جہاز آتا ہے تو یہ پُل دو حصّوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ جہاز کے گزرنے کے بعد دونوں حصّے پھر اپنی جگہ پر آجاتے ہیں اور پُل آنے جانے والوں کے لیے کھُل جاتا ہے۔ اِس پُل سے لندن کی بندرگاہ شروع ہوتی ہے۔ یہ بندرگاہ میلوں تک چلی جاتی ہے۔ یہاں پر دُنیا کے رسب سے بڑے ۵ ڈیک بنے ہُوئے ہیں۔ جہاں ہر سال ۶۰ ہزار جہاز آتے جاتے ہیں۔

یہ ڈیک ۱۰ میل تک دریا کے کنارے چلے جاتے ہیں۔ ٹاور برج کے شمال مشرق کی طرف شاہی ٹکسال کی عمارات ہیں۔ یہاں ہر قیمت کے سِکّے، انعامی اور فوجی تمغے بنتے ہیں۔ ٹکسال کا اپنا عجائب گھر بھی ہے جس میں اِنگلستان کے پُرانے بادشاہوں کے وقت سے لے کر آج تک جس قدر سِکّے اور تمغے بنائے گئے ہیں، شیشے کے شو کیسوں میں رکھے ہُوئے ہیں۔ عجائب گھر کی سیر کے لیے اجازت لینا ضروری ہے۔

مچھلی منڈی:

ٹاور ہِل سے ایک سڑک مچھلی منڈی کی طرف جاتی ہے۔ یہ منڈی

ایک ہزار سال ہوئے یہاں مچھلی کے کاروبار کے لیے قائم ہوئی اور آج بھی یہاں کی گہما گہمی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

دریائے ٹیمز کا جنوبی کنارا :

ایوانِ پارلیمنٹ کے بالمقابل دوسری طرف دریائے ٹیمز کا جنوبی کنارا سرے کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں لندن کی میونسپل کمیٹی کے دفاتر اور ہال ہے۔ یہ عمارت ۱۹۰۹ء میں شروع ہوئی اور ۱۹۲۲ء میں اِس کا اِفتتاح شاہ جارج پنجم نے کیا۔ اِس کنارے کا بند البرٹ بند کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں سے ایوانِ پارلیمنٹ، بگ بن، ویسٹ منسٹر ہال کا نظّارہ قابلِ دید ہوتا ہے۔ اِس کے علاوہ لندن کی اُونچی عمارات کے میناروں کے کلس دُور فضا کی گہرائیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ جہاں یہ بند ختم ہوتا ہے، وہاں لیمبتھ پیلس ہے جو آرچ بشپ آف کنٹربری انگلستان کے لاٹ پادری کی رہائش گاہ ہے۔ لیمبتھ پیلس سے آگے واڈزورتھ بیرج آتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے ہر سال اوکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں کے درمیان بوٹ ریس (کشتیوں کی دوڑ) شروع ہوتی ہے۔

کیننگٹن میں سرے کرکٹ کلب کا ہیڈ کوارٹر ہے اور یہاں ہی اوول کا میدان ہے جو لندن کا سب سے بڑا کرکٹ کا میدان ہے۔ اسی میدان میں آسٹریلیا انگلینڈ کے ٹسٹ میچ منعقد ہوتے ہیں۔ پچھلے سال یہاں پاکستانی کھلاڑیوں نے انگریزوں کی بہترین ٹیم کو شکست دی تھی۔

زمین دوز ریلیں :

لندن اور اِس کے مضافات کو جلد از جلد طے کرنے کے لیے
بجلی کے ذریعے چلنے والی زمین دوز ریلوں کا وسیع جال بچھا ہُوا ہے
اِس ریل کے ڈیڑھ سو کے قریب اسٹیشن ہوں گے ۔ پانچ پانچ دس دس
منٹ کے بعد یہ گاڑیاں ہر اسٹیشن پر موجود ہوتی ہیں ۔ ٹرین آتے ہی
اِس کے دروازے خود بخود کھل جاتے ہیں ۔ دو تین منٹ سے زیادہ
یہ ٹرین سٹیشن پر نہیں رُکتی ۔ چلتے وقت دروازے خود بخود بند ہو جاتے
ہیں ۔ مرد ، عورتیں اور بچّے بڑی پھرتی اور چستی سے چڑھتے اور اُترتے ہیں ۔
واقعی یہاں کی مصروف زندگی دیکھ کر بڑا رشک آتا ہے ۔ کہ یہ لوگ
وقت کی کتنی قدر کرتے ہیں ۔

اب مجھے صرف دو اور عمارات کا ذکر کرنا ہے ۔ جن کی نظیر ہمارے
ہاں ملنا ناممکن ہے ۔ یُوں تو لندن میں بڑے بڑے سٹور ہیں ۔ جہاں ہر
طرح کی اشیاء مہیا ہو سکتی ہیں لیکن سلفرج کمپنی اور آکسفورڈ ڈیکا اینڈ
کمپنی اپنی قسم کے واحد تجارتی مرکز ہیں ۔ ان کو اگر ایک تجارتی شہر کہا
جائے تو مبالغہ نہ ہو گا ۔ کیونکہ ہر دو سٹور وسیع اور کئی منزلوں کی عمارات
میں واقع ہیں ۔ جن کے اُوپر نیچے جانے کے لیے لفٹ لگے ہُوئے ہیں ۔
ٹیلیفون اِس قدر ہیں کہ ایک کمرے سے دُوسرے کمرے اور ایک ہی کمرہ
میں ایک سٹال سے دوسری سٹال سے باتیں کرنے کے لیے ٹیلیفون
استعمال ہوتے ہیں ۔ گاہکوں کو ہر قسم کی سہولت میسّر ہے ۔ خوبصورت

Marfat.com

نوجوان لڑکیاں سیلز وومن کی ڈیوٹی پر متعیّن ہیں ۔ اور اُن کا اندازِ گفتگو اِس قدر دِل رُبا ہوتا ہے کہ گاہک بغیر خریدے واپس نہیں جاسکتا۔ اِن تجارت گاہوں میں آپ کو ہر چیز مل سکتی ہے۔ پنساری کا سامان سٹیشنری کی ضروریات۔ ادویات۔ کپڑا۔ بجلی کا سامان۔ پرنٹنگ کی اشیاء۔ آرائش کی اشیاء۔ فرنیچر۔ عمارتی ضروریات۔ رنگ پینٹ وغیرہ۔ غرضیکہ ضرورت کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اِن سٹورز سے نہ مل سکے۔ ہر سامان کے لیئے علیحدہ علیحدہ ڈیپارٹمنٹ ہے اور اس کے لیئے علیحدہ سٹاف۔ آپ نے جو چیز پسند کی اُس کا خوبصورت پیکٹ تیار ہو کر فوراً آپ کو مل جائے گا۔

کاش ہمارے ہاں بھی ایسا ہو کہ دُکاندار دیانتداری سے کام کریں اور گاہک اُن پر بھروسہ کر سکے۔ اِسلام نے تو جس کاروبار کی تعلیم پر زور دیا ہے، اُس میں دیانتداری پہلا اصُول ہے۔ خریدار کو اچھی چیز دکھا کر ناقص شے نہ دیں۔ اگر خریدار کو غلطی سے کوئی ناقص شے چلی گئی ہے تو اُسے فوراً واپس لیا جائے اور جس شے کا سودا کیا گیا ہے وہی مال خریدار کو دیا جائے۔ انگریزوں نے اِس اصُول کو پلّے باندھ لیا اور دُنیا کی تجارت اُن کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ مُسلمان جن کو مذہب نے سچائی اور دیانتداری کی تعلیم دی تھی۔ وہ اِس کو چھوڑ کر اغیار کی غُلامی کا شکار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو اِسلام کے اصولوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

لنڈن میں اِن مقامات کے علاوہ اور بھی کئی ایک جگہیں تھیں جو دیکھنے کو دِل چاہتا تھا اور ابھی دیکھا ہی کیا تھا۔ زمین دوز ریلوں بسوں اور موٹروں میں بھاگم بھاگ ایک جگہ سے دُوسری جگہ چلے جا رہے تھے۔ ہمارے دوست مسٹر حسین کہتے تھے کہ آپ نے اِس لمبے قیام میں اِس قدر دیکھ لیا ہے جو عام لوگ چھ مہینوں میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔ یہاں سے ۱۷ جولائی کی رات ہوائی جہاز میں سوار ہو کر پیرس (فرانس) کو روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

پیرس (فرانس)

لندن میں پہنچ کر عارضی رہائش کی تلاش نے پہلے دو دن کافی بدمزگی پیدا کر دی تھی۔ لیکن ہائی کمشنر کے ایجوکیشنل اتاچی مسٹر اے جی بٹ کی وساطت سے یہ مرحلہ جلد ہی طے ہو گیا۔ مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ اس لیے ہم نے پیرس میں پہلے ہی جگہ کا انتظام کر لیا تاکہ وہاں پہنچ کر ہمارے ساتھ لندن جیسا معاملہ درپیش نہ آئے۔

لندن میں تو انگریزی سے کام چل گیا تھا۔ لیکن پیرس میں زبان کا مرحلہ بھی تھا۔ جس کے نام سے تو ضرور آشنا تھے۔ لیکن ایک حرف بھی سمجھنا اور سمجھانا مشکل کیا ناممکن تھا۔ احتیاطاً ایک کتاب خرید لی گئی جس میں انگریزی اور فرانسیسی زبان میں روزمرہ کی ضروریات کے فقرے آمنے سامنے درج ہوتے ہیں اور بجائے زبان کے انگشت سے باتیں کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ یورپ میں عام رائج ہے۔ آپ انگریزی جانتے ہیں جس سے آپ کو کوئی چیز لینا درکار ہو وہ فرانسیسی جانتا ہے۔ تو آپ جو بات اُسے کہنا چاہتے ہیں، اس مطلب کا انگریزی فقرہ

Marfat.com

کتاب سے تلاش کر کے اُس کے بالمقابل فرانسیسی ترجمہ پر اُنگلی رکھ دیں۔ وہ فوراً آپ کا مطلب سمجھ جائے گا۔ اور مُناسب جواب آپ کو مل جائے گا۔ لیکن خُدا کا شکر ہے کہ ہمیں انگشت سے باتیں کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ بلکہ یہاں بھی انگریزی سے ہی کام چل گیا۔

۱۶ر جولائی کو ہم شام کے قریب پیرس میں سیدھے ہوٹل اسٹرا پہنچے۔ جہاں ہمارے لیے کمرہ مخصوص تھا۔ سفر کی کوفت تو بھی نہیں تاہم اجنبی شہر میں بغیر کسی گائیڈ کے نکلنا قرین مصلحت نہ تھا۔ اِس لیے شہر کی سیر کا پروگرام دُوسرے دِن پر ملتوی کرنا پڑا۔ تاہم صُبح کے سفر کے لیے ضروری انتظامات مکمل کر لیے۔

شہر کی تاریخ :

پیرس دُنیا کے بڑے بڑے شہروں میں سے ہے اور نفاست، صفائی اور خوبصورتی کے لحاظ سے ایشیا یورپ اور امریکہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ امریکن سیاح تو خاص طور پر پیرس کی سیر کے لیے ہزاروں میل کا سفر طے کر کے یہاں آتے ہیں۔ اِس کی آبادی تقریباً تیس لاکھ ہے اور ستائیس ہزار ایکڑ زمین پر اِس کی عمارات، باغات اور سڑکیں پھیلی ہوئی ہیں۔ دریائے سین اِس کے درمیان میں بہتا ہے۔ جس کو عبور کرنے کے لیے بے شمار پُل بنے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

قدیم شاہی عہد :

فرانسیسی لوگ زمانۂ وسطیٰ سے آزاد چلے آئے ہیں۔ لوئی چہار دہم کے زمانے میں فرانس یورپ کا سب سے طاقتور ملک تھا۔ شاہی دربار میں اطراف و جوانب کے شاہزادے، شہزادیاں، امرا اور اُن کی بیگمات آداب شاہی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے مہینوں نہیں برسوں پیرس میں قیام کرتے اور جب واپس لوٹتے تو فخریہ بیان کرتے کہ اُنھوں نے اِتنی مُدت پیرس کے شاہی دربار میں گزاری ہے اس زمانے کی یادگاریں اب بھی جُوں کی تُوں محفوظ اور بیرونی سیاحوں کی سیر و سیاحت کے لیے کُھلی ہیں۔

اہلِ فرانس اور عرب :

فرانس دُنیا کی پانچ بڑی سلطنتوں میں سے ایک ہے۔ جس کے ماتحت افریقہ اور امریکہ کے برِّاعظم میں وسیع علاقے ہیں۔ ہر دو جنگہائے عظیم میں فرانس پر بہت مصائب نازل ہُوئے۔ اور اُس کا ہر بڑا شہر جرمن بمباری کا نشانہ بنا۔ لیکن فرانسیسیوں کی جوانمردی اور ہمّت کی داد دینی چاہیے کہ اُنھوں نے چند سالوں میں اِن نقصانات کی تلافی کر لی اور اب وہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کبھی لڑائی ہُوئی ہی نہ تھی فرانسیسی نہایت زندہ دل لوگ ہیں۔ جو مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہتے ہیں تاہم عربوں پر اِن کے مظالم نے اِنھیں اِسلامی دُنیا میں بدنام کر دیا ہے۔

Marfat.com

اور عربوں کی جنگِ آزادی نے فرانسیسی طاقت کو پریشان کر رکھا ہے۔

آب و ہوا :

فرانس کی آب و ہوا نہایت خوشگوار ہے۔ خاص کر جنوبی فرانس کی جو انگور کے باغات کے لیے مشہور ہے۔ یہاں شہتوت کے درخت بکثرت ہوتے ہیں۔ اِس لیے ریشم کے کیڑے پالنے اور ریشم حاصل کرنے کی صنعت عام ہے۔ شمالی مشرقی حصّہ میں لوہا اور کوئلہ ملتا ہے اور یہاں لوہے اور فولاد کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ جہاز سازی انجن مشینیں، بجلی کا سامان تیل اور صابن اور سامانِ آرائش کے کارخانے ہیں۔ مخمل اور ریشمی کپڑا جیسا یہاں بنتا ہے۔ اِس کی مثال اور جگہ ملنا مُشکل ہے۔

پُرانا شہر :

دُوسرے دن ٹیکسی لے کر ہم شہر کی سیر کو روانہ ہُوئے۔ سڑکیں صاف اور شفّاف ہیں۔ مکانات اور عمارات سے نفاست پرستی ہے۔ لندن کے مُقابلے میں یہاں سکون زیادہ ہے۔ اور ٹریفک میں بھی آسانی ہے یہاں کی عمارات کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنانے والوں نے موزونیت خُوبصُورتی اور نزاکت کو کہیں بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا بڑی بڑی عالی شان اور وسیع عمارات میں بھی یہی خُوبی نظر آتی ہے پُرانا

Marfat.com

شہر جسے رومن زمانے کی یادگار کہا جاتا ہے۔ دریائے سین کی دو شاخوں کے درمیان اور اُن کے اِرد گرد واقع ہے۔ یہی مرکز رفتہ رفتہ پھیل کر موجودہ پیرس میں تبدیل ہو گیا۔ اِس دریائی جزیرہ میں نوٹرڈیم کا گرجا۔ صدر پولیس کا دفتر اور سینٹ لوئیس کا محل پیلس جسٹس واقع ہیں۔ اِس حِصّہ میں داخل ہونے کے لیئے پوانٹ نوف کے پُل سے گزریئے۔ یہ پیرس کا بہت ہی پُرانا پُل ہے۔ اِس محل میں کین سگری کا قید خانہ ہے جہاں انقلابِ فرانس کے کئی اہم واقعات رُونما ہوئے۔ اِس حصہ میں عمارات زیادہ تر سولھویں اور سترھویں صدی کی ہیں۔

نائٹرڈیم کا گرجا :

یہ گرجا ۱۱۶۳ء میں بشپ مورکس ڈیلے نے بنانا شروع کیا اور تقریباً ایک سو سال میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ یہ رومن اور گوتھک فن کے امتزاج کا بہترین شاہکار ہے۔ ابھی اِس گرجا کی عمارت زیرِ تعمیر تھی کہ سینٹ لوئیس نے سینٹ چیپل کا گرجا بنایا جو پتھر اور شیشے کی نہایت ہی خوبصورت اور دلفریب عمارت ہے۔ اِس میں وہ کانٹوں کا تاج محفوظ ہے جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانے سے پیشتر پہنایا گیا تھا۔ عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی اُمّت کی نجات کے لیئے مصلوب ہوئے۔ لیکن اِس بات کی تردید قرآن حکیم نے کر دی، جبکہ یہ آیات نازل ہوئیں۔ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ الخ

Marfat.com

یعنی نہ تو حضرت عیسیٰؑ قتل کیے گئے اور نہ ہی صلیب پر لٹکائے گئے بلکہ اِنھیں شُبہ ہُوا اور اللہ تعالیٰ نے اُنھیں اپنی طرف اُٹھا لیا۔ صلیب پہ لے جانے کا ردّ قرآن آیات کریمہ میں موجود ہے۔ اور نجات دینے کی تردید ایک دُوسری جگہ کر دی۔ جبکہ میدانِ محشر میں انبیائے کرام جمع ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے پُوچھیں گے تو وہ جواب میں فرمائیں گے کہ "اے اللہ تُو جانتا ہے۔ کہ جب تک میں اِن میں رہا ان کو تیری پرستش اور توحید کی تلقین کرتا رہا اور جب تُو نے مُجھے اُٹھا لیا تو تُو اِن کا نگہبان تھا۔ میں نے اُن سے کبھی نہیں کہا کہ تُم میری اور میری ماں کی پرستش کرنا۔"

نوٹرا ڈیم کی عمارت پر فرانسیسی قوم نے فنِ معماری کی اِنتہا کر دی ہے۔ بلند و بالا محرابیں تین منزل اُونچی عمارت کو سہارا دے رہی ہیں۔ جو رات کو چاند کی روشنی میں آگرہ کے تاج محل کی طرح طلسمی عمارت معلوم ہوتی ہے۔ اِس خُوبصُورت گرجا گھر میں فرانس کا لاٹ پادری بادشاہوں اور غیر مُلکی مُعززین سے مُلاقات کرتا ہے۔ یہ گرجا فرانس کی تاریخ کا مرکز خیال کیا جاتا ہے۔

یہاں سے ہو کر لاوَرے گُزرے۔ یہ دریائے سین کے شمالی کنارے پر زمانۂ وسطیٰ میں شاہی محل تھا۔ اور اب اِسے عجائب خانہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ جن میں بہترین مُصوّروں کے شاہکار رکھے ہُوئے ہیں۔ اِس عجائب خانہ کو دیکھ کر خیال آیا کہ کبھی یہ بادشاہوں کا مسکن تھا

Marfat.com

جہاں کے رہنے والے کروڑوں انسانوں پر حکومت کرتے تھے۔ ان محلوں میں کسی ادنیٰ درجہ کے انسان کا گزر نا ممکن تھا۔ آج نیرنگیٔ تقدیر دیکھیے کہ وہ جگہ ہر خاص و عام کے لیئے کھلی ہے اور بادشاہوں کی جگہ یہاں تصاویر نے لے لی ہے ہے

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

انقلاب فرانس :

ذرا آگے جا کر کنگارڈ کی عمارات شروع ہو گیئں۔ یہ نیم دائرہ کی شکل کی عمارت ہے۔ جس کے مرکز میں خوبصورت تالاب بنا ہوا ہے اس میں آٹھ مجسمے کھڑے ہیں، جو آٹھ بڑے فرانسیسی شہروں کو ظاہر کر رہے ہیں۔ یہ عمارت گیبرئیل معمار نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائی اور انقلاب فرانس میں اس عمارت میں کئی ایک اہم واقعات رونما ہوئے انقلاب فرانس کا ٹربیونل یہاں بیٹھتا اور تمام احکام یہاں سے جاری ہوتے۔ آخری شاہ فرانس لوئی سیزدہم، اس کی ملکہ میری انٹونیٹ اور کئی ایک شاہی خاندان کے افراد اور بڑے بڑے عمائدین سلطنت کو یہاں پھانسی دی گئی۔ یہاں پر ڈینٹن اور ردبس پیری کو بھی جنھوں نے انقلاب فرانس میں بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔ تختہ دار پر لٹکایا گیا۔

انقلاب فرانس اٹھارھویں صدی کے آخر میں رونما ہوا اور اس نے نہ صرف فرانس بلکہ یورپ کی تمام ریاستوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا

Marfat.com

جمہوریت کی ابتدا اور شہنشاہیت کا خاتمہ اسی انقلاب کے نتائج تھے۔

چرچ آف میڈلین :

یہ گرجا لوئی پانزدہم نے ۱۷۶۴ء میں شروع کیا۔ اسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم یونان کے پرانے معبد میں دوبارہ پہنچ گئے ہیں۔ وہی نقشہ۔ وہی طرز تعمیر۔ نپولین اعظم نے بھی اس کی تکمیل میں حصہ لیا اور اسے اپنی فتوحات کی یادگار بنایا۔

میڈلین سے واپس ہو کر پلیس سے گزرے یہاں بھی ایک شاندار محل نما عمارت ہے جو پیٹٹ پیلیس کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سن ۱۹۰۰ء میں نمائش گاہ بنائی گئی تھی۔ لیکن اب عجائب گھر میں تبدیل ہو چکی ہے۔ جس میں مصوری معماری اور سنگتراشی کے شاہکار رکھے ہوئے ہیں

آرچ ٹرائمف :

دریائے سین اب ہم سے جنوب کی طرف رہ گیا اور ہمارا موٹر سیدھا آرچ ٹرائمف یعنی یادگار فتح کی طرف روانہ ہوا۔ یہ بلند و بالا عمارت ایک محراب پر کھڑی ہے۔ جو ۱۴۷ فٹ اونچی اور ۱۴۹ فٹ چوڑی ہے۔ نپولین نے اسے اپنی فتوحات کی یادگار کے طور پر ۱۸۰۶ء میں شروع کیا اور لوئی فلپس نے مکمل کیا۔ اس کے سامنے اور پیچھے کی طرف محراب کے دائیں اور بائیں حصوں پر چار مختلف تصاویر

Marfat.com

اُبھری ہُوئی ہیں۔ یہ سنگتراشی کے بہترین نمونے گِنے جاتے ہیں۔ یہیں پہلی جنگِ عظیم کے ایک نامعلوم فوجی کا "تابُوت" رکھا ہے اور اِس کے پاس محراب کے نیچے ہر وقت آگ کا شعلہ روشن رہتا ہے جو ان فوجیوں کی یاد میں روشن کیا گیا تھا۔ جو جنگِ عظیم میں دادِ شجاعت دیتے ہُوئے ہلاک ہُوئے۔ اِس آگ کے روشن شُعلے کو دیکھ کر خیال آیا کہ ہمارے ہاں اگر کسی قبر یا مزار سے آگ نکلتی ہے تو ایسے شخص کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ یہ جہنمی ہوگا لیکن اس قوم کی عقل دیکھیے جو دُنیا کی رہبری کا دعویٰ کرتی ہے اور دُنیا میں ہی اپنے سپاہیوں کو جہنم کی آگ کے شعلوں کی نذر کر کے فخر محسوس کرتی اور اِس فعل کو اپنی عقیدت کا نشان قرار دیتی ہے۔

یادگارِ فتح کے اِرد گرد لوہے کا جنگلہ اور مخملی گھاس کی کیاریاں ہیں۔ یہاں سے مختلف اطراف کو گیارہ سڑکیں نکلتی ہیں، جن پر دو رویہ حدِّ نگاہ تک عمارات دِکھائی دیتی ہیں۔

چیلیٹ کا محل :

یادگارِ فتح سے ہو کر ہم دوبارہ دریائے سین کی طرف لوٹے اور راستے میں چیلیٹ کا محل بھی دیکھا۔ یہ سفید پتھر کی بہت بڑی عمارت ہے جو ۱۹۳۷ء کی نمائش کے لیے دوبارہ تعمیر ہُوئی۔ اِس میں ایک تھیٹر اور

Marfat.com

نگار خانہ ہے ۔ یو۔ این۔ او کی مجالس جو پیرس میں ہوتی ہیں، وہ اسی عمارت میں منعقد کی جاتی ہیں۔

ایفل ٹاور :

اِس کے سامنے دریائے سین کے جنوبی کنارہ پر ایفل ٹاور ہے۔ جو دُنیا کا بلند ترین مینار ہے۔ یہ لوہے اور فولاد کا بنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اِس میں ۱۲۰۰۰ ٹکڑے ۲۵ لاکھ روٹوں سے جوڑے گئے تھے۔ اِس کی بلندی ۹۸۴ فٹ ہے اور اِس پر ۷۸ لاکھ سونے کے فرانک خرچ کیئے گئے۔ انجینئر ایفل نے اسکی تعمیر اور تکمیل کا بیڑا اُٹھایا اسی لیئے اِس کا نام بھی ایفل ٹاور رکھا گیا۔ یہ ۱۸۸۹ء کی نمائش منعقدہ پیرس کا سب سے زیادہ جاذبِ نظر عجوبہ تھا۔ اِس کے نچلے حصے کا رقبہ تیس ہزار مربع فٹ ہے۔ اور جُوں جُوں بلند ہوتا جاتا ہے۔ اِس رقبہ میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ چوٹی پر صرف ۳۰۰ مربع فٹ رہ جاتا ہے۔ جہاں چاروں طرف گیلری ہے۔ جس میں کھڑے ہو کر پیرس کی بلند و بالا عمارات دریائے سین اور اس کے پُل۔ گرجے۔ باغات، سطح زمین پر بکھرے ہوئے گڑیوں کے گھروندے دِکھائی دیتے ہیں۔ آج کل ایفل ٹاور کے نچلے حصے میں تھیٹر اور ہوٹل ہیں۔

مینار کے ساتھ جنوب مشرق کی طرف ایک بہت ہی وسیع میدان ہے۔ جہاں فوجیں پریڈ کرتی ہیں اور اِس میدان کے دُوسرے کنارے

Marfat.com

پر فوجی اکیڈمی کی عمارات ہیں۔ جو ۱۷۵۲ء میں لوئی پانزدہم نے اُمراء کے لڑکوں کی فوجی تعلیم کے لیے قائم کی تھی۔ اِس کالج کے سامنے مارشل جیفرے کا بہت بلند مجسمہ کھڑا ہے۔

نپولین کا مقبرہ :

دُوسرے دِن ہم بوناپارٹ سٹرک سے دریائے سین پر پہنچے۔ اِس سٹرک کے ایک طرف میڈیکل اکاڈمی کی عمارات ہیں اور اِس کے قریب ہی لاہور کے میو سکول آف آرٹس جیسا ایک آرٹس کا سکول ہے۔ اِس سکول میں فرانس کے اعلیٰ ترین مُصوّروں، سنگتراشوں اور فوٹوگرافروں کے شاہکار مُقابلہ کے لیے پیش ہوتے ہیں اور انعام حاصل کرنے والا فنکار اپنے فن کا استاد مانا جاتا ہے۔ اِس سکول کے عجائب خانہ میں بہترین فنکاروں کے نمونے نمائش کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔ دریا کے کنارے یہ فرانس کی انسٹیٹیوٹ کی عمارات ہیں۔ جس میں پانچ مختلف اکاڈمیوں کی تعلیم گاہیں ہیں۔ سٹرک کے اُوپر دریائے سین کے رُخ کباڑیوں کی دُکانیں ہیں جو پُرانی کتابوں کا کاروبار کرتے ہیں۔

اِن کو دیکھتے ہُوئے ہم فرانس کی نیشنل اسمبلی کے دفاتر اور ہال تک پہنچے۔ یہ دراصل لوئی چہاردہم کی بیٹی کا محل تھا جو ۱۷۲۲ء میں اُس نے اپنے لیے بنوایا۔ یہاں ۱۹۴۴ء میں جرمنوں اور آزاد فرانسیسی سپاہیوں میں بہت خُونریز جنگ ہُوئی۔ کونسل ہال اور نپولین کے مزار کے

Marfat.com

درمیان چیمبر کے صدر کا سرکاری محل ہے۔ اِس سے پرے دفترِ خارجہ ہے
نپولین کے مقبرہ کی عمارات کے کئی حصے ہیں۔ اِس کے گرداگرد
مضبوط خندق ہے۔ وہاں سے گزر کر ایک لوہے کا دروازہ آتا ہے جو
ایک فراخ صحن میں کھلتا ہے۔ اِس میں بہت سی توپیں رکھی ہوئی ہیں جو
مختلف جنگوں میں دشمنوں سے چھینی گئیں۔ اِس میں پرشیا کے
بادشاہ فریڈرک کی توپیں خاص خاص موقعوں پر چلائی جاتی ہیں۔ اِس
کے آگے چرچ آف سینٹ لوئس میں کئی ایک نادر اشیاء نمائش کے
لیے رکھی ہوئی ہیں۔ اِس میں مختلف جھنڈے جو نپولین نے لڑائیوں میں
دشمنوں کی شکست کے بعد چھینے، قابلِ دید ہیں۔ اِس کے علاوہ نپولین
کی مختلف یادگاریں محفوظ ہیں۔

نپولین کے مقبرے کا گنبد ۳۴۵ فٹ بلند ہے۔ یہ گرجے کا ایک
حصہ ہے۔ اِس سنہری گنبد کے اندر سفید سنگِ مرمر کے بارہ بڑے بڑے
بت ستونوں سے لگے کھڑے ہیں۔ یہ اُس کی بارہ عظیم فتوحات کی یادگار ہیں
اِن بارہ بتوں کے درمیان مختلف رنگوں کے ۵۴ جھنڈے لہرا رہے ہیں
اور گنبد کے عین وسط میں اس فاتحِ اعظم کی قبر ہے۔ جس کا نچلا حصہ سبز پتھر
کا بنا ہوا ہے اور اوپر کا تعویذ فنلینڈ کے سرخ پتھر کا۔ اِس کے اندر چھ صندوقوں
میں بند نپولین کی نعش ہے جو فوجی یونیفارم میں ملبوس ہے۔

اِس شان و شکوہ کو دیکھ کر انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ عظیم المرتبت
ہستی جب زندہ تھی تو کس قدر عزت اور احترام کی مالک تھی۔ یورپ کے

Marfat.com

تاجدار اس کے نام سے تھرّاتے تھے۔ اور جس طرف فرانسیسی فوجیں اس کی زیرکمان جاتیں، فتح و نصرت اُن کے ہمرکاب ہوتی۔ لیکن وہ وقت بھی آیا کہ یہ شاہوں کا شاہ ایک قیدی کی حیثیت سے سینٹ ہلینا کے جزیرہ میں ایڑیاں رگڑتا ہُوا چل بسا۔ جہاں اِس کی لاش پر آنسو بہانے والا بھی کوئی نہ تھا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَار۔

لکسم برگ محل :

یہاں سے ہو کر ہم لکسم برگ کے پاس سے گزرے۔ یہ بھی ایک پُرانا محل ہے جس کی عزت اب بھی قائم ہے۔ یہ ملکہ میری ڈی میڈچی کے لیے ۱۶۲۰ء میں مکمل ہُوا۔ یہ ملکہ اٹلی کے شہر فلورنس کی شہزادی تھی اور وہ شاہی محلات کی مصنوعی زندگی سے اُکتا گئی تھی۔ اس کے لیے یہ محل بنوایا گیا۔ جس میں باغات اور فوارے اٹلی کے محلوں کی طرح بنوائے گئے اس کے آس پاس غیر ملکی سفارت خانے ہیں۔ جن کے جھنڈے ہوا میں لہراتے ہُوئے اپنے مُلک کے وقار کو بلند کر رہے ہیں۔

بوئیس ڈی بولون :

یہ سرسبز خطہ پیرس کے مغرب میں واقع ہے۔ سینٹ جرمین سے دریائے سین کو عبور کرنے کے بعد ہمارا موٹر دریا کے شمالی بند پر فراٹے بھرتا جا رہا تھا۔ یہاں سے کنگارڈ کے چوک سے گزرے اور چیمپیئن ایلیس

Marfat.com

سے گزرتے ہوئے آرک ڈرائمف ہو کر فاش روڈ پر پہنچے۔ فاش روڈ کے اختتام پر بولون کا مرغزار شروع ہو جاتا ہے۔ اس جگہ پورٹ میلٹ کا چوک ہے۔ یہ سبزہ زار آج کل پیرس کے شہریوں کی پسندیدہ سیرگاہ ہے جو شہر کے شور و شغب سے تنگ آ کر یہاں فرصت کے لمحات گزارتے ہیں

یہاں گھوڑ دوڑ کا وسیع میدان بھی ہے اور اس کے قریب ہی ایک عالی شان ہوٹل ہے۔ جس میں تفریح کے شائقین کی تواضع چائے وغیرہ سے ہوتی ہے۔ کئی لوگ تو رات کا کھانا بھی یہیں کھاتے ہیں۔ ریس کورس کے ساتھ ہی وہ معرکۃ الآرا پارک ہے جہاں بچے بوڑھے، جوان، مرد اور عورتیں جمع ہوتے ہیں۔ ہر عمر کے مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے تفریح و کھیل کا سامان ہے۔ ٹینس، بیڈمنٹن، سی سا سیڑھیاں، ہرڈل وغیرہ

اتوار کو یہاں ایک میلہ لگا ہوتا ہے اور سیر و تفریح کے شائقین اتنی تعداد میں جمع ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا یہی خیال کرتا ہے کہ تمام پیرس خالی ہو چکا ہے۔ اسے دیکھ کر لندن کے ہائڈ پارک کا نقشہ سامنے آ گیا۔ اس کے ایک حصہ میں نہایت ہی خوبصورت باغیچہ ہے۔ جس میں صرف گلاب کے پودے لگے ہیں یا مخملی گھاس کی کیاریاں ہیں۔

یہ گلستانِ فاطمہ، واقع جناح باغ کا چربہ معلوم ہوتا تھا۔ اس تختۂ گلاب کے اختتام پر ایک نفیس قصر واقع ہے۔ گائیڈ نے ہمیں بتایا کہ یہ صرف ۴۰ دن میں تیار ہوا تھا۔ میری اینٹونیٹ ملکۂ فرانس اور کاؤنٹ آرٹوئیس میں

شرط لگ گئی کہ ایسا قصر دو ماہ میں تیار ہونا ناممکن ہے۔ لیکن کاؤنٹ شرط جیت گیا۔ یہ قصر اب نمائش گاہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

مجسمہ آزادی :

مجسمہ آزادی کو جانے کے لیے سینٹ چیپل کے قریب سے دریائے سین کی شمالی شاخ کو عبور کر کے ہم بسٹاپول کی سڑک پر گزر یہ سڑک جہاں ہوسمان سڑک سے ملتی ہے وہاں تھوڑے سے فاصلے پر ایک محراب نما عمارت نظر آتی ہے۔ یہ لوئی چہاردہم کے زمانے کی یادگار ہے۔ جسے اس نے جرمنی میں اپنی فتوحات کو زندہ جاوید رکھنے کے لیے تعمیر کیا تھا۔ اسے پورٹ سینٹ ڈینس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

پیرس کی غلہ منڈی :

یہ علاقہ پیرس کی غلہ منڈی ہے۔ جہاں صبح کے وقت لاریاں اور ریل کے چھکڑے ہزاروں من اناج لاتے ہیں۔ غلہ منڈی کے پاس ہی فوارہ ہے۔ جس کے چاروں طرف باغ ہے۔ فوارے سے تھوڑے فاصلے پر ایک بہت بڑا عجائب گھر ہے۔ جس میں سائنس کے نوادرات اور کتابیں ہیں۔ یہ بھی بہت پرانی عمارت ہے۔ اور دور سے ایک گرجا ہی دکھائی دیتا ہے۔ پورٹ سینٹ ڈینس کے دائیں جانب ایک

Marfat.com

اور آدرج ہے۔ جو لوئی چہار دہم نے فتوحات کی یادگار میں تعمیر کی تھی
اُس کے دائیں طرف بہت بڑا چوک آتا ہے۔ جہاں مختلف اطراف
سے سڑکیں آکر جمع ہوتی ہیں۔ اِس چوک کے عین وسط میں آزادی کا
مجسّمہ نصب ہے جو ۱۸۶۳ء میں نصب کیا گیا۔ اِس کے چبوترے
پر چاروں طرف اِنقلابِ فرانس کے واقعات مرقوم ہیں۔

ورسیلز:

ورسیلز کے محلّات اور باغات دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ کیونکہ
تاریخ میں پڑھا تھا کہ جرمنوں نے اِس محل کے ایک وسیع ہال میں جو
شیشوں کا ہال مشہور تھا، ۱۸۷۱ء میں جرمن سلطنت کا اعلان کیا۔
جس کی حدود ایک طرف رُوس اور دُوسری طرف فرانس کی سرحد تک
پھیلی ہُوئی تھیں۔ جس میں سکسنی، پروشیا۔ بویریا اور بے شمار چھوٹی
چھوٹی ریاستیں ایک ہی نظامِ حکومت میں منسلک ہو کر ایک عظیم الشّان
جرمن ایمپائر کی صُورت میں نمودار ہوئی تھیں۔ جب پہلی جنگِ عظیم کا
صلح نامہ ۱۹۱۹ء میں مرتّب ہونے لگا تو فرانسیسیوں نے ۱۸۷۱ء کی
اِس توہین کا بدلہ لینے کے لیے ورسیلز کے محلّات اتحادیوں کے حوالے
کیے اور اسی شیشے کے ہال میں جرمن قوم سے ذلّت آمیز عہد نامہ ورسیلز
پر دستخط کرنے کے لیے کہا گیا۔ جس کے خلاف ہٹلر نے ۱۹۳۵ء میں علمِ
بغاوت بلند کیا اور ۱۹۳۹ء میں دُوسری جنگِ عظیم کی اِبتدا کا باعث ہُوا۔ اسی

Marfat.com

قصر میں آسٹریا ہنگری کی سلطنت کا خاتمہ ہو کر چیکوسلواکیہ۔ یوگوسلاویہ اور پولینڈ کی آزاد ریاستیں قائم ہوئیں۔ اسی قصر میں آلِ عثمان کی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا اور عرب میں کئی آزاد ریاستوں کا ظہور ہوا۔

اسلامی نقطۂ نظر :

اہلِ فرانس کو دیکھ کر یہی خیال آیا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی نعمتوں سے نوازا ہے۔ لیکن وہ عیش و عشرت کی زندگی میں پڑ کر اس ذات کو فراموش کر دیتا ہے۔ جس کا شکر اُسے ہر حال میں بجا لانا چاہیے ان عشرت کدوں کے مالک دُنیائے فانی کی لذات سے سرشار تھے لیکن وہ دن آ گیا۔ جب یہ نفیس عمارات۔ آراستہ پیراستہ کمرے، عزیز و اقارب سب کو چھوڑ کر وہ اس دُنیا سے چل دیے ع ہمیشہ رہے نام اللہ کا

اسلام نے جہاں انسان کو ہر نعمت سے مستفید ہونے کی اجازت دی وہاں اُس پر ایسی قید لگا دی کہ وہ خدا کو نہ بھولے۔ رزم ہو یا بزم جب نماز کا وقت آئے، اُس کی درگاہ میں سربسجود ہو جائے۔ کیا ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے غافل ہو سکتا ہے۔ کیا دُنیا کی فانی لذتیں اُسے اپنا گرویدہ بنا سکتی ہیں۔ کیا اُس کے سر میں غرور یا خود نمائی سما سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

لندن اور پیرس کی سیر سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ انگریز باعمل قوم ہے اور اہلِ فرانس نفاست کے گرویدہ۔ جنھیں ہر فیشن کا موجد خیال کیا۔

Marfat.com

جاتا ہے اور جن کی تقلید انگریز، امریکن اور کئی دوسری قومیں کرتی ہیں۔

حج کے ایّام قریب آ رہے ہیں۔ اگرچہ پہلے سے انتظام کر رکھا ہے کہ بروقت مصر سے ارضِ مقدّس پہنچنے کے لیے ہوائی نشستیں مل جائیں لیکن حجاز کے لیے ایسے انتظامات اکثر حباب بر آب ثابت ہوتے ہیں۔ اس لیے ۱۷ سے ۲۱ جولائی صرف پانچ روز کے قیام کے بعد پیرس سے سیدھے ہوائی جہاز سے قاہرہ (مصر) روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

قاہرہ (مصر)

۲۱ر جولائی کی صبح کو ہوٹل استرا کے بل ادا کیے اور آخری بار پیرس کی سڑکوں پر سے گزرے۔ غالباً یورپ کی سرزمین میں آج آخری دن تھا۔ اگرچہ یہ سفر ایک طوفانی دَورے سے ملتا جلتا تھا۔ لیکن یونان، اٹلی، سوئٹزرلینڈ، جرمنی، بلجیم، ہالینڈ، انگلستان اور فرانس کے بڑے بڑے شہروں، وہاں کی صنعتوں، ہوٹلوں اور قابلِ دید عمارتوں کا ایک غیر فانی نقش آنکھوں میں بس چکا تھا۔ مغربی معاشرت کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا اور اہلِ یورپ کا سلوک غیر ملکیوں سے قابلِ تعریف پایا۔

اہلِ یورپ کی مادّہ پرستی:

لیکن ایک بات جو سب میں مشترک پائی وہ مادّہ پرستی تھی۔ جرمن ہو یا اطالوی۔ فرانسیسی ہو یا انگریز سب کے سب ظاہری شان و شوکت کے گرویدہ ہیں۔ اُن کے اخلاق میں تصنع ضرور ہوگا۔ حتّٰی کہ میاں بیوی میں بھی یہی صورت ہے۔ صبح سے شام تک یہ لوگ دولت کمانے کی فکر میں مصروف ہیں۔ اور شام سے آدھی رات تک تفریح گاہوں میں

کھیل تماشے راگ رنگ کی محفلوں میں شامل۔ اور کمائی ہوئی دولت کو پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ شاید ان کے نزدیک زندگی کا فلسفہ صرف اتنا ہے کہ ہم کھانے کے لیے زندہ ہیں۔ ہاں اتوار کو گرجاؤں میں ضرور حاضری دیتے اور بہترین لباس میں ملبوس ہو کر دعا میں شریک ہوتے ہیں

پاکستانی کھانے :

سرزمینِ یورپ میں ہم نے گوشت سے پرہیز رکھا۔ روٹی، سبزیاں پھل اور مچھلی کھاتے رہے۔ گوشت نہ کھانے سے منہ کا مزہ پھیکا پھیکا ہو رہا تھا۔ لندن میں خان عبدالقیوم خان صاحب مع اپنی اہلیہ اور دختر (بیگم ڈاکٹر سعید الرؤف) موجود تھے۔ ان کے اور عبدالغفور صاحب بٹ ایجوکیشنل اتاچی کے ہاں پاکستانی کھانوں کا لطف اٹھایا۔ جس میں خاص طور پہ ذبیحہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ ورنہ وہاں عام طور پر مسلمانوں کے ہوٹلوں میں حلال حرام کا کوئی اہتمام نہیں۔ بلکہ ایسے خیالات کا اظہار ایک دقیانوسی سی بات معلوم ہوتی ہے اِنھی مجلسوں میں مصر کے بہترین کبابوں کا ذکر سُن کر منہ میں پانی آنے لگا اور ہم وہاں جانے کے لیے بے تاب ہونے لگے۔

پیرس سے روانگی کے وقت جی بہت چاہتا تھا کہ ہسپانیہ جائیں اور اس سرزمین کو دیکھیں جہاں سات سو برس تک اسلامی جھنڈا لہراتا رہا جہاں اب مسلمان تو کہاں اُن کے نشانات تک معدوم ہو چکے ہیں۔ غرناطہ اور قرطبہ نہ سہی الحمراء کے کھنڈرات ہی کی صورت دیکھیں اور بنی اُمیہ کے

شاندار تاجداروں کی آرام گاہوں پر فاتحہ خوانی کر آئیں جنھوں نے ثابت کر دیا تھا کہ ؎

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈھنے والوں کو دُنیا بھی نئی دیتے ہیں

لیکن حج کا وقت قریب آرہا تھا اور مصر کی کشش ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ یورپ میں زندہ قوموں کے عروج کا نقشہ تو دیکھ لیا اب یہاں آؤ اور ان عجائبات کو دیکھو جو آج سے ہزاروں سال پہلے انسان اس سرزمین میں چھوڑ گئے۔

پیرس سے ہوائی جہاز روما پہنچا، اور روما سے بحیرۂ روم پر پرواز کرتا ہوا قاہرہ کی طرف روانہ ہوا۔ چند گھنٹوں میں ہمیں سکندریہ کا روشنی کا مینار دُور فضا کی گہرائیوں میں نظر آیا۔ اب ہمارے نیچے مصر کی سرزمین تھی۔ اور ہم دریائے نیل کے ڈیلٹا پر پرواز کر رہے تھے جو شاخ در شاخ سیکڑوں میلوں میں پھیلا ہوا ہے۔

دریائے نیل کے نام پروانہ:

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں جب مصر فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں نے آپ سے کہا کہ دریائے نیل میں ہم نذر کے طور پر ہر سال ایک کنواری دوشیزہ کو بنا سنوار کر بھینٹ چڑھاتے ہیں، جس سے اس میں سیلاب آکر ہماری زمینیں سیراب ہو جاتی ہیں۔ آپ اس رسم کو جاری

Marfat.com

بہنے دیں۔ آپ نے یہ سُن کر ایک پرچۂ کاغذ پر دریائے نیل کے
نام ایک پروانہ لکھوا کر اُن کے حوالے کر دیا کہ اسے جا کر دریا میں
ڈال دو۔ لکھا تھا۔ کہ

"اے نیل! اگر تُو خدا کے حُکم سے آ کر زمینوں کو سیراب کر جاتا ہے
تو آ جا اور اگر بھینٹ لے کر آتا ہے تو واپس ہو جا"

کہتے ہیں کہ یہ پروانہ دریا میں ڈالنے کے ساتھ ہی اُس میں سیلاب
آ گیا اور وہ بغیر کسی بھینٹ کے تمام زمینوں کو سیراب کر گیا اور اِس طرح
آئندہ کے لیے یہ جاہلانہ رسم مٹ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد قاہرہ کی مسجدوں کے مینار دکھائی دینے لگے
اور ہمارا ہوائی جہاز آہستہ آہستہ نیچے اُترا۔ اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کیا
کہ جس نے ہمیں صحیح و سلامت اسلامی حکومت کی سرزمین میں پہنچایا۔

اذان:

اسلام کی خُوبیاں اِس قدر ہیں کہ قلم اُن کے بیان سے قاصر ہے
اخوّت ہی کو لیجیے جس کی تعلیم ہمیں ہادیٔ برحق نے دی۔ کیا یہ زندہ معجزہ
نہیں کہ جہاں ایک مُسلمان خواہ وہ چینی ہو یا تُرکی، بھارتی ہو یا پاکستانی
افغانی ہو یا ایرانی، عربی ہو یا عجمی ملتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدّتوں
کے بچھڑے ہوئے بھائی آپس میں مل رہے ہیں۔ مصر پہنچے تو ایسا
محسوس ہوا کہ ہم دوبارہ اپنے وطن پاکستان میں آ گئے ہیں۔ کیونکہ مدّت

Marfat.com

سے اللہ اکبر کی صدا ئے ولولہ انگیز سُننے کو کان ترس گئے تھے اور آج ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ پھر وہی جانی پہچانی آواز ہمیں بارگاہِ ایزدی میں بُلانے آئے گی۔ ہمیں زیادہ دیر اس کا انتظار نہ کرنا پڑا اور فضا حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی جانفزا صداؤں سے گُونج اُٹھی۔

مِصر کی مختصر تاریخ :

مصری تہذیب اور تاریخ بہت پُرانی ہے۔ اتنی پُرانی کہ کسی اور مُلک کی تاریخ اتنی پُرانی نہیں۔ شاید اِس سے پُرانی تاریخ عراق کی ہو۔ مصر میں پانچ ہزار سال پُرانے آثار اب بھی قائم ہیں۔ اور سیاح اُن کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ مصری فراعنہ جو خُدائی کے دعویدار تھے یہاں حکومت کرتے رہے۔ جن کا تذکرہ بائبل اور قرآن مجید میں موجود ہے۔

ہر فرعونے را موسےٰ :

کلام مجید شاہد ہے کہ جب کوئی قوم سرکشی میں اپنی حد سے بڑھی غضبِ الٰہی سے اُسے تباہ و برباد کر دیا جاتا رہا۔ چنانچہ اِسی مُلک مصر میں فرعون کے واقعہ کو سورۃ بقر میں یُوں بیان فرمایا گیا ہے۔

" اور یاد کرو جبکہ ہم نے تمہیں قوم فرعون سے نجات دی، جو تم پر بڑی سختیاں کرتے تھے کہ وہ تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے اور تمہاری عورتوں

Marfat.com

کو زندہ رہنے دیتے۔ اور اِس میں اللہ کی طرف سے تمہارے لیے سخت آزمائش تھی۔" تفصیل یوں ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا۔ جس کی تعبیر اُسے یہ بتائی گئی کہ بنی اسرائیل کا ایک لڑکا تیری سلطنت کو تہس نہس کر دے گا۔ بس پھر کیا تھا۔ فرعون نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اُسے مار ڈالو۔ خدا کی قدرت اسی زمانہ میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے اور خدا نے انھیں بچا لیا۔ اور خود فرعون ہی سے اُس کی پرورش کرائی۔ پھر اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو نبی بنا کر فرعون کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اس نے تکبّر کیا۔ خدا نے حضرت موسیٰؑ اور اُن کے ساتھیوں کو بحرِ قلزم میں رستے بنا کر صحیح سلامت پار کر دیا۔ فرعونیوں نے پیچھا کیا۔ خدا نے اُنھیں سمندر کے بیچوں بیچ لے جا کر غرق کر دیا۔ (از تسہیل القرآن)

فراعنۂ مصر کی حکومت نیل کے طاس میں قائم تھی۔ حبشہ سے لے کر بحیرۂ روم کے ساحل تک اِس سلطنت کی حدود پھیلی ہوئی تھیں۔ اِس کے علاوہ فلسطین، شام اور بابل و نینوا (موجودہ عراق) بھی اُن کے زیرِ اثر تھے۔ فراعنہ کے بیس مختلف خاندان یکے بعد دیگرے مصر کے حاکم رہے۔ اِن کے بعد یہاں ایرانیوں، یونانیوں، اور اہلِ روما کی بھی حکومت قائم رہی۔ یونانی جرنیل سکندرِ اعظم نے جب مصر کو فتح کیا تو یہاں ایک نیا شہر آباد کیا، جو اس کے نام پر اسکندریہ کہلایا۔ یہ مصر کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ جولیس سیزر نے بھی مصر فتح کیا تھا۔ اور ملکہ مصر کلوپٹرا (قلوپطرہ) کو گرفتار کرکے

Marfat.com

روم لے گیا تھا۔ اہل ایران نے زرکسینز کے زمانہ میں مصر پہ اقتدار حاصل کیا۔

اس کے بعد جب اِسلام کا ظہور ہُوا تو حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں عربی لشکر حضرت عمروؓ بن العاص کی سرکردگی میں مصر پہنچا اور ۶۴۰ء میں اِس مُلک کو فتح کر کے اِسلامی حکومت میں شامل کر لیا۔

ایک عجیب واقعہ :

جب حضرت عمروؓ بن العاص کا لشکر مصر کی فتح کے بعد روانہ ہونے لگا اور فوجی خیمہ جات اُکھاڑے جانے لگے تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک خیمہ میں کبوتروں نے گھونسلہ بنا کر انڈے دے رکھے ہیں۔ جب سپہ سالار کو اِس واقعہ کی خبر پہنچی تو اُنھوں نے فرمایا کہ یہ کبوتر ہمارے مہمان ہیں۔ اِنھیں تکلیف نہ دو۔ یہ خیمہ یہیں رہے گا۔ (مولانا ظفر علی خاں نے اِس واقعہ کو نظم کیا ہے) آہستہ آہستہ اس خیمہ کے گرد ایک شہر آباد ہو گیا۔ جو فسطاط کے نام سے مشہور ہُوا۔ (عربی میں فسطاط خیمہ کو کہتے ہیں)

فسطاط یا قاہرہ :

فسطاط ہی پُرانا قاہرہ ہے۔ جس کے گرداگرد عربوں نے ایک بڑا شہر ۹۱۰ء میں بنایا۔ اِس کی بہت ہی مضبوط فصیل بنوائی گئی ایک دروازے رکھے جن میں سے باب الفتوح باب النصر وغیرہ آج بھی موجود

Marfat.com

ہیں۔ موجودہ قاہرہ میں یہی حصہ زیادہ گنجان آباد ہے۔ جیسے ہمارے ہاں لاہور میں دروازوں کے اندر کا شہر۔

قاہرہ برِّ اعظم افریقہ کا عروس البلاد ہے۔ اِس کی آبادی ۲۵ لاکھ سے زیادہ ہے۔ یہ مصر کا دارالخلافہ اور اسلامی دُنیا کا سب سے بڑا شہر ہے

ممالیک اور خدیو :

مصر پر ۱۵۱۳ء تک عربی حکومت رہی۔ اُس کے بعد یہاں ممالیک جو خلفائے عرب کے تُرکی غلام تھے۔ برسرِ اقتدار آئے وہ برائے نام ترکی سلاطین کے ماتحت تھے۔ نپولین شاہ فرانس نے ۱۷۹۸ء میں مصر کو فتح کیا۔ لیکن اُس کی حکومت یہاں صرف تین سال تک رہی۔ اِس کے بعد محمد علی پاشا نے یہاں خدیو خاندان کی بُنیاد ڈالی۔ لیکن وہ تُرکی حکومت سے زیادہ انگریزی اثر میں تھا۔ انگریز ۱۸۸۲ء میں نہر سویز کی وجہ سے مصر میں داخل ہُوئے۔ اور خدیو مصر اُن کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن گئے۔ پہلی جنگِ عظیم میں مصر کو نیم آزادی مل گئی۔ دُوسری جنگِ عظیم میں مصر تقریباً آزاد تھا۔ تاہم وہاں انگریزی اثر کو کافی دخل تھا۔ جس کے خلاف سعد زغلول پاشا اور اُس کی پارٹی بڑی مستعدی سے آواز اُٹھاتی رہی۔ آخر کار وُہ دِن آیا۔ جب انگریزوں کو مصر کی مکمّل آزادی تسلیم کرنا پڑی۔ اور اب تو نہر سویز کے علاقے سے بھی انگریزی حفاظتی فوجیں نکل گئی ہیں۔ اور مصر نے اس بین الاقوامی آبی شاہراہ کو "قومیا" لیا ہے۔

Marfat.com

شاہ فاروق کی دستبرداری اور اخراج :

مصر کی تاریخ میں ۲۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس میں حصہ لینے والے چند فوجی افسر تھے۔

رات کے ایک بجے انقلابی فوجوں نے اپنے افسروں کی کمان میں فوجی ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیا۔ اور ۲۳ جولائی کی صبح کو قاہرہ کا سارا شہر اُن کے قبضہ میں آ گیا۔ تمام بڑی بڑی سڑکوں پر ٹینک اور فوجی گاڑیاں گشت کرنے لگیں۔ مصر کی سرزمین پر فوجی بمبار طیارے اور لڑاکا ہوائی جہاز پرواز کر رہے تھے۔ علی مہر پاشا وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ اسکندریہ میں شاہی محلات راس التین اور مونتزہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ جو موسم گرما میں حکومت کے مراکز اور شاہ فاروق کی رہائش گاہ تھی۔ یہ محاصرہ ۲۴ اور ۲۵ جولائی تک جاری رہا۔ اور ۲۶ جولائی کو شاہ فاروق کو الٹی میٹم دے دیا گیا کہ وہ تخت سے دستبردار ہو جائیں۔ اور ۶ بجے شام سے پہلے مصر کی سرزمین سے نکل جائیں۔ چنانچہ شاہ فاروق نے اپنے بیٹے احمد فواد دوم کے حق میں دست برداری کا اعلان کر دیا اور ۶ بجے سے پہلے اسکندریہ کی بندرگاہ سے نامعلوم مقام کے لیے روانہ ہو گیا۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل تبدیلیاں ہوئیں۔

۱۔ تمام سیاسی قیدی سوائے کمیونسٹوں کے رہا کر دیے گئے۔

۲۔ تمام قسم کے خطابات اور اعزازات مثلاً ہز ایکسیلینسی، بے اور پاشا وغیرہ منسوخ کر دیے گئے کیونکہ یہ عہد غلامی کی یادگاریں تھیں۔

Marfat.com

۳۔ ریجنسی کونسل قائم کی گئی جس نے شاہی اختیارات سنبھال لیے۔
۴۔ علی ماہر پاشا کی وزارت کا استعفا اور جنرل نجیب کا اُس کی جگہ وزارت قائم کرنا۔
۵۔ جنرل محمد نجیب کی علٰحدگی اور جمال عبدالنّاصر کا اُس کی جگہ وزیرِ اعظم مقرّر ہونا۔

آج کل جمال عبدالنّاصر صدر کے عُہدہ پر فائز ہیں، اور اُن کے ساتھی وزیر بھی تمام کے تمام فوجی ہیں جو مصر کے نظم و نسق کو چلا رہے ہیں۔

موجودہ حکومت کے کارنامے :

۱۔ یہ حکومت انگریزوں کو مصر سے نکالنے میں کامیاب ہوگئی جو پچھلے ۷۲ سال سے یہاں قبضہ کیے بیٹھے تھے۔
۲۔ خدیو خاندان جس کا آخری بادشاہ فارُوق تھا۔ اُسے نکال دیا گیا۔ یہ خاندان پچھلے ڈیڑھ سو سال سے سرزمینِ مصر پر حکومت کر رہا تھا
۳۔ جمہوریّت اور عوامی حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا۔
۴۔ زمینداری سسٹم کو ختم کرکے زمینیں کسانوں میں تقسیم کردی گئیں اور اُن کو حقِّ ملکیّت دے دیا گیا۔
۵۔ اسوان بند کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا جو ۲۵ سال سے معرضِ التواء میں پڑا تھا
۶۔ لوہے۔ فولاد۔ کھاد وغیرہ کے کارخانوں کا اجراء کیا گیا۔ اِن کے علاوہ اور بھی کئی ایک ضروری اشیا کے کارخانے جاری کیے گئے۔

Marfat.com

۷۔ نئے سکول اور کالج کھولے گئے۔ اور تعلیم بڑی حد تک مفت اور عام کر دی گئی۔

۸۔ ہوائی جہاز اور گولہ بارود بنانے کے کارخانے کھولے گئے ہیں جن میں مصری انجنیئر اور ماہرین اپنی نگرانی میں یہ سامان تیار کرواتے ہیں۔

ان اصلاحات کے علاوہ اور بھی بہت سے کام انقلابی وزارت نے کیے ہیں۔ جس کی تفصیل یہاں لاحاصل ہو گی۔ خدا کرے کہ برسرِ اقتدار لوگ دیانتداری اور ایمانداری سے اپنے فرائض بجا لاتے رہیں اور ملک و قوم کی خدمت کے ساتھ دینی خدمت بھی کریں تاکہ دُنیا کی سُرخروئی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی نیکوں کے زمرہ میں شامل ہوں۔ لیکن حال ہی میں حکومت کا شرعی عدالتیں بند کر دینے سے اُن کے دینی رُجحان کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

یہ انقلاب کیونکر عمل میں آیا اور کونسی وجوہات تھیں جن سے نوجواں مشتعل ہو کر شاہی خاندان کے خلاف ہو گئیں یہ ایک مستقل مضمون ہے جس پر تاریخ دان ہی روشنی ڈالیں گے۔

یومِ نجات :

تمام مصر میں ۲۳ جولائی کو جس دن فاروق کے خلاف علمِ بغاوت بلند ہوا تھا، یومِ نجات منایا جاتا ہے۔ یومِ نجات کے دن ہم لوگ قاہرہ

Marfat.com

میں تھے۔ اس دن یہ شہر دلہن کی طرح آراستہ تھا۔ تمام بڑی بڑی شاہراہیں اور گزرگاہیں جھنڈیوں سے سجائی گئی تھیں۔ مجھے بھی اس جشنِ عظیم میں شرکت کا موقع ملا۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ مصری دل و جان سے موجودہ حکومت کی خوشیوں میں شریک ہیں۔ کیونکہ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب فوجی جلوس کے لیے چشم براہ تھے جو بڑی بڑی سڑکوں پر سے گزرتا ہے۔

جمال عبدالناصر:

عبدالناصر کو دیکھا نوجوان معلوم ہوتا ہے۔ لبوں پر ہر وقت تبسم کھیلتا ہے۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ مصر کا حاکم بازار سے گزر رہا تھا لیکن اس کے لیے کوئی پولیس کا پہرہ نہ تھا۔ سڑک پر کوئی رکاوٹ نہ تھی اس منظر کے برعکس ہمیں لاہور اور کراچی یاد آگیا۔ جہاں کسی وزیر یا گورنر کی سواری گزرنی ہو تو پہردں سڑکیں بند رہتی ہیں۔ دو رویہ پولیس کے سپاہی کھڑے ہیں اور موٹریں، تانگے اور بسیں، لاریاں اور پیدل چلنے والے کیا مجال کہ اُدھر سے گزر سکیں۔ وزیر صاحب کی سواری گزر جانے، تو ٹریفک کے لیے سڑک کھلتی ہے۔ آخر یہ کیوں ہوتا ہے یہ غلامی کی یادگار ابھی کب تک جاری رہے گی۔ غیر ملکی آقاؤں کو تو اپنی شان و شوکت اور بیگانگی دکھانا مقصود تھی۔ مگر یہ تو ہمارے اپنے ہیں اور ہمارے نمائندہ ہونے کے دعوے دار۔ پھر اس بیگانگی کے کیا معنی؟

یہ کیوں اپنے آپ کو پہرہ داروں کے جُھرمٹ میں محفوظ خیال کرتے ہیں عبدُالنّاصر کو دو مرتبہ کھلی موٹر میں اور ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار دیکھا۔ کھُلے بندوں بازاروں میں پھر رہا ہے۔ بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور مردوں سے باتیں کرتا جاتا ہے۔ لبوں پر مُسکراہٹ ہے۔ ہاں جب ہجُوم زیادہ ہو جاتا اور چلنا مُشکل تو مصری سپاہی، ہجوم کو ہٹا کر راستہ بنا دیتے، اور النّاصر آگے بڑھتا چلا جاتا ع

ببین تفاوتِ راہ از کُجا ست تا بکُجا

قاہرہ کا شہر جیسا کہ پہلے بیان ہو چُکا ہے، برِّاعظم افریقہ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ جو تقریباً بیس میل تک دریائے نیل کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ دریا سے مُختلف مقامات سے نہریں کاٹ کر پھر دریا میں ملا دی گئی ہیں۔ اِن نہروں کے دونوں کناروں پر سر بفلک عمارات کھڑی ہیں۔ دریا کو عبور کرنے کے لیئے کئی پُل ہیں۔ یہ پُل پیرس اور لندن کے پُلوں کی طرح بنائے گئے ہیں۔ اور حسبِ ضرُورت جہازوں کی آمد و رفت کے لیے اُٹھائے جا سکتے ہیں۔

ہوٹل اور قہوہ خانے:

قاہرہ میں ہر درجہ اور ہر مذاق کے لوگوں کے لیئے لاتعداد ہوٹل اور قہوہ خانے ہیں۔ بعض ہوٹل تو لندن، روم اور پیرس کے ہوٹلوں کا مُقابلہ کرتے ہیں۔ جہاں کا اِنتظام یورپین طرز کا ہے۔ یہاں مُسافروں

Marfat.com

کے آرام اور آسائش کا پورا پورا سامان موجود ہے ۔ کیونکہ قاہرہ میں مصری لوگوں کے علاوہ ہر قوم اور مذہب کی آبادی بڑی تعداد میں پائی جاتی ہے ۔ اس لیے یہاں ہر مذہب اور ہر قوم کے لیے علٰحدہ علٰحدہ ہوٹل موجود ہیں ۔ لیکن تعجّب کی بات یہ ہے کہ اِن سر بفلک ہوٹلوں کے مالک زیادہ تر یہودی ہیں ۔ یہ وُہ قوم ہے جس نے تقریباً تمام یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں ہوٹل ، سٹورز اور کارخانے قائم کر رکھے ہیں ۔ بنکوں پر بھی زیادہ تر یہودی قابض ہیں ۔ اِس طرح تمام دُنیا کی مالیات پر اِن کا اثر و رسُوخ قائم ہو گیا ہے ۔

ہوٹل نہایت صاف ستھرے اور پاکیزہ ہیں ۔ صفائی کی طرف یہاں خاص توجُّہ دی جاتی ہے ۔ غسل خانے ، سیڑھیاں ، گیلریاں اور کمرے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ اِن پر کسی مُسافر کا قدم نہیں پڑا ۔ ہر کمرے میں میز ، کُرسیاں ، پردے ، پلنگ ، اور بستر موجُود ہیں ۔ کھانا نہایت عُمدہ اور سروس باسلیقہ ہوتی ہے ۔

مصری لوگ قہوہ اور چائے بہت استعمال کرتے ہیں ۔ اِس لیے یہاں کے قہوہ خانے ہر وقت آباد رہتے ہیں ۔ اِتّفاقاً آپ کسی قہوہ خانے میں چلے جائیں تو آپ کو بے فکروں کا ہجوم نظر آئے گا ۔ جس میں مُسافر ، شہری ، سوداگر ، مزدُور ، طالب علم ہر قسم اور پیشہ کے سینکڑوں لوگ بڑے مزے سے بیٹھے قہوہ یا چائے کی پیالیاں سامنے رکھے ، سگرٹ ، سگار یا حقّہ نوشی کرتے نظر آئیں گے ۔

Marfat.com

موسم کے لحاظ سے آج کل کھانے کے بعد تربوز کا بڑا رواج ہے یہ تربوز بر فاب، سرخ شیریں اور بڑے مزے دار تھے۔

عجائب خانہ:

باب الخلد کے چوک کے ایک طرف عربی طرزِ تعمیر کی ایک شاندار عمارت میں مصر کا عربی عجائب خانہ ہے۔ یہاں مصر کے عربی حکمرانوں کی یادگاریں محفوظ ہیں۔ یہ عجائب گھر عمارت کی پہلی منزل میں ہے۔ یہاں حضرت عمروؓ بن العاص فاتح مصر کے وقت سے لیکر عربی حکومت کے خاتمہ تک یعنی پندرھویں صدی کے اخیر تک کے عربی سلاطین کے نوادرات رکھے ہوئے ہیں۔ جن سے اُن حکمرانوں کی عظمت اور شان کا اندازہ ہوتا ہے۔ دُوسری منزل میں کتب خانہ ہے۔ جس میں اسی عہد کے خلفاء اور والیوں کی تحریروں کو شیشے کے کیسوں میں رکھا گیا ہے شاہی فرامین، عہد نامے، خطبے، غرضیکہ ہر وہ تحریر جو زمانہ کی دست بُرد سے محفوظ رہ گئی ہے یہاں جمع کر دی گئی ہے۔ تاکہ مؤرخین کی اس زمانہ کی صحیح تاریخ لکھنے میں رہنمائی کر سکے۔ یہ تحریریں اُن سلاطین کی رعایا پروری اور عدل و انصاف کی زندۂ جاوید تصویر ہیں۔ مجھے قرآن مجید کا ایک نسخہ دکھایا گیا جو ابن ابوالفتح نے ترکی سلطان سلیم کے لیے لکھا تھا اس کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے لکھے ہوئے قرآن کے ایک صفحہ کا عکس رکھا ہوا ہے جس کو دیکھ کر طبیعت پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے جو

Marfat.com

احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ اِن نوادرات کے علاوہ سینکڑوں نایاب قلمی نسخے اور شاعروں کے دیوان موجود ہیں۔ ایک طرف پُرانے سکے جو وقتاً فوقتاً مصر میں رائج ہوئے بکسوں میں سجے ہوئے ہیں۔ دیوارِ دیوان پر شاہانِ مصر کی قدِ آدم تصاویر آویزاں ہیں۔

پُرانا عجائب گھر:

عربی عجائب گھر کے علاوہ یہ دُوسرا بڑا عجائب گھر ہے جس میں قدیم زمانہ کے مصری عجائبات رکھے گئے ہیں۔ لندن کی برٹش میوزیم میں تو ایک ہال مصری عجائبات کے لیئے وقف تھا۔ لیکن اس عظیم الشان اور رفیع عمارت کے کئی ہال قدیم مصری نوادرات سے بھرے پڑے ہیں۔ پتھر کے بُت جو وقتاً فوقتاً کھدائی میں برآمد ہوئے، نچلی منزل میں رکھے ہوئے ہیں۔ یہ بُت فراعنۂ مصر کے وقت کے ہیں فراعنۂ مصر خود کو خُدا اور نائب خُدا جانتے تھے اور بزرگوں کے بُت بنا کر اُن کی پرستش کرتے تھے۔ دُوسری منزل میں فراعنۂ مصر، اُمراء اور معبدوں کے بڑے بڑے پجاریوں کی حنوط شدہ لاشیں رکھی ہوئی ہیں۔ قدیم مصریوں میں رواج تھا کہ جب کوئی فرعون یا بہت بڑا امیر یا کسی معبد کا بڑا پجاری مرجاتا تو اُس کی لاش کو ادویات لگا کر گلنے سڑنے سے محفوظ کر لیتے۔ اور پھر ریشمی دھجیوں میں لپیٹ کر اُسے لکڑی کے صندوقوں میں بند کر دیتے۔ اُس کا تمام سامان، کھانے کے برتن، لباس

Marfat.com

زیورات، بستر، حتیٰ کہ اُن کے پالتو جانور مثلاً کُتا، بلی وغیرہ اِس صندوق کے ساتھ ایک تہ خانہ میں رکھ دیئے جاتے تاکہ جب وہ زندہ ہو تو اُسے کسی چیز کی تکلیف نہ ہو اور تمام سامان اُسے فوراً مل سکے۔ یہ صندوق نہایت ہی خوب صورت ہیں اور ان پر نہایت محنت سے بیل بُوٹے کندہ کیے ہُوئے ہیں۔ اُوپر کے صندوق سے ہی اُس کے اندر کی لاش کے مرتبے کا پتا چل جاتا ہے۔

ہر صندوق کے اندر اُس لاش کے حالات لکھے ہُوئے ہیں۔ یہ عبارت اُس وقت کے رسم الخط میں ہے۔ جب مصری تصاویر کے ذریعے لکھا کرتے تھے۔ حروفِ ابجد کا رواج نہ تھا۔ اور کسی چیز کا نام لکھنے کے لیے کئی ایک تصاویر بنائی جاتی تھیں۔ اِس رسم الخط کو خطِ تصویری کہا جاتا ہے۔ یہ زبان کیوں کر معلوم ہُوئی یہ ایک علٰحدہ کہانی ہے جس کا تذکرہ یہاں غیر ضروری ہے۔

اِن لاشوں کو دیکھ کر عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اگر پُرانی مصری تاریخ کے صفحات کی ورق گردانی کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہانِ مصر اپنے آپ کو خدا کہتے تھے اور ان کی رعایا ان کو سجدہ کرتی تھی۔ قدیم مصری لوگوں کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ اپنے دیوتا یا بادشاہوں کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھ سکیں مگر آج یہ حال ہے کہ اُن کی لاشیں نمائش کے لیے شیشے کی الماریوں میں رکھی ہُوئی ہیں۔ سچ ہے کہ عزت اور ذلت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جسے چاہے حاکم بنائے اور جسے چاہے محکوم۔

ان لاشوں کے علاوہ پاپیرس رول (پاپیرس ایک پودا ہوتا تھا جس کے پتوں کو قدیم مصری کاغذ کے طور پر استعمال کرتے تھے) پڑے ہیں جن پر قدیم مصری تاریخ۔ مختلف زمانوں کے فرعونوں کے حالات عبادات کے طریقے شاہی فرامین، عہدنامے، پند و نصائح، شادی بیاہ اور اموات کی رسومات درج ہیں۔ ان ہی سے قدیم مصر کی تاریخ مرتب کی گئی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ مصری تہذیب حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے پانچ ہزار سال پہلے کی ہے۔ مجھے بہت شوق تھا کہ کسی سے یہ معلوم ہو سکے کہ سیدنا حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں کونسا فرعون یہاں حاکم تھا۔ اس کے بعد حضرت یوسفؑ جب یہاں آئے اور اُن کو مصر میں حکومت ملی، اُس زمانے کا تعین ہو سکے۔ یا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جس فرعون سے مقابلہ ہوا اور بنی اسرائیل کو نجات ملی اُس فرعون کو دیکھ سکوں لیکن ممکن نہ ہو سکا۔ یہ عجائب خانہ مؤرخوں کے لیے اگر قدیم تاریخ کا سرمایہ مہیا کرتا ہے تو صاحب بصیرت انسانوں کے لیے عبرت کا۔

قلعہ ایوبی:

عجائب خانہ کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کا قلعہ دیکھا۔ یہ قلعہ کافی بڑا ہے۔ جس کی عمارت کئی جگہ سے مرمت طلب ہو چکی ہے۔ صلاح الدین ایوبی وہی سلطان ہے جس نے تمام عیسائی یورپ کا مقابلہ کر کے بیت المقدس اور فلسطین کو عیسائیوں کے قبضے سے نکالا۔

افسوس کہ اس سلطان کی تمام محنت یورپ اور امریکہ کی سیاست دانوں نے بیسویں صدی میں غارت کر دی اور اسرائیل کی سلطنت کو فلسطین میں قائم کر کے عربوں کے سینے میں ایک ایسا خنجر پیوست کر دیا جو اب نکالنا مشکل ہو گیا ہے۔ عیسائی دنیا ان یہودیوں کی مددگار ہے جنھوں نے ان کے رہنما حضرت عیسیٰؑ کی تکذیب کی اور بقول ان کے انھیں سولی پر لٹکا دیا اور اہل اسلام کی دشمن جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سچا پیغمبر تسلیم کیا اور ان کی عزت و حرمت پر حرف نہ آنے دیا۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔

چاہِ یوسفؑ :

اس قلعہ کے قریب ایک بہت وسیع گڑھا ہے۔ جسے چاہِ یوسفؑ کہتے ہیں۔ عام لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر جب زلیخا نے الزام لگایا تو عزیز مصر نے باوجود الزام جھوٹا ثابت ہونے کے اپنی عزت اور بدنامی کے خیال سے انھیں یہاں قید کر دیا تھا۔ لیکن یہ سراسر جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ہزاروں سال کا پرانا گڑھا وہی قید خانہ ہو، جہاں یوسف علیہ السلام بند رکھے گئے تھے اس کا تاریخی ثبوت کوئی نہیں ملتا۔ تاہم لوگوں میں یہ روایت عام ہے۔

باغ فردوس :

قاہرہ میں دو باغات نہایت دلفریب اور خوب صورت ہیں۔ ایک

Marfat.com

باغِ فردوس کہلاتا ہے اور دُوسرا مچھلیوں کا باغ۔ باغِ فردوس تو دُنیا میں بالکل جنّت کا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔ روشیں، سبزہ، پھولوں کے تختے اور جگہ جگہ درختوں کے جھنڈ، کوئی جگہ ایسی نہیں جس کی آراستگی میں کوئی کسر اُٹھا رکھی گئی ہو۔ دیکھنے والا خوبصورتی اور مصریوں کی صنّاعی دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ ایک عجیب بات یہاں نظر آئی۔ گملوں کے اُوپر اور کہیں کہیں دیواروں پر ایسی قرآنی آیات مُنقّش ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی تعریف، اُس کی عظمت اور جبروت کا ذکر ہے۔ غالباً یہ اسلامی تعلیم کا اثر ہے کہ انسان اِس خوبصورت مقام پر اللہ تعالیٰ کو نہ بھول جائے اور اُس کی توجّہ اِن آیات کو پڑھ کر اُسی معبودِ حقیقی پر مرکوز ہو جائے۔ جس نے اِنسان کو عقل اور علم کی دولت سے نوازا۔ جس کی بدولت وہ خوبصورت اشیاء بنانے پر قادر ہُوا۔

مچھلیوں کا باغ :

باغِ فردوس کے قریب ہی ایک اور باغ ہے۔ یہ مچھلیوں کی نمائش گاہ ہے۔ یہاں بے شمار حوض بنے ہیں۔ جن میں ہزاروں اقسام کی مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں۔

باغ کے درمیان میں ایک ٹیلہ ہے۔ جسے پار کرنے کے لیے سُرنگ نما راستے بنے ہُوئے ہیں۔ روشوں کے کناروں پر نشستوں کا

Marfat.com

انتظام ہے۔ تاکہ اگر سیر و تفریح کے شائقین تھک جائیں تو ان نشستوں پر بیٹھ کر آرام کر سکیں۔ ہزاروں مصری اور غیر ملکی سیاح یہاں آتے اور مصریوں کی نفاست کی داد دیتے ہیں۔ طالب علم تو یہاں تقریباً ہر گوشۂ ملک سے آکر مچھلیوں کا نظارہ کرتے ہیں۔

چڑیا گھر:

دوسرے دن غزہ کی طرف جانا تھا۔ جہاں ابوالہول اور اہرامِ مصر ہیں۔ راستے میں قاہرہ کا چڑیا گھر ہے۔ اس لیے ٹیکسی لے کر پہلے چڑیا گھر کی طرف گئے۔ چڑیا گھر شہر سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کی عمارات نہایت شاندار ہیں، اور سڑکیں نہایت کشادہ اور صاف ستھری کہیں کہیں خوبصورت ٹائلوں کا فرش ہے۔ سڑکوں کے دونوں طرف نہریں اور نالیاں ہیں جو پختہ بنی ہیں۔ ان کے علاوہ حوض بھی ہیں۔ چڑیا گھر میں بھی باغ لگایا گیا ہے۔ جسے پھولوں اور درختوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔ اور شائقین کے لیے یہاں بھی نشستوں کا انتظام ہے۔ اس چڑیا گھر میں دنیا کے ہر گوشہ کے حیوانات، طیور، اور وحوش جمع ہیں۔ غیر ملکیوں کے لیے زرافہ، زیبرا اور سمندری گھوڑا زیادہ تر توجہ کے مرکز ہیں۔ کچھ عرصہ یہاں سیر کرنے کے بعد ہم غزہ کی طرف روانہ ہوئے

اہرام:

مصر اپنے پرانے تمدن، دریائے نیل اور اہرام کے لیے دنیا بھر میں

Marfat.com

مشہور ہے۔ اہرام دراصل فراعنۂ مصر کے مقبرے ہیں جو اُنھوں نے اپنی عظمت اور جاہ و جلال کے شایانِ شان بنوائے۔ چڑیا گھر سے نکلے ہیں منٹ ہوئے ہوں گے کہ ہماری گاڑی غزہ کے ٹریم سٹیشن پر پہنچ گئی۔ راستے میں موٹروں اور ٹریموں پر آنے جانے والوں کی قطاریں تھیں۔ غیر ملکی تو قاہرہ میں اسی غرض سے آتے ہیں کہ اہرام دیکھیں۔ ٹریم سٹیشنوں پر بھی موٹروں، بسوں، گھوڑا گاڑیوں اور اُونٹوں، گدھوں کا مجمع رہتا ہے، جن پر بیٹھ کر لوگ اہرام کی سیر کرتے ہیں۔ موٹروں کی نسبت یہاں اُونٹ اور گدھے کی سواری زیادہ پسند کی جاتی ہے۔ کیونکہ ایسی سواری امریکہ اور یورپ میں میسر نہیں آتی۔ بچے، مرد، عورتیں اُونٹوں پر سوار ہوتے ہیں، گاتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں۔

یہ اہرام دُنیا کے سات پُرانے عجائبات میں شُمار ہوتے ہیں اور ہے بھی ایسا ہی۔ کیونکہ ان کی بناوٹ دیکھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کئی کئی سو من وزنی پتھر اِتنی بلندی پر پہنچانا آسان کام نہیں جو اِن اہرام کی تعمیر میں لگائے گئے ہیں۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ فراعنۂ مصر فلسطین، بابل، شام اور عرب پر جب حاکم تھے۔ تو اُنھوں نے یہاں کے محکوم لوگوں کو سویز کے علاقہ سے پتھر لانے کے کام پر لگایا تھا۔ ہزاروں غُلام، صُبح سے شام تک پتّھر کاٹنے میں مصروف رہتے۔ ہزاروں غُلام پتھروں کو آہستہ آہستہ کھینچتے ہوتے

Marfat.com

تختہ کی طرف لاتے۔ ہزاروں غلام اُن کو بلندی کی طرف کھینچتے لیکن یہ سب قیاسیات ہیں۔ اہرامِ مصر کی بناوٹ سے پتا چلتا ہے کہ مصری تہذیب اُس زمانہ میں اپنے پُورے عرُوج پر تھی۔ فنِ تعمیر میں اُن کا مقابلہ آج کے لوگ بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ اہرام بنے تقریباً ۵ ہزار سال ہو چکے ہیں۔ اور وہ جُوں کے تُوں کھڑے ہیں اور زمانہ کی تخریبی قوتیں اُن کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں۔

سب سے بڑا ہرم یا مقبرہ خوفو فرعون نے اپنے لیے بنوایا۔ جس کا خاندان ۲۹۰۰ سے ۲۷۵۰ قبل مسیح میں حکمران تھا۔ یہ ۷۵۰ فٹ مربّع اور اس کی بلندی ۴۸۱ فٹ ہے۔ دوسرا ہرم ۴۵۰ فٹ بلند ہے اور اُس کا چبوترہ ۷۰۰ فٹ مربّع ہے۔ تیسرا ہرم جو سب سے چھوٹا ہے، اس کا چبوترہ ۳۵۰ فٹ مربّع ہے۔ اور بلندی صرف ۲۰۰ فٹ ہے۔ دُوسرا ہرم فرعون کیفرن نے بنوایا تھا اور تیسرا ہرم فرعون منکورا کا ہے۔ یہ تینوں فراعنہ ایک ہی خاندان کے تھے۔

ان اہرام کے علاوہ کئی اور چھوٹے چھوٹے اہرام ہیں جو شاہانِ مصر کی قبریں ہیں۔ یہ اہرام اِس طرح بند کیے گئے تھے کہ راستے کا معلوم کرنا بہت مشکل تھا۔ لیکن صدیوں کی محنت کے بعد پُرانے مصری کتبوں کے ماہرین کی محنت بار آور ہوئی اور سب سے بڑے ہرم کا سُرنگ نما راستہ معلوم ہو گیا۔ جسے فرعون کی لاش تہ خانہ میں رکھنے کے بعد نہایت چالاکی سے بند کر دیا گیا تھا اور باہر سے اُس کا کوئی نشان نظر

نہ آتا تھا۔

اِس ہرم میں نیچے اُوپر تین درجے ہیں۔ جن میں جانے کا راستہ نہایت تنگ ہے۔ اور کمزور آدمی کا جانا قریباً ناممکن ہے۔ نچلے حصے میں ملکہ کی لاش تھی۔ اِن اہرام میں بے شمار زر و جواہر اور سونا تھا۔ اس کے علاوہ پتھر کے بُت بھی تھے جو غالباً اُن کی لونڈیوں اور غلاموں کی صُورتوں پر تراشے گئے تھے۔ یہ لاشیں، سونا، جواہرات اور بُت یہاں سے نکال کر عجائب گھر میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ اندر گو بجلی لگا دی گئی ہے۔ تاہم آنے جانے والے اپنے ہمراہ ٹارچ رکھتے ہیں۔

اب یہاں خالی کمرے اور تہ خانے باقی ہیں۔ جن کو دیکھنے کے لیے لوگ آتے ہیں۔ گائیڈ موجود ہوتا ہے۔ آپ اہرام میں جانے کا ٹکٹ لے کر گائیڈ کے ہمراہ داخل ہوں تو گائیڈ، جن کی زبان بند ہونے کا نام نہیں لیتی، طرح طرح کی کہانیاں اور افسانے آپ کو سُنائے گا جس میں سچ کم اور جھوٹ زیادہ ہوگا۔ مثلاً بُرا نہ مانیے تو آپ کو بتاؤں کہ ایک صاحب جو یہاں اہرام دیکھنے آئے تو اُن کے ہمراہ اُن کی بیوی اور دو بچے بھی تھے۔ جب اندر داخل ہُوئے تو اُنھیں ایک بچھو نظر آیا۔ اِتنا بڑا بچھو کہ وُہ ڈر گئے۔ اور اُن کی بیگم کو تو غش آگیا بڑی مُشکل پیش آئی وغیرہ وغیرہ۔ کبھی بتائیں گے کہ ایسے لوگ بھی آتے ہیں جو دیواروں کو ہتھوڑیوں سے بجاتے ہیں۔ شاید وہ کسی راستہ کا پتا لگانا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

ابوالہول :

ایک ہی ہرم دیکھ کر طبیعت سیر ہو گئی۔ اور ابوالہول دیکھنے گئے بڑے ہرم کے پاس ہی ایک بھورے رنگ کا بہت بڑا پتھر کا شیر بنا ہوا ہے۔ جس کی لمبائی قریباً ۱۸۰ فٹ ہے۔ اور زمین سے سر کی چوٹی تک ۶۰ فٹ اونچا ہے۔ باقی جسم شیر کا ہے۔ صرف چہرہ عورت کا ہے۔ جس کی ناک گم ہو چکی ہے۔ ہونٹوں پہ ہلکا سا پُراسرار تبسم رقصاں ہے۔ کس زمانہ میں بنا، کس نے بنایا، کس کے لیے بنایا اور کیوں بنایا۔ یہ سوال شرمندۂ جواب نہیں ہو سکے۔ پرانی تحریریں جو آج تک دستیاب ہوئی ہیں، ابوالہول کے متعلق خاموش ہیں۔ اس کا پُراسرار تبسم دُنیا کے لیے ایک عجیب معمّا ہے۔ اس کی بناوٹ دوسرا معمّا ہے۔ کیونکہ یہ سالم پتھر کاٹ کر بنایا گیا ہے اور اس میں کوئی ٹکڑا دوسرے پتھر کا نہیں۔ اس کے قریب ہی ایک مندر کے کھنڈرات موجود ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے۔ کہ یہ بُت کسی مصری خاندان کا معبود ہو گا۔

ابوالہول کے چھوٹے چھوٹے نمونے پتھر، پیتل، مٹی اور لوہے کے یہاں عام ملتے ہیں۔ جنہیں سیاح بڑے شوق سے خریدتے ہیں۔

قاہرہ کی مساجد :

قاہرہ میں مساجد کو جامعہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسلامی دُنیا

کے اِس سب سے بڑے شہر میں مساجد کی صحیح تعداد معلوم کرنا ایک دُشوار کام ہے۔ کیونکہ کوئی بازار، سڑک، گوشہ اور محلہ ایسا نہیں جہاں مسجد نہ ہو۔ جہاں پانچ وقت اللہ اکبر کی صدا مسلمانوں کو خدائے لم یزل کی طرف بُلانے کے لیے بلند نہ ہوتی ہو۔ یہاں صرف اُن تاریخی مساجد کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔ جن کی تعمیر خاص بادشاہوں یا اُمراء نے کی۔ اور جن کی زینت اور آرائش دیکھ کر سیّاح دنگ رہ جاتے ہیں۔

۱۔ جامعہ عمرؓو بن العاص :

اِس مسجد کی بُنیاد حضرت عمرؓو بن العاص نے ۲۱ سنہ ہجری میں رکھی تھی۔ مصر میں یہ سب سے پہلی اور پُرانی مسجد ہے۔ یہ ۳۹۰ فٹ لمبی اور ۳۶۰ فٹ چوڑی ہے۔ اگرچہ اِس کی مرمّت ہوتی رہی ہے لیکن جس توجہ کی مستحق ہے، وُہ اِس پر نہیں دی گئی۔ چار میناروں میں سے صرف دو باقی ہیں اور ان کی ہستی بھی خطرہ میں ہے۔ جس شہر میں یہ بنائی گئی تھی، وہ اب معدُوم ہو چُکا ہے۔ یعنی فسطاط کا شہر۔ اُس شہر کی نشانی یہی ایک مسجد باقی ہے۔

۲۔ جُمعۃ الوداع :

یہ مسجد شہر کے ایک طرف واقع ہونے کے باعث آباد نہیں۔ اِس

Marfat.com

کی اہمیت صرف یہ تھی کہ شاہِ مصر اس میں جُمعہ کی نماز ادا کرنے آتے تھے۔ جس کے باعث شہر کے رؤسا اور اُمراء بھی وہاں آجاتے۔ آجکل یہاں زیادہ رونق نظر نہیں آتی۔

اِس مسجد کے ایک کونہ میں مزار دیکھا، جو عمرؓو بن العاص کے بیٹے عبداللہؓ کا مزار بتایا جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ مسجد میں بڑے محراب سے قدرے ہٹ کر ایک اور چھوٹا سا محراب بنا ہُوا ہے۔ پُوچھنے پر معلُوم ہُوا کہ یہاں سیّدہ نفیسہؓ نے نماز ادا کی تھی۔ اور یہ محراب اُن کی نماز کی یادگار میں بنایا گیا ہے۔ محراب کے دائیں بائیں دو پتّھر لگے ہیں۔ جن کے گرد لوہے کا جنگلہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بیتُ اللہ شریف سے لائے گئے تھے۔ اسی طرح ایک ستُون کے گرد بھی جنگلہ لگا دیا گیا ہے۔ وہ بھی بیتُ اللہ شریف کا بتایا جاتا ہے۔ یہ کہاں تک سچ ہے، اللہ بہتر جانتا ہے۔ ایک پتّھر پہ گہرا نشان دیکھا پُوچھنے پر معلوم ہُوا کہ لوگ بیماری سے شفا پانے کے لیے اِسے چاٹتے رہے ہیں اور اِس طرح یہ نشان بن گیا ہے۔

۳۔ جامعہ احمد بن طولون:

یہ مسجد بھی بہت وسیع اور فراخ ہے۔ اور اسے بنے ہُوئے ہزار سال سے زیادہ عرصہ ہو چُکا ہے۔ یہ مسجد بہت خُوبصُورت ہے۔

Marfat.com

۴۔ جامعۃ الرفاعی :

یہ مسجد خدیو مصر اسمٰعیل پاشا کی والدہ نے تعمیر کروائی تھی اور رفاعی نامی ایک بزرگ سے جن سے انھیں عقیدت تھی، مسجد کو منسوب کیا تھا لاہور کی شاہی مسجد کی طرح اس کا چبوترہ بہت بلند ہے۔ اور اس پر نہایت شاندار عمارت بنائی گئی ہے۔ یہ عمارت سُرخ پتھر کی ہے۔ جس کی اندرونی دیواروں پر نہایت قیمتی پتھر لگے ہوئے ہیں۔ فرش پر خوبصورت قالین بچھے ہوئے ہیں۔ یہاں جمعہ اور عیدین پر اُمراء اور رؤسا شاہی خاندان کا اجتماع ہوتا تھا۔ اِس کے ساتھ ہی شاہی قبرستان ہے۔ ہم تالا کُھلوا کر اس میں داخل ہوئے۔ یہاں خدیو خاندان کی سنگِ مرمر کی قبریں ہیں، جن پر گنبد اور قُبّے بنے ہوئے ہیں۔ معزول شُدہ شاہ فاروق کی قبر بھی تیّار پڑی ہے۔ لیکن خدا جانے اُس کا ٹھکانہ کہاں ہے۔

۵۔ جامعہ حضرت امام حسینؑ :

یہ مسجد شہر کے پُر رونق حصّہ میں واقع ہونے کے باعث بہت آباد ہے۔ اِس کی آرائش اور زیبائش پر شاہانِ مصر نے دل کھول کر رقم صرف کی ہے۔ مسجد کے پچھلے حصّہ میں حضرت امام حُسینؑ کا مزار ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب یزید کے پاس آپ کا سرِ مُبارک پہنچا تو وہاں سے اسے مصر میں لایا گیا۔ اور یہاں دفن کیا گیا۔ اگرچہ دُوسری روایت میں

Marfat.com

آپ کا سرِ مُبارک دِمشق کی مسجد اموِیہ میں دفن بتایا جاتا ہے۔
مزار کی وجہ سے یہ مسجد مرجعِ خاص و عام ہے اور یہاں ہر وقت لوگ دُعائیں مانگنے، دُرود اور سلام پڑھنے میں مصرُوف رہتے ہیں۔
اِن کے علاوہ جامعہ سُلطان حسن بھی تاریخی مسجد ہے۔ یہ جامعہ رفاعی کے عین مُقابل واقع ہے۔ یہ پُرانی مساجد نہایت قیمتی تاریخی خزانے ہیں۔ اِن کے علاوہ موجُودہ زمانے کے مُخیّر حضرات نے نہایت عالی شان مساجد تعمیر کی ہیں، تاکہ لوگوں کو رہائش گاہ کے قریب ہی عبادت کے لیے خانۂ خدا مل جائے۔
مجھے بتایا گیا کہ حضرت امام حُسینؓ کے مزار کے علاوہ حضرت زینب بنت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سیّدتنا نفیسہ، سیّدتنا سکینہ اور سیّدتنا رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزارات قاہرہ میں موجُود ہیں۔ لیکن سیّدتنا زینبؓ کا مزار دمشق میں بھی دیکھا تھا۔ اِس لیئے یہ مزار دیکھ کر شُبہ ہُوا کہ کسی اور شہزادی زینب کا ہو گا۔ جسے خوش فہموں نے اُن کے نام سے منسُوب کر دیا ہے کیونکہ کسی تاریخ سے اُن کا مصر میں آنا معلوم نہیں ہوتا۔

الازھر یُونیورسٹی :

جامعہ ازہر دُنیا کی سب سے پُرانی تعلیم گاہ ہے۔ جو اب ایک مُستقل یُونیورسٹی میں تبدیل ہو چُکی ہے۔ اِس کی بُنیاد ۹۷۰ء میں قائد جوہر

نے ڈالی۔ اُس نے یہاں ایک مسجد تعمیر کرائی اور اُس کے ساتھ ایک مکتب جس میں علوم شرعی کی تعلیم دی جاتی تھی قائم کیا۔ طلباء کی تعلیم اور رہائش کا انتظام مُفت ہوتا تھا۔ اور اس مقصد کے لیے بہت بڑی جائداد وقف تھی۔ قائد جوہر خلیفہ المعز کا سپہ سالار تھا۔ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اِس نیک کام کی خواہش پیدا کی۔ الازہر کی آمدنی اِس قدر ہے کہ اِس کے منتظمین کو کسی بیرونی اِمداد کی ضرورت نہیں۔

اِس وقت اِس یونیورسٹی میں ۲۷ ہزار طالب علم تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جن میں پاکستان، ہندوستان، جاوا، سماٹرا، افغانستان، ایران حجاز، شام، عراق، لبنان، روس اور کئی ایک دیگر ممالک کے رہنے والے ہیں۔

پرائمری، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی علیحدہ علیحدہ درسگاہیں ہیں۔ طلباء کی رہائش کے لیے بورڈنگ ہاؤس ہیں۔ معلمین نہایت قابل محنتی اور ہمدرد ہیں۔ جن کو درس و تدریس کے سوا کسی اور مشغلے سے وابستگی نہیں۔ الازہر میں تعلیم دینے والا استاد اپنے علم کا عالم ہوتا ہے طالب علموں کو تکمیل علم کے بعد سند دی جاتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ الازہر کا فارغ التحصیل دُنیا کے کسی بڑے سے بڑے عالم کے مُقابلہ میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ بعض کی رائے اِس کے برعکس بھی ہے۔

جامعہ کا شیخ جسے شیخ الازہر کہتے ہیں۔ اِس یونیورسٹی کا منتظم اعلیٰ ہے۔ اور اس کا درجہ وہی ہے جو ہماری یونیورسٹیوں میں چانسلر کا ہے

Marfat.com

اس کے ماتحت یونیورسٹی کے تمام شعبہ جات ہیں۔ جن کا علیٰحدہ علیٰحدہ ایک صدر ہوتا ہے۔ الازہر میں پروفیسر ہونا باعث فخر خیال کیا جاتا ہے۔

پہلے تو یہ دارالعلوم صرف دینی تعلیم کے لیے جاری ہُوا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ احادیث، تفسیر، فقہ، تاریخ، فلسفہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ یہاں دیگر علوم اور زبانوں کی تعلیم بھی دی جانے لگی۔ اور اب تو یہاں یورپین زبانوں کے ساتھ سائنس اور زمانۂ حال کے علوم کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

پُرانی مسجد یونیورسٹی کے تقریباً وسط میں آچکی ہے۔ گاہے گاہے اس کی مرمّت ہوتی رہتی ہے۔ لیکن مصری لوگوں نے مرمّت میں ایسی کاریگری کا ثبوت دیا ہے۔ کہ اِس عمارت کی اصلی حالت میں تبدیلی نہیں آنے دی اور اس کی ظاہری شکل و صُورت وہی ہے۔ جو آج سے ایک ہزار سال پہلے تھی۔ مسجد کے اِردگرد نئی عمارات بنائی گئی ہیں۔ جن میں طلباء کی بڑھتی ہُوئی تعداد کا سمانا مُشکل ہو گیا ہے۔ کالجوں اور نئے سکولوں کی عمارات جدید طرزِ تعمیر کا نمونہ ہیں۔ قائدِ جوہر کا مزار بھی پُرانے حصّہ میں ہے یہ بہت سادہ ہے۔ جس میں تکلّف کو کوئی دخل نہیں۔

آج روانگی کی تیّاری کرنا تھی۔ تمام مشہور مقامات اور قابلِ دید جگہوں کو دیکھ چُکے تھے۔ لیکن جو حضرات اِس سفرنامہ کو پڑھ رہے ہیں اُن کی معلومات کے لیے دو ایک باتیں ضبطِ تحریر میں لانا نہایت ضروری خیال کرتا ہُوں۔

Marfat.com

قاہرہ کے مضافات :

قاہرہ کے مضافات بھی قابلِ دید ہیں۔ جہاں داخل ہو کر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم یورپ کے کسی دارالحکومت میں آگئے ہیں۔ صاف شفّاف سڑکوں پر مصری مرد اور عورتیں یورپین لباس میں ملبوس جاتے ہیں۔ عربی جُبّہ بہت کم نظر آتا ہے۔ ایک ہوٹل میں جانے کا اتّفاق ہُوا، تو یہ پیرس اور لندن کا ہوٹل معلوم ہوتا تھا۔ ٹیلیفون پر لڑکی بیٹھی ہے اور وہ تقریباً دو تین زبانیں ضرور جانتی ہے۔ عربی تو اِن کی مادری زبان ہے۔ اِس کے ساتھ انگریزی، فرانسیسی اور تُرکی بھی اِن کے لیے جاننا ضروری ہے۔

چائے اور قہوہ عام استعمال ہوتا ہے۔ لوگ ہال کمرہ میں بیٹھے ہیں پیالی آگے رکھی ہے۔ ریڈیو بج رہا ہے۔ کوئی گانا سُن رہا ہے، کوئی اخبار پڑھ رہا ہے۔ چند بے فکرے خوش گپیوں میں مصروف ہیں۔

قاہرہ کے مضافات میں پہلوان بہت مشہور ہے۔ یہاں گندھک کے چشمے ہیں۔ اِس لیے یہ ایک بہترین صحت افزا جگہ ہے۔ جہاں دُور دُور سے لوگ آکر رہتے ہیں۔ اِس جگہ نہایت عالی شان ہوٹل اور قیام گاہیں ہیں۔ اِس کے قریب ہی مصر کی سرکاری رصدگاہ اور موسمیات کا دفتر ہے۔

قاہرہ میں قیام بہت پُرلطف رہا۔ مصری لوگ عربی زبان بولتے ہیں۔ لیکن اِن کی رہائش اور لباس یورپین اقوام سے زیادہ مُشابہ ہے۔ انھیں اپنی تہذیب اور تمدّن پر بہت فخر ہے۔ وہ اپنے تمدّن کی قدامت

Marfat.com

پر نازاں ہیں۔ یہاں کے عجائبات سیاحوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ جو دُنیا کے ہر گوشہ سے لاکھوں کی تعداد میں یہاں آتے ہیں۔ مصر کو تحفۂ نیل کہتے ہیں۔ اور یہ بالکل دُرست ہے۔ کیونکہ یہاں کی زرخیزی صرف دریائے نیل پر موقوف ہے۔ جس میں ہر سال طغیانی آتی ہے اور اِس کا پانی کناروں کے دونوں طرف وسیع رقبوں کو سیراب کرتا ہے۔ جہاں تک دریائے نیل کا پانی جاتا ہے۔ وہاں تک زمین آباد اور قابلِ زراعت ہے۔ باقی بنجر ریگستان ہے۔ جس میں سینکڑوں میلوں تک آبادی کا نام و نشان نہیں۔

دریائے نیل کا ڈیلٹا بہت زرخیز ہے۔ اِس میں کپاس کی کاشت ہوتی ہے۔ جو لمبے ریشوں کے باعث دُنیا کے گوشے گوشے میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے اور مصر کے لیے زرِ مُبادلہ مہیا کرتی ہے۔

کرایہ کی موٹریں :

قاہرہ میں کرایہ کی موٹریں بہت عام ہیں۔ لیکن موٹر ڈرائیور بڑے دھوکے باز ہیں۔ ایک ٹیکسی کرایہ پر لی اور ہوٹل سے پاکستانی سفارت خانہ کی طرف روانہ ہوئے۔ فاصلہ کا لحاظ رکھتے ہوئے کرایہ کوئی تین روپے (پاکستانی) بنتا تھا۔ لیکن ڈرائیور نے میٹر میں کچھ ایسی گڑبڑ کی کہ جب ہم پاکستانی سفارت خانے پہنچے تو اُس نے بیس روپے کا مطالبہ کیا۔ سفارت خانے میں چھٹی ہو چکی تھی۔ لیکن حسنِ اتفاق کہیے کہ

Marfat.com

وہاں ایک پاکستانی مل گئے۔ جو سفارت خانے میں اسسٹنٹ تھے وہ ہماری مدد کو پہنچے۔ لیکن بے سُود۔ اُنھوں نے بہتیرا سر کھپایا لیکن ڈرائیور اپنی ضد پر قائم رہا۔ آخر کار تنگ آ کر وہ اُسے پولیس اسٹیشن پر لے گئے جہاں باوجود یہ ثابت ہو جانے کے کہ موٹر کا میٹر خراب ہے۔ ڈرائیور کے خلاف کوئی چارہ جوئی نہ کی گئی بلکہ پولیس والوں نے مل جُل کر اُسے چھوڑ دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے ٹیکسی ڈرائیور عام طور پر مسافروں کو لُوٹنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ اِس کے برعکس یورپ میں اور خاص کر لندن کے ڈرائیور اجنبیوں سے بڑے خلق اور محبت سے پیش آتے ہیں اور کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیتے۔

ٹورسٹ پولیس:

شاید حکومت تک ڈرائیوروں اور عام پولیس کی شکایتیں پہنچی ہیں کیونکہ مسافروں سے اُن کا سلوک قابلِ تعریف نہیں ہے۔ اِن شکایتوں کی وجہ سے یا مسافروں کے آرام اور آسائش کی خاطر مصری حکومت نے مختلف زبانیں جاننے والے نوجوانوں پر مشتمل ایک محکمہ ٹورسٹ پولیس کے نام سے بنایا ہے۔ جو سیاحوں کی مدد کرتا ہے۔ اِنھیں ٹیکسی ڈرائیوروں اور دکانداروں کی زیادتیوں سے بچاتا ہے۔ ایک دفعہ موقع پر جب ڈرائیور ہم سے زائد کرایہ لینے پر بضد تھا۔ ٹورسٹ پولیس کے

ایک سپاہی نے فوراً آکر اُسے راہِ راست پر لگایا۔

یہ سپاہی سفید کوٹ پتلون میں ملبوس ہوتے ہیں۔ صرف ان کے بازو پر ٹورسٹ پولیس کا بیج (BADGE) نمایاں ہوتا ہے۔ پاکستان میں بھی اگر ٹورسٹ پولیس کا قیام عمل میں لایا جائے تو بہت مفید ہو گا۔

ایک پرانا واقعہ :

کوئی دس برس پہلے کی بات ہے۔ کہ میں اپنے لڑکے عبدالغنی برق کے ساتھ کراچی گیا۔ سٹیشن سے باہر آکر ایک وکٹوریہ گاڑی میں سامان رکھا۔ ایک دو جگہ ہوٹلوں میں گئے۔ لیکن وہاں کوئی کمرہ خالی نہ تھا۔ اس بھاگ دوڑ میں کوئی پون گھنٹہ صرف ہو گیا۔ وکٹوریہ والے کو کسی اور ہوٹل کی طرف چلنے کو کہا۔ شام کی تاریکی چھا رہی تھی۔ وہ بجائے ہوٹل کے ہمیں ایک غیر آباد اور ویران سڑک پر روشنی سے بہت دور لے گیا۔ گاڑی کھڑی کر لی اور ہاتھ میں ہنٹر لے کر ہماری طرف بڑھا اور کہنے لگا کہ مجھے پانچ روپے دے دو۔ اور یہیں اُتر جاؤ۔

تھوڑی دیر بعد ہم ایک پولیس کے سپاہی کو بلا لائے۔ لیکن وہ بھی اس کوچوان سے کچھ کھسر پھسر کر کے چلا گیا ؎

گر ہمیں مکتب است وہمیں مُلا

کارِ طفلاں تمام خواہد شُد

کوچوانوں اور ڈرائیوروں کی یہ مجال نہیں کہ وہ مسافروں کو لوٹیں

ہائی جیکنگ کریں۔ یہ لوگ اگر ایسا کرتے ہیں تو پولیس والوں سے مل کر کراچی اور سندھ کی پولیس اِن باتوں کے لیے خاص طور پر بدنام ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ اسلامی سلطنت میں سیّاحوں سے بدسلوکی کے واقعات پیش آئیں۔ حالانکہ اسلام نے ابن السبیل کی امداد کی تاکید کی ہے اور اہلِ یورپ جو ہمارے نزدیک کافر ہیں وہ سیّاحوں اور مسافروں کو ہر قسم کی سہولتیں دیں۔ دکاندار ان کو اجنبی سمجھ کر امداد کریں۔ پولیس اُن کی خاطر و مدارات کرے۔ حتیٰ کہ معمولی لغزش کو نظر انداز کر دے۔ ٹیکسی والے اِن سے خلق اور محبّت سے پیش آئیں۔

قاہرہ میں ہمارے راہنما پروفیسر محمود بریلوی صاحب دوسرے ہی دن اِتّفاقاً مل گئے۔ پروفیسر موصوف مخلص دوست ہونے کے علاوہ ہماری چند ایک مطبوعات کے مُصنّف بھی ہیں۔ اور آج کل یہاں مؤتمر اسلامی میں پاکستانی مندوب کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہم نے ٹیکسی ڈرائیور کے پہلے دن کے واقعے کے ڈر سے سیر و سیاحت شاپنگ مختلف ہوٹلوں میں قیام و طعام انہی کی معیت میں کیا۔ سچ ہے کہ ؎

اے ذوق کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے مُلاقاتِ مسیحا و خضر سے

شاہِ فاروق کا موٹر لانچ :

شاہ فاروق بڑا رنگین مزاج بادشاہ تھا اور الف لیلہ کے افسانوی

Marfat.com

کرداروں سے ملتا جلتا تھا۔ سامانِ تعیّش میں ایک بڑا موٹر لانچ دریائے نیل کی سیر کے لیے اُس نے بنا رکھا تھا۔ اِس لانچ میں بہت سے کمرے اور برآمدے ہیں جو شاہی وقت میں بہت آراستہ ہوں گے لیکن اب یہ لانچ ایک ریستوران کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

عام لوگ اِس میں جا کر کھاتے پیتے اور اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔ ہم بھی اِس لانچ میں گئے اور مشروبات سے لطف اندوز ہوئے۔

آج ذی الحج کی پانچویں تاریخ تھی اور مصر میں ہمارا آخری دن تھا شام کے قریب دو دو احراموں کے لیے کپڑا۔ تین چھاتے۔ ایک لالٹین ایک تھرماس ہیجو قسم سامان خرید کیا۔ باپ۔ بیٹا دونوں نے سر مُنڈوائے اور ہوٹل میں واپس آ کر صبح سویرے جدّہ جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

شیخ حق نواز جو پہلے پاکستان ہاؤس دہلی میں سپرنٹنڈنٹ تھے آج کل مصر کے سفارت خانہ میں ہیں۔ اُنھوں نے پہلی خط و کتابت کے مطابق ہمارے لیے جدّہ کی نشستوں کا انتظام ہوائی جہاز میں کر رکھا تھا اُن کی اہلیہ صاحبہ بھی اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو قاہرہ چھوڑ کر ہمارے ساتھ حج کے لیے تیار ہو گئیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ؕ

Marfat.com

مکّہ معظّمہ

۸ ذی الحجہ کو قاہرہ سے ایرویز کے ہوائی جہاز پر صبح ۸ بجے سوار ہو کر ساڑھے گیارہ بجے جدّہ ایرپورٹ پہنچے۔ راستہ میں ہر مسافر کو عربی زبان میں چھپا ہوا ایک ایک فارم پُر کرنے کے لیے دے دیا گیا۔ اس فارم کی ادھوری تکمیل ہی ہو سکی۔ کیونکہ عربی زبان سے واقفیت نہ تھی اور ساتھ والے بھی اس زبان سے زیادہ آشنا نہ تھے۔

جدّہ ایرپورٹ :

جہاز آکر ٹھہرا ہی تھا کہ ہمیں اُترنے کا حکم دیا گیا۔ سب مسافر اپنی اپنی جگہ سے سرکے، کچھ نیچے اُترے اور کچھ ابھی اُتر ہی رہے تھے کہ دوسرا حکم صادر ہوا کہ سب مسافر کھڑے رہیں۔ اس کے بعد تیسرا حکم آیا کہ سب مسافر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جائیں۔ کیونکہ ڈاکٹری معاینہ جہاز ہی میں ہوگا۔ کچھ عرصہ بعد ایک صاحب تشریف لائے۔ جو سب مسافروں پر ایک نیم متبسم طائرانہ نظر ڈال کر واپس چلے گئے۔ غالباً یہی ڈاکٹری معاینہ تھا۔ جس کے لیے ہمیں روکا گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے جانے کے بعد

Marfat.com

چوتھا حکم یہ آیا کہ سب سواریاں جہاز سے اُتر جائیں۔ اُترے تو دروازے پر پانچ سات حضرات آدھمکے، جو سعودی حکومت کے کارندے معلوم ہوتے تھے۔ اِن میں سے ہر ایک یہی ظاہر کرنے کی کوشش میں تھا کہ میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ اور دُوسرے ساتھی میرے ماتحت ہیں۔ اِس جماعت کا ہر ایک شخص ہمارا پاسپورٹ لے لیتا اور ساتھ ہی پُوچھتا۔ "مُعلّم کون ہے؟" اُنھیں بتایا کہ مُعلّم عمر اکبر ہے۔ اِس اِمتحان کے بعد ہمارے پاسپورٹ رکھ لیے گئے اور ہمیں باہر نکال کر دروازہ بند کر دیا گیا۔ شیخ حق نواز کی بیگم صاحبہ کو جو قاہرہ سے ہماری رفیقِ سفر تھیں، پاکستانی سفارت خانے سے اُن کے کوئی مِلنے والے آئے اور یہ اُنکے ہمراہ تشریف لے گئیں۔

جدّہ کسٹم ہاؤس:

کسٹم آفس میں آکر ہماری حالت یُوسفِ بے کارواں کی سی تھی کوئی پُرسانِ حال نہ تھا۔ کھڑے کھڑے سامان کا اِنتظار کر رہے تھے جو آدھ گھنٹے کے بعد قلی اکٹھا کرکے لایا۔ جس نے دو ریال مزدوری کے ہتھیا لیے۔ مُعلّم کا کوئی ایجنٹ نظر نہ آیا۔ ہم آیندہ پروگرام کے لیے مُتشوّش تھے۔ دُوسرے کسٹم کا مرحلہ ابھی باقی تھا۔ جب تک وہ سامان چیک نہ کرلیں، وہاں سے جانا مُمکن نہ تھا۔ آخر ایک عرب کو یہ سمجھ کر کہ یہی کسٹم والا ہوگا، بڑی مُشکل سے اپنی طرف مُتوجہ کیا۔ اُنھوں نے

Marfat.com

بڑی مہربانی کی اور سامان کھولنے کا حکم صادر فرمایا۔ صرف دو سُوٹ کیس ہمارے ساتھ تھے۔ کھول کر سامنے رکھ دیئے۔ وہ صاحب بجائے سامان مُعاینہ کرنے کے کبھی اِدھر دیکھتے تو کبھی اُدھر۔ کبھی مستعمل پارچات کو اُلٹ پلٹ کر خراب کرتے اور کبھی ہماری طرف دیکھتے۔ آخر ایک ہوائی کمپنی کے انگریزی فولڈر کو اُلٹا پکڑ کر ایک ساتھی مترجم کے ذریعے ہم سے دریافت کرنے لگے کہ یہ کیا ہے؟ اُن کی یہ تمام حرکات اور گُربہ شغال آنکھیں بتا رہی تھیں کہ اگر جلدی خلاصی کرانا چاہتے ہو تو کچھ نذرانہ پیش کرو لیکن پہلے ہی قدم پر اور وُہ بھی اِس پاک سرزمین میں طبیعت نے رشوت دینے سے گُریز کیا۔

یہاں سے خلاصی ہُوئی تو ایک ٹیکسی والا خود بخود ہمیں وکیل السیّد علی علوی کے پاس لے گیا۔ یہاں بھی بے حد بھیڑ بھاڑ تھی۔ آخر جب باریابی ہُوئی تو اُن سے کسی ہوٹل میں جانے کے لیئے کہا گیا۔ وہ بولے کسی ہوٹل میں جگہ خالی نہیں ہے۔ ہمارا آدمی آپ کے ساتھ جائے گا۔

حاجی کیمپ:

قُلی نے سامان اُٹھایا اور ہم حاجی کیمپ میں پہنچا دیئے گئے۔ یہاں قیامتِ صُغریٰ کا نظّارہ تھا۔ غضب کی دھوپ اور گرمی کی شِدّت۔ تعفّن سے وہاں ٹھہرنا ناممکن۔ قہرِ درویش بر جانِ درویش۔ جگہ صاف کرائی سامان

رکھا اور خود مُعلّم کے وکیل کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزاری کہ "ہمیں مکّہ مُعظّمہ بھجوانے کا جلد بندوبست کیجیے" انھوں نے ہم تینوں سے ۲۸۶ ریال وصول کر لیے اور بتایا کہ لوگ تو یہاں تین تین دن سے پڑے ہیں اور آپ اتنی جلد گھبرا گئے۔ پھر پُوچھا کہ ہم لاری پر جائیں گے یا ٹیکسی میں۔ میں نے بتایا کہ سالم ٹیکسی لیں گے۔ اِس کے بعد وہ مُعلّم عمر اکبر سے فارغ ہو کر مجھ سے مُخاطب ہُوئے کہ "آپ (مولانا) احمد علی (صاحب) کا آدمی ہے؟" میں نے اِثبات میں جواب دیا۔

سابق مُعلّم کی یاد:

یہاں ہمیں اپنا سابقہ مُعلّم عبدالرّزّاق فارسی رہ رہ کر یاد آرہا تھا کہ دونوں پہلے موقعوں پر اُن کا نمائندہ ہمیں جہاز سے اُترتے ہی ملتا ہمارا سامان سنبھالتا۔ اپنے گھر لے جاکر کھانا کھِلاتا اور ہر طرح ہماری سہولت اور آسائش کو مدّ نظر رکھتا۔ اِس کے بعد خود ہی ہمیں مکّہ مُعظّمہ پہنچانے کا اِنتظام کرتا۔ صُبح سے اب تک کچھ کھایا پیا نہ تھا۔ چھ ریال میں دو بریاں مچھلیاں اور ایک روٹی خرید کر پیٹ کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی اِس کے بعد پھر وکیل مُعلّم کے سر جا چڑھے کیونکہ ہمارے پاسپورٹ درج ہو کر وکیل کے پاس نہ آئے تھے۔

آخر کار اُن کے دو کارکنوں میں سے جو ہندوستان کے رہنے والے ہیں اور کچھ عرصہ سے اُن کے ہاں مُلازم ہیں، ایک کو چہیتا یار بنایا

Marfat.com

جو دفترِ متعلقہ سے ہمارے پاس پورٹ لے آیا۔ ہمارے تینوں پاسپورٹ نہایت عمدہ پلاسٹک کے کوور میں تھے۔ واپسی پر ایک کا پلاسٹک کوور غائب تھا۔ غالباً پاسپورٹ آفس والوں کو یا ہمارے چہیتے یار کو پسند آگیا ہوگا اور اُس نے رکھ لیا ہوگا اب یہ پاسپورٹ معلم کے وکیل کے ہاں درج ہونے تھے۔ جس کا ہر ایک اہل کار فرعون سے کم نہ تھا۔ یہ سخت مرحلہ بھی گزرا تو معلوم ہوا کہ ایک اور پلاسٹک کوور غائب ہے۔ جسے وکیل صاحب کے ایک اہلکار نے میز کے دراز میں چھپا لیا تھا لیکن طلب کرنے پر تھوڑی سی زہر خندہنسی کے ساتھ واپس کر دیا۔

حاجیوں کی دُرگت :

وکیل صاحب کے ہاں پاسپورٹ درج کرانے اور مکہ مکرّمہ کے لیے لاریوں میں جگہ حاصل کرنے کا مرحلہ بہت مُشکل ہوتا ہے۔ یہاں حاجیوں کی جو دُرگت بنتی دیکھی ہے، خُدا کبھی نہ دکھائے۔ ہر حاجی کے ساتھ حقارت آمیز سلوک ہوتا ہے۔ بات بات پر ڈانٹ ڈپٹ تو ایک معمولی چیز ہے۔ حاجی صاحبان اگر دریافت کریں کہ اُن کی روانگی کب ہوگی تو خاطر خواہ جواب ایک طرف، اُلٹا تحکمانہ رویہ اختیار کرنا یہاں کے اہل کاروں کی ادنٰے سی کارگزاری ہے۔ ایک معمّر سفید ریش حاجی جو وکیل کے پاس رقم جمع کرا چکا تھا، کئی دِنوں سے اُن کے دروازے پر

دھکّے کھا رہا تھا۔ میرے سامنے جب روانگی کا وقت دریافت کرنے آیا تو وکیل صاحب اور اُن کے نوجوان لڑکے نے اُسے گردن سے پکڑا اور گالیاں دیتے ہوئے دُکان کے باہر نکال آئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

بر جُرمِ عشقِ تو اَم میکشند غوغائیست
تو نیز بر سرِ بام آ کہ خوش تماشائیست

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایک ٹیکسی مل گئی۔ ہم تینوں پچھلی نشست پر بیٹھ گئے اور اگلی پر ایک ہندوستانی صاحب آ گئے۔ ہم سے فی کس ۱۲ ریال کرایہ وصول کیا گیا۔ راستے میں موٹر ڈرائیور نے بھی کافی تنگ کیا۔ خُدا خُدا کرکے تین گھنٹوں میں بعد عشا عُمر اکبر مُعلّم کے ہاں جا پہنچے جاتے ہی اُن کے دونوں صاحبزادگان سے مُلاقات ہوئی۔ جنھوں نے سیف سے ایک تھیلا نکال کر اپنی میز پر نوٹ بکھیر کر فرمایا کہ "تمام حاجی اپنا سامان تو پاس رکھیں اور نقدی ہمارے پاس جمع کرا دیں ورنہ ہم نقصان کے ذِمّہ دار نہ ہوں گے"۔ جس پر ہم نے کچھ رقم ایک چھوٹے ہینڈ بیگ میں مُقفّل کر کے اُنھیں اپنے سیف میں رکھنے کے لیے دے دی اِس سے فارغ ہو کر ہمارا سامان مُعلّم صاحب کے مکان کی اُوپر کی منزل میں رکھوا دیا گیا۔ جہاں قالین حرمی کی حِدّت کو دو چند کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد حاجی دین محمد صاحب مالک ایم۔ اے۔ ایس کمپنی لاہور سے مُلاقات ہوئی۔ جنھوں نے مُعلّم سے کہہ کر ہمیں کھانا بھجوایا اور ہم تیّار ہو کر طواف و سعی صفا و مروہ کے لیے گئے۔

حرمین شریفین میں حاضری :

الحمد للہ کہ وسس صحبتِ ناجنس اور پراگندہ ماحول سے حوصلہ شکنی کے باوجود ہم جب حرمین شریفین میں داخل ہوئے تو تینوں پر رقت طاری تھی۔ آنسو بے اختیاری کے عالم میں رواں تھے۔ گھگھیاں بندھ رہی تھیں۔ طواف وسعی سے فارغ ہوکر حرم شریف میں داخل ہوکر قبلہ وکعبہ حضرت والد بزرگوار مولانا مولوی فیروزالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اشعار جو آج سے چھیالیس برس پہلے انھوں نے لکھے تھے دُعا کی صورت میں پڑھنے شروع کیے۔

اعترافِ گناہ :

اے خدائے کارساز وبے نیاز
اے سراپا جود واے دانائے راز
جس کا تو رب ہو محمدؐ ہو رسول
کیوں ہو پھر دُنیا و دیں میں وہ ملول
کیوں یہ سرکش نفس ہے اِتنا دنی
فاسق و فاجر گنہگار و غبی
ظالم وجاہل حریص پُر دغل
پُر معاصی مفلسِ علم وعمل
عاجز وبے قدر و کم بیں و تباہ
لغو و آشفتہ دل و سینہ سیاہ
ناتوان وخستہ جان وبس نزار
مُو سپید و رُو سیاہ و ہیچکار
خود غرض خود بین خود را وخراب
پُر جفا و پُر خطا عصیاں مآب
کیں نمازیں بھی تو بے ذوقِ حضور
گر رکھا روزہ تو وہ بھی ناصبور

بے عمل وعظ و نصیحت گو کیا | پر نہ دل اپنا کبھی یکسو ہوا
ورد میں بیٹھا تو گویا سربسر | بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
عیب اپنے ہوں غرض کیا کیا بیاں | جرم لاکھوں اور اک بے قدر جاں
ہاں مگر شاہد ہے تو ہی اے غفور | تیری رحمت پر ہی اتنے ہیں غرور
اس قدر لا تقنطو کا ہے یقیں | جرم ہی گویا کیا کوئی نہیں
کس قدر ہے مہربانی یہ تری | اپنے احمد کا بنایا امتی
اس پہ اعضا بھی سبھی بخشے درست | اور حواس ظاہری بھی چاق و چست
کھانے پینے رہنے سہنے کو سدا | جو بھی کچھ چاہا کیا تو نے عطا
جب کوئی آیا مرض تو دی دوا | غم کوئی آیا تو جھٹ سن لی دعا

الغرض تو نے مدام امداد کی
ہائے پر میں نے نہ تیری یاد کی

دعا:

پس الٰہی اب بھی تا وقت اخیر | دین اور دنیا میں ہو میرا دستگیر
بار الٰہا صدقہ اپنی ذات کا | صدقہ اس لا تقنطو کی بات کا
رحمۃ للعالمین کے واسطے | اس شفیع المذنبین کے واسطے
بخش دے اپنی محبت کا سرور | میں نہیں کچھ مانگتا حور و قصور
عشق حقانی ہو دل میں جلوہ گر | جائیں ہٹ دنیا و دیں کے سب خطر
آگ ہو عشق رسول اللہ کی | سینۂ الفت خزینہ میں لگی

Marfat.com

بخشش دے چھوٹے بڑے میرے گناہ — نفس و شیطاں سے مجھے دیدے پناہ
رنج ہائے دُنیوی سے دے نجات — جائے بن بگڑی ہوئی ہر ایک بات
رکھ مری اولاد کو بھی شادکام — دین اور دُنیا میں ہو تا نیک نام
یا مجید یا حمید یا رشید — دین و دُنیا میں انھیں کیجو وحید
میرے ماں باپ اور خویشانِ قریب — بہرہ ور ہوں رحمتوں سے یا مجیب
دل میں بھر جائے مرے سوز و گداز — پہنچوں پھر حرمین میں باصد نیاز
ہوں مشرّف میں حریمِ پاک سے — اور حضورِ صاحبِ لولاک سے
سرورِ عالم کے جب پہنچوں حضور — لیں محبت سے بلا اپنے حضور
جان و دل دونوں کروں نذرِ رسولؐ — اُلفتیں دُنیا کی ساری جاؤں بھول
روضۂ انور پر پڑھوں لاکھوں درود — دیکھ لوں آنکھوں سے شاہد اور شہود
قلب پر میرے پھرے دستِ نبی — رُوح کو مل جائے تازہ زندگی

گرچہ ہے فیروز پُر جرم و گناہ
پر نہیں کم اس سے کچھ تیری پناہ

ایک تو زیارتِ حرمین اور دوسرے اِن اشعار کا اثر تھا کہ طبیعت کو قدرے سکون نصیب ہوا۔ یہاں سے معلم کے مکان پر جا کر احرام کھول دیے۔

اگلے دن بعد دوپہر معلم عمر اکبر صاحب سے ملاقات ہوئی خود بہت شریف اور ملنسار آدمی ہیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اُن کے پاس اِس قدر حاجیوں کے رہنے اور اُن کی دیکھ بھال کا خاطر خواہ اِنتظام نہیں

Marfat.com

تو وہ کیوں جبراً میزبان بن کر حاجیوں کی پریشانی کا باعث ہوتے ہیں۔

گرمی کی ایک رات :

واپسی پر جب کمرے میں پہنچے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی تنور میں داخل ہو رہے ہیں۔ لیکن نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ تھا۔ معلم صاحب سے بجلی کے پنکھے کے لیے کہا۔ جو اُنھوں نے منگوا تو دیا لیکن وہ درست نہ تھا۔ ع

ہر قدم پر تھا گماں یاں رہ گیا واں رہ گیا

قالین گرمی کی حدت کو اور تیز کر رہے تھے۔ اُترے ہوئے احرام نیچے بچھائے اور تمام رات پسینوں پر پسینے اُڑا کر فجر کر دی۔ صبح کی نماز کے لیے حرم شریف گئے۔ واپسی پر معلم صاحب کے صاحبزادے نے بکمال مہربانی پوچھا "چائے پئیں گے؟" اثبات میں جواب دیا۔ گھنٹہ بھر انتظار کے بعد بازاری چائے کی ایک چھوٹی چینک آ گئی۔ جسے خالی پیٹ حلق کے نیچے اُتارنا پڑا۔ یہاں پھر پرانا معلم عبدالرزاق فارسی رہ رہ کر یاد آیا۔ جس کے ہاں سے گرما گرم ایک بڑی روغنی روٹی۔ دو فرائی انڈے اور ملائی دار چائے روزانہ بلا طلب آ جاتی تھی۔

حاجیوں کی رہائش گاہ :

معلم کا مکان ایک گلی میں واقع ہے۔ اس گلی میں دو کمرے تھے

مکان تھے۔ جن میں آوارہ کتوں کا مسکن تھا۔ اِن کتوں میں کسی کو فالج تھا۔ تو کوئی قے کرکے وہاں گندگی پھیلا رہا تھا۔ اِس ماحول میں حاجی بیچارے نالیوں کے اُوپر بستر بچھا کر اپنا وقت کاٹ لیتے ہیں۔ جن کے بستروں کے آس پاس اور بعض دفعہ اُوپر بھی کُتے چلتے پھرتے رہتے ہیں اور وہیں بول و براز بھی کر جاتے ہیں۔ عام حاجیوں کے لیے بھی رفع حاجت کا کوئی خاص اِنتظام نہ تھا۔ اور وہ بے چارے بہت تکلیف اور پریشانی کی حالت میں تھے۔ جسے وہ محض اِس لیے برداشت کرتے ہیں کہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے ساتھ اِن تکالیف کا بھی اُنھیں اجر ملے گا۔

چُونکہ حاجی اِن مقاماتِ مُقدّسہ میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے جاتے ہیں۔ اِس لیے وہ حکومت تک اپنی تکالیف نہیں پہنچاتے۔ بلکہ حتیّ الامکان صبر و تحمّل سے برداشت کرتے ہیں۔ اگر یہ سب مل کر اپنی اپنی تکالیف کا اِظہار منظم طریقہ سے کریں تو یقیناً آہستہ آہستہ کچھ نہ کچھ بہتری کی صُورت پیدا ہو سکتی ہے۔ مُعلّم اُن کے کارندے اور وکیل اپنا رویّہ تبدیل کرنے پر مجبور کیے جا سکتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مُعلّموں کی اکثریت سوائے حاجیوں کو لُوٹنے کھسوٹنے کے اور کیا کام کرتی ہے۔

اُو خویشتن گُم است کرا رہبری کُند

اکثر مُعلّم ارکانِ حج سے خود واقف نہیں ہوتے۔ اجیر خدمتگاروں کے ذریعے حاجیوں کے قافلے بھیڑ بکری کی طرح طواف وسعی کے لیے

Marfat.com

لے جاتے اور رٹی ہوئی دُعائیں انھیں پڑھواتے ہیں۔ اُنھیں خود خبر نہیں کہ حج کس طرح سے ادا ہوتا ہے۔ اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ نوّے فیصدی محض اپنے خلوصِ نیّت کے باعث اللہ تعالیٰ سے قبولیّت حج کا اجر پاتے ہوں گے۔ ورنہ اِن معلّموں کے ہاتھوں حجّاج کی جو دُرگت بنتی ہے وُہ خُدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کس جگہ کتنا عرصہ قیام چاہیے، نمازیں کس طرح پڑھنی چاہییں، سوائے چند آدمیوں کے باقی کسی کو نہ بتایا جاتا ہے۔ اور نہ اِن بیچاروں کو خود کچھ پتا ہوتا ہے۔

رسالہ ہدایاتِ حج، شائع کردہ حکومتِ پاکستان:

حکومتِ پاکستان نے بھی توجّہ کے بارے میں کوئی خاص رہبری نہیں کی۔ سوائے اِس کے کہ ستائیس صفحوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا رسالہ بعنوان "مفصّل ہدایت برائے حج" شائع کر دیا اور خود کو فرض کی ادائیگی سے سُبکدوش سمجھ لیا۔ اِس رسالے میں اکٹھے معلّمین کے نام درج کر کے پاکستانی حاجیوں کو اُن میں سے کسی ایک مُعلّم کو منتخب کرنے کا اِختیار دیا گیا ہے۔ بے چارے حاجیوں کو کیا علم کہ انھیں کس مُعلّم کو انتخاب کرنا چاہیے۔ نہ اِس میں مُعلّمین کے ہاں رہائش و سکونت کے بارے میں کوئی معلومات درج ہیں اور نہ ہی کچھ اور۔ کیا حکومتِ پاکستان یا اِس کی ایجنسی کے کارکنان نے اُن مُعلّمین کے بارے میں کبھی خود کوئی تفتیش و تحقیق کی کہ یہ مُعاملے کے کیسے ہیں؟ دِینداری اور امانت و دیانت میں

Marfat.com

اِن کا حال کیا ہے۔ ہر ایک مُعلّم کے ہاں حاجیوں کی رہائش کے لیے کیا انتظام و اِنصرام ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اگر ایک ایک مُعلّم کے ہاں عمر اکبر صاحب کی طرح چھ چھ سو حاجی چلے جائیں۔ اور اُن کے ہاں چالیس پچاس کے لیے بھی معقول جگہ نہ ہو تو اِس کا ذمّہ دار کون ہے حکومتِ پاکستان اور حکومت سعودیہ نے اس امر کی کیا گارنٹی کر رکھی ہے۔ کہ ہر حاجی کو اُس کے مُنتخب کردہ مُعلّم کے ہاں مُناسب جگہ مل جائے گی۔

حکومتِ پاکستان اور سعودی حکومت کے اہلکاروں کو چاہیے کہ حج کے دوران مُعلّمین کی رہائش گاہوں اور اِنتظامات کو خود دیکھیں اُن کے ہاں مُقیم حاجیوں سے مل کر اُن کی تکالیف اپنے کانوں سے خود سُنیں تاکہ مُعلّمین آیندہ کے لیے ایسا اِنتظام کریں کہ اِن تکالیف کا اِعادہ نہ ہو۔

مُعلّمین کے ایجنٹ

بہت سے حاجی پاکستان میں اِن ایجنٹوں کا شکار ہو جاتے ہیں جو مُعلّمین سے کمیشن لیتے اور اُن کی تعریف کرتے ہیں اور اُن کے نام کے تعارفی خطوط بھی دیتے ہیں۔ یہ کنویسنگ حاجی کیمپ، ریل کے ڈبّوں، جہاز، مُسافرخانہ، غرضیکہ ہر جگہ ہوتی ہے۔ بہت سے عقیدتمند تو اپنا مال و متاع بھی اُن کے سُپرد کر دیتے ہیں اور خود بے دست و پا

ہو کر اُن کے غلامِ بے دام بن جانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ایک دن حاجی خادم حسین صاحب ساکن مزنگ لاہور جو ہر سال پنجاب کے کئی حاجیوں کو ساتھ لے چلتے ہیں۔ حاجی دین محمد صاحب مالکِ فرم ایم۔ اے ایس اینڈ کمپنی لاہور کے ساتھ معلمین الحجاج کے ذکرِ خیر میں ایک معلم کا ذکر فرما رہے تھے کہ وہ حاجیوں سے بات تک کا روادار نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی کسی امر کی شکایت کرے تو "اے کتے دُور ہو جا" کہہ کر باہر نکال دیتا ہے۔ اس جگہ مجھے عربی کی ایک مثل "رحمۃ اللہ تعالیٰ علٰی نبّاشِ الاوّل" یاد آگئی جس کی شانِ نزول یوں بیان کی جاتی ہے کہ شہر میں ایک کفن چور رہتا تھا۔ لوگ جنازہ دفن کر جاتے تو یہ رات کو ایک لکڑی کے ساتھ لوہے کا آنکڑا لگا کر قبر میں سے اُس کا کفن نکال لیتا۔ اگلے دن لوگ جب یہ واقعہ دیکھتے تو اُسے بہت بُرا بھلا کہتے۔ قضا کار یہ کفن چور مر گیا تو اس کی جگہ اس کے شاگردِ رشید نے سنبھال لی۔ یہ حضرت کفن اُتار لینے کے بعد مُردے کی مقعد میں ایک ڈنڈا بھی گھسیڑ دیا کرتے۔ لوگوں نے جب یہ حالت دیکھی تو بے اختیار کہہ اُٹھے: "رحمۃ اللہ تعالیٰ علی نبّاشِ الاوّل" کہ خدا پہلے کفن چور پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

یہی حالت ہماری ان معلمین کے بارے میں تھی۔ اور رہ رہ کر اپنا سابقہ معلم عبدالرزاق فارسی یاد آتا تھا۔ چنانچہ میں اُن سے ملاقات نہ کرنے کو بے مروتی سمجھ کر سلام کے لیے اُن کی خدمت میں حاضر ہوا

Marfat.com

اور چھبّیس ریال بطور نذرانہ پیش کیے، بڑے تپاک سے پیش آئے۔ کوکا کولا سے خاطر تواضع کی۔ خدا انھیں خوش رکھے۔

مکہ معظمّہ کی تاریخ :

حضرت ابراہیم علیہ السلام انبیائے کرام کے جدِّ امجد کہلاتے ہیں۔ کیونکہ تمام اولوالعزم پیغمبر آپ ہی کی اولاد میں سے ہوئے ہیں۔ آپ کے دو بیٹے بڑھاپے میں ہوئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس کا تذکرہ قرآن مجید کی ان آیاتِ مبارکہ میں آیا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحٰق عطا فرمائے بے شک اللہ دعا کا سننے والا ہے (ترجمہ از تسہیل القرآن)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے آپ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ حضرت بی بی ہاجرہ کو کنعان سے اس جگہ چھوڑ آئے۔ جہاں اب بیت اللہ ہے اور مکہ کا شہر آباد ہے۔ قرآن مجید میں آپ کی یہ دعا بھی موجود ہے۔ جو آپ نے بچے اور بیوی کو چھوڑتے وقت کی۔ رَبَّنَآ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ۝

Marfat.com

اے ہمارے پروردگار میں نے بسایا ہے اپنی اولاد اسمٰعیل کو (مکّہ کی) وادی میں جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی، تیرے محترم گھر (کعبہ) کے پاس تاکہ وہ لوگ نماز قائم کریں۔ پس اپنے فضل سے لوگوں کے دل اُن کی طرف مائل کر دے اور انھیں پھلوں سے روزی بخش کہ وہ تیرے شکر گزار رہیں۔ (ترجمہ از تسہیل القرآن)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا سُن لی۔ مکّہ کا شہر آباد ہُوا۔ اور بیت اللہ کی بُنیاد پڑی جس کی تعمیر حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے مُبارک ہاتھوں سے ہُوئی۔

بیت اللہ شریف :

کُتب تواریخ میں لکھا ہے کہ کعبۃُ اللہ کے دو دروازے تھے ایک مشرق کی طرف اور دُوسرا مغرب کی طرف تاکہ جو زائر آئیں وہ مشرقی دروازہ سے داخل ہو کر مغربی دروازہ سے باہر چلے جائیں۔ یہ آج سے تقریباً تین ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اِس کے بعد اِس کی مرمّت ہوتی رہی اور عرب اور عجم کے لوگ یہاں حج کی غرض سے آتے رہے۔

اصحابِ فیل :

ابرہہ حاکمِ یمن نے جو عیسائی تھا کوشش کی کہ اہلِ عرب مکّہ مُعظّمہ

حطیم :

بیت اللہ شریف مربّع ہے۔ اِس کے باہر جانب شمال جو حصّہ سنگِ مرمر کی دیوار سے محدُود ہے، وہ حطیم کہلاتا ہے۔ اِس کی عظمت اور برکت بھی وُہی ہے جو خانہ کعبہ کی ہے۔

حجرِ اسود :

جنوبی مشرقی کونہ پر فرشِ زمین سے قریبًا پانچ فٹ کی بلندی پر حجرِ اسود نصب ہے۔ یہ ایک فٹ قُطر کا گول پیالہ نُما چاندی کا حلقہ ہے جو دیوار کے کونہ میں ہے۔ جس میں سیمنٹ کی قسم کا مسالا ڈال کر حجرِ اسوَد کے ٹکڑے اُس میں جما دیئے گئے ہیں۔ حاجی لوگ اُسے چُومتے ہیں لیکن حج کے ایّام میں اِس تک پہنچنا کوئی آسان کام نہیں کیونکہ سینکڑوں آدمی وہاں کھڑے رہتے ہیں اور ہر ایک کو حجرِ اسود کے چُومنے کی خواہش ہوتی ہے۔

مُلتزم :

حجرِ اسود اور خانہ کعبہ کے دروازہ کے درمیانی دیوار کا حِصّہ مُلتزم کہلاتا ہے۔ یہ بھی مقامِ اجابت ہے۔

مقامِ ابراہیمؑ :

دروازہ بیت اللہ سے جانب شمال ایک خُوب صُورت چھوٹے سے

Marfat.com

جالی دار قبتے میں وہ پتھر جو مقامِ ابراہیم کہلاتا ہے، محفوظ ہے۔ اس کے ساتھ والی جگہ میں ہر وقت نمازیوں کا بہت بڑا ہجوم رہتا ہے یہاں وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی ط کی تعمیل میں لوگ جوق درجوق نوافل ادا کرتے ہیں۔

مطاف:

بیت اللہ شریف کے چاروں طرف کشادہ گول راستہ مطاف کہلاتا ہے۔ یہ حاجیوں کے طواف کرنے کے لیے بنا ہُوا ہے۔ اس میں ایسے پتھر لگے ہوئے ہیں جو سخت گرمی میں بھی اتنے گرم نہیں ہوتے کہ طواف کرنے والوں کو اُن سے کوئی تکلیف ہو۔

محرابُ النّبیؐ:

مطاف کے مشرقی کنارہ پر پتھر کی خُوب صُورت محراب ہے جسے محرابُ النّبیؐ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اِسی راستے خانہ کعبہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔ اِس کے قریب جانبِ شمال سنگِ مرمر کا ایک خوبصورت منبر ہے۔ جس پر کھڑے ہوکر امام خُطبہ پڑھتا ہے۔

مطاف کے چاروں طرف چار مُصلّے ہیں (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) پہلے مختلف فرقوں کے اِمام علیحدہ علیحدہ امامت کراتے تھے لیکن اب ایک ہی امام ہوتا ہے اور ایک ہی جماعت۔

Marfat.com

بیتُ اللہ کے اِردگرد کی عمارت :

بیتُ اللہ کے گرد کی عمارت ۵۴۶ فٹ طویل اور ۴۰۰ فٹ عریض ہے اِس کی دیواریں سیدھی نہیں ہیں۔ کیونکہ مختلف اوقات میں جُوں جُوں اِردگرد کے مکانات ملتے گئے، عمارتِ بیت اللہ میں شامِل ہوتے گئے۔ حکومتِ سعُودیہ نے لاکھوں روپے کے خرچ سے آس پاس کی عمارات لے کر حرم شریف کی کافی توسیع کردی ہے۔ حرم شریف کے سات مینار ہیں۔ چار چاروں کونوں پر اور تین اُن کے درمیان۔ کونوں کے میناروں پر مُؤذّن اذان دیتے ہیں۔

حرم شریف میں داخل ہونے اور باہر جانے کے لیے چالیس سے زیادہ دروازے ہیں۔ جن میں مندرجہ ذیل زیادہ مشہور ہیں۔

بابِ السّلام، بابِ النّبیؐ، بابِ العبّاس، بابُ الجہاد، بابِ اُمّ ہانی، بابِ الصّفا، بابِ ابراہیم، بابُ الوداع، بابُ العُمرہ وغیرہ۔

میں بفضلہٖ دو مرتبہ پہلے مکّہ معظّمہ کے مُقدّس مقامات اور زیارتگاہوں میں شرفِ باریابی حاصِل کر چُکا تھا۔ لیکن عزیزم عبدالحی پہلی بار اور اُس کی والدہ دوسری دفعہ آئے تھے۔ اِس لیے انھیں مندرجہ ذیل مقاماتِ مقدّسہ کی زیارت کرائی۔

مسجد جبلِ ابی قبیس :

جبلِ فاران پر یہ چھوٹی سی مسجد ہے، جو خلیفہ مامون الرشید کے عہد

Marfat.com

میں تعمیر کی گئی۔ اسے حضرت بلالؓ کے نام سے بھی منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ حرم شریف میں مامون الرشید کے عہد تک کوئی مینار نہ تھا جس پر کھڑے ہو کر اذان دی جائے۔ اس پر مامون الرشید نے یہ مسجد اور مینار تعمیر کرایا۔ یہاں حاجی لوگ نوافل پڑھتے ہیں۔ اس کے قریب ہی وہ مقام بتاتے ہیں، جہاں شق القمر کا معجزہ ہوا تھا۔

جنت المعلیٰ :

یہ مکہ معظمہ کا قبرستان ہے۔ جو نہایت خستہ حالت میں ہے حضرت آمنہؓ۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ۔ ابوطالب عم رسولؐ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے مزارات یہیں ہیں۔

دارارقم :

یہ وہ مکان ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو دین کی باتیں تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ رسول اللہ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے۔ اور بہن بھائی کی استقامت دیکھی تو یہ بھی اسی مکان میں جاکر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

جبلِ ثور :

یمن کو جو راستہ مکہ معظمہ سے جاتا ہے، اس پر تقریباً چھ میل دور یہ

Marfat.com

پہاڑ آتا ہے۔ یہ پہاڑ اس غار کی وجہ سے مرجع خلائق بن گیا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ تین دن اور رات مقیم رہے جبکہ آپؐ مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منوّرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ غارِ ثور میں جانے سے حاجیوں کو روک دیا جاتا ہے لیکن عام دنوں میں اس غار پر کوئی پہرہ نہیں ہوتا۔

غارِ حرا :

جبلِ ثور سے ہو کر ہم مکّہ معظّمہ آئے اور یہاں سے غارِ حرا کی طرف روانہ ہوئے۔ منیٰ کو جانے والی سڑک پر مکّہ شریف سے تقریباً ڈھائی میل بائیں طرف جبلِ نور واقع ہے۔ غارِ حرا تقریباً دامنِ کوہ سے ایک میل اونچا ہے۔ اور یہ چڑھائی سخت دشوار ہے۔ یہی وہ غار ہے جہاں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نبوّت سے پہلے آکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ یہیں آپؐ کو منصبِ نبوّت عطا ہوا۔ اور یہیں پہلی آیاتِ قرآنی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ ط نازل ہوئیں۔ یہاں پر چائے اور کھانے کی معمولی دکانیں ہیں۔ کیونکہ اکثر زائرین یہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔

ان زیارت گاہوں کے علاوہ مسجد جن، مکان حضرت ابوبکرؓ وغیرہ پر بھی گئے۔ یوں تو ہر مسلمان کے لیے مکّہ معظّمہ کا چپّہ چپّہ قابلِ ستائش ہے لیکن ان مقاماتِ مقدسہ کا ذکر اس خیال سے کیا گیا ہے کہ سفرنامہ پڑھنے والے حضرات توفیقِ خداوندی سے جب یہاں پہنچیں تو وہ بھی

Marfat.com

اِن زیارت گاہوں سے مُستفیض ہوں۔

۷ ذی الحجہ مولوی حبیب اللہ صاحب خلفِ اکبر حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب مدظلہٗ جو سالہا سال سے مدینہ طیبہ میں دینی تعلیم دینے کے علاوہ روزانہ درسِ قرآنِ مجید بھی دیتے ہیں۔ عین اپنے والدِ محترم کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ بڑے صالح نوجوان ہیں۔ اور محنت و جانفشانی سے اِس کارِ خیر کو سرانجام دے رہے ہیں۔ حج کے ایّام میں تقریباً دو ماہ کے لیئے مکہ معظمہ میں تشریف لے آتے ہیں اور حرم شریف میں بھی درسِ قرآن مجید دیتے ہیں۔ میں عرصہ سے اُن کی مُلاقات کا مُتمنی تھا۔ وہیں ظہر کے قریب حرم شریف کے ایک حُجرہ میں آپ سے مُلاقات ہُوئی۔ کھانے کا وقت تھا۔ اُنھوں نے دعوت دی تو ہم نے بھی غنیمت سمجھتے ہُوئے شکریہ سے اُسے قبول کیا۔ کیونکہ بھُوک لگ رہی تھی اور گرمی کے باعث حرم شریف سے باہر جانے کو جی نہ چاہتا تھا۔ وہیں اُنکے برادرِ اصغر مولانا حافظ حمید اللہ صاحب سے بھی مُلاقات ہو گئی۔ جو اُن کے پاس ہی حج کی غرض سے مُقیم تھے۔

میں نے مولانا مولوی حبیب اللہ صاحب سے عرض کیا کہ غالباً آپ کو معلوم ہوگا دو برس ہوئے میری استدعا پر آپ کے والدِ محترم نے مجھے اپنی معیت میں حج کرانے پر رضامندی ظاہر فرمائی تھی لیکن عین روانگی کے وقت وہ اپنی علالت کے باعث تشریف نہ لے جا سکے۔ ع

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

اب آپ اپنے والد صاحب کی بجائے ہماری رہبری فرماتے ہوئے حج کے تمام ارکان میں ہمارے ساتھ شامل رہیں تاکہ طبیعت میں اطمینان اور یکسوئی پیدا ہو۔ الحمدللہ کہ آپ نے وعدہ فرماکر باوجود سفر کی صعوبتوں کے اُسے کما حقہٗ ایفا فرمایا۔

عفاك الله عن شر النوائب   جزاك الله فی الدارین خیرا

اِن دونوں دیندار اور نیک بھائیوں کا ساتھ بھی ہمارے لیے از بس غنیمت تھا۔ مولانا مولوی حبیب اللہ صاحب نے کچھ اوراد بھی ہر موقع اور محل کے مطابق ایما فرمائے، جن کی بفضلہٖ تکمیل کی گئی۔

مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا دم اِس زمانہ میں مُغتنمات میں سے ہے۔ عرصہ سے آپ کی زیارت کا شوق تھا۔ چنانچہ مولانا حبیب اللہ صاحب کے ساتھ ایک مُعلّم کے مکان پر آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ میری شکل دیکھ کر فرمایا کہ "ویسے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کا دم بھرتے ہو۔ لیکن یہ صُورت کیا بنا رکھی ہے"۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کچھ ہدیہ پیش کیا تو فرمایا "مجھے معقول تنخواہ ملتی ہے"۔ میں نے اِصرار کیا تو فرمایا "اِس شرط پر لینے کو تیار ہُوں کہ وعدہ کرو آئندہ داڑھی رکھو گے"۔ میں نے عرض کی کہ "وعدہ تو نہیں۔ البتہ انشاء اللہ تعالیٰ کوشش ضرور کروں گا"۔ فرمایا "یہ انشاء اللہ تو مولوی نذیر احمد کی طرح ہے کہ جو کام نہ کرنا ہو اُس پر انشاء اللہ کہہ دیا"۔

گرمی کافی تھی۔ پچیس تیس اصحاب بیٹھے ہُوئے تھے کہ ایک شخص دستی

Marfat.com

پنکھا لے کر اندر آیا اور سب کو ہوا کرنے لگا۔ مولانا صاحب نے فرمایا "اسے بند کردو۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی کسی سے پنکھا کرایا ہے۔ اگر ہے تو اس کی کوئی سند پیش کرو۔"

ایک اور مجلس میں بھی چند منٹ اُن کی صحبت سے مُستفیض ہوا[1] ۔

چہ باید مرد را طبع بلندے مشربے نابے
دلِ گرمے نگاہِ پاک بینے جانِ بیتابے

کتابُ الحج :

دو مرتبہ پہلے زیارت حرمین شریفین سے مُستفیض و مُشرّف ہوتے وقت زیارت و مناسکِ حج کی ادائیگی کی سہولت کے لیے کئی کتابیں میرے زیرِ مُطالعہ رہیں۔ مگر کوئی کتاب ایسی نہ ملی جس میں سفرِ حج کے لیے گھر سے روانہ ہونے کے وقت سے تکمیلِ حج و زیارتِ روضۂ اطہر تک ہر مرحلے کی دُعائیں مِل سکیں۔ حُجّاج و زائرین مُعلّم اور مُزوّر حضرات کے ذریعے دُعائیں دُہراتے ہیں۔ مگر اس طرح وہ لطف و سُرور کہاں جو ہر دُعا کو خود معانی کے ساتھ پڑھنے میں آتا ہے۔

اِس مقصد کے پیشِ نظر تمام مُستند دُعاؤں کو یکجا جمع کرکے میں نے ۱۷۶ صفحات پر مُشتمل ایک رسالہ کتاب الحج کے نام سے شائع کرکے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ وہ مجھے اِس چھپی ہُوئی کتاب کے ساتھ پھر ایک بار اپنے مُقدّس گھر اور روضۂ اطہر کی زیارت سے مُشرّف فرمائے اور اِن دُعاؤں کو

[1] آپ رحلت فرما گئے۔ اِنا للہ و انا الیہ راجعون۔

وہاں خلوصِ دل سے پڑھنے کی توفیق بخشے۔ الحمدللہ کہ خدا تعالیٰ نے میری یہ خواہش پوری فرمادی۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ را
من نیز حاضر می شوم تصویرِ جاناں در بغل

منیٰ :

۸ ذی الحجہ کی صبح مکہ سے عرفات کی طرف کار میں روانہ ہوئے راستہ میں پہلا پڑاؤ منیٰ پر ہوتا ہے جو قریباً تین میل کے فاصلے پر ہے یہ معمولی گاؤں ہے۔ جس میں زیادہ تر کچے مکانات ہیں۔ اس میں ایک بازار بھی ہے۔ جہاں سے معمولی ضرورت کی اشیاء مل جاتی ہیں۔ کئی حجاج یہیں مکانات کرایہ پر لے کر رہتے ہیں۔ کرایہ معمولی ہوتا ہے۔ لیکن خانہ کعبہ میں آنے جانے میں تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ خاص کر موسم گرما میں جب کہ یہاں سخت گرمی ہوتی ہے۔ منیٰ میں ہر حاجی کو قیام کرنا پڑتا ہے۔ ظہر سے دوسرے دن کی صبح تک پانچ نمازیں یہاں پڑھنا ضروری ہیں۔ لہٰذا ہر حاجی منیٰ میں دوپہر سے پہلے پہنچ جاتا ہے۔ بعض خیموں میں بعض کھلے میدان میں۔ بعض مکانوں میں قیام کرتے ہیں۔ لیکن اس گرمی کے موسم میں سایہ کے بغیر ایک دن رات گزارنا بھی مشکل تھا۔ معلم نے خیمہ نصب کر رکھا تھا۔ جس میں جا کر قیام کیا۔ اور شام تک وہیں رہے۔ شام کے بعد یہ خیمہ عرفات میں لگانا تھا اس لیے ساری رات کھلے میدان میں گزاری۔ لیکن حج

Marfat.com

کا وقت سعید اب آپہنچا تھا۔ جس کے لیے یہ دُور دراز کا سفر اختیار کیا تھا۔ اِس لیے آرام و آسائش کا خیال بھی دل میں نہ آتا تھا۔ رات یونہی تسبیح و تہلیل میں گزر گئی۔ صُبح ہو گئی۔ اب نماز کے بعد ہمیں عرفات کی طرف جانا ہے۔

عرفات :

میدانِ عرفات منیٰ سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ ۹ ذی الحجہ کی صُبح کو نماز سے فارغ ہو کر حاجیوں کے قافلے عرفات کی طرف روانہ ہُوئے۔ عجیب نظّارہ تھا۔ پیدل، اُونٹ سوار، لاریوں، بسوں اور کاروں کا ایک بے پایاں سمندر لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کے نعرے لگاتا۔ ٹھاٹھیں مارتا ہُوا بڑھتا جا رہا تھا۔ عرفات کے میدان میں ہمارے لیے خیمہ نصب تھا۔ جدھر نگاہ جاتی تھی خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ خیموں کا ایک شہر آباد ہے۔ اِس میدان میں دُنیائے اسلام کے نمائندے جمع تھے۔ سب ایک لباس میں ملبُوس اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء میں مصرُوف۔ تمام دِل دُنیا کی خواہشات اور تکلّفات سے فارغ ہو کر صرف خُدائے قدّوس کی طرف مُتوجّہ تھے۔ اِسلام کی مساوات کا یہاں کھلا ثبوت تھا۔ عربی، عجمی، ایرانی، تُورانی، ہندی، پاکستانی سبھی اِس میدان میں جمع تھے اور امارت و غُربت کا اِمتیاز بظاہر مِٹ چکا تھا۔

Marfat.com

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

تمام دن نوافل، تسبیح، توبہ استغفار اور دُعائیں مانگتے ہوئے گزارا ظہر اور عصر کی نمازیں یہیں پڑھیں۔ سامنے جبلِ رحمت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انوارِ الٰہی کی بارش ہو رہی ہے۔

مُزدلفہ :

غروبِ آفتاب ہوتے ہی تکبیر و تلبیہ اور دُعا مانگتے، طریق مازسے مُزدلفہ کو روانہ ہوئے۔ اس وقت کا عالم کیف آور تھا۔ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں اور حجاج کا یہ بے پایاں سمندر مُزدلفہ کی طرف جا رہا تھا۔ دل مسرور تھے کہ فریضۂ حج ادا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سب کی سعی کو شرفِ قبولیت بخشے۔ مسجد مشعر الحرام کے قریب جگہ مل گئی۔ یہاں شام اور عشاء کی نمازیں پڑھیں اور پھر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اللہ اللہ کیا مقام ہے۔ خود بخود سربسجود ہونے کو جی چاہتا ہے۔ کچھ دیر کے لیئے آنکھ لگ گئی لیکن صبح کی نماز کے لیئے خود بخود جاگ اُٹھے۔

منیٰ میں قربانی :

منیٰ میں قربانی کی سعادت اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے۔ کیونکہ

Marfat.com

یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا اور اظہارِ تشکّر کا بہترین طریقہ ہے یہاں پر بکرے دُنبے، گائیں اور اونٹ ہزاروں کی تعداد میں قربان کیئے جاتے ہیں۔ عام طور پر دُنبوں کا گوشت تو تقسیم کر دیا جاتا ہے اور بکرے جو سنائی کھاتے ہیں۔ اُن کا گوشت چونکہ وست آور ہوتا ہے اس لیئے اُسے دبا دیا جاتا ہے۔ اگر گوشت خشک کر کے ڈبّوں میں بند کرنے کا انتظام ہو سکے تو یہ بھی بہت بڑی تجارت ہو سکتی ہے اور دُور دراز مقامات کے لوگ تو اِس گوشت کو تبرّک کے طور پر بھی بڑے شوق سے خریدیں۔ علیٰ ہٰذا خون اور انتڑیاں وغیرہ بھی اگر جمع کر لی جائیں تو بہت سی کار آمد اشیاء تیّار ہو سکتی ہیں۔ لیکن ابھی تک کسی نے اِس کی طرف توجّہ نہیں دی۔

رمیِ جمار :

حضرت ابراہیمؑ جب حُکمِ خداوندی سے حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی دینے کے لیئے روانہ ہوئے تو راستے میں تین جگہ شیطان نے ظاہر ہو کر روکنے کی کوشش کی اور آپ نے ہر جگہ اُسے کنکریاں ماریں۔ حضرت ابراہیمؑ کے اِس فعل کے تتبّع میں حاجی لوگ بھی شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں۔ وہ مقامات جہاں شیطان ظاہر ہوا تھا۔ بُرجیوں سے معیّن کیئے ہوئے ہیں۔ جمرۃ العقبہ میں بڑا شیطان ہے۔ کنکریاں مارنا برج اولیٰ سے شروع ہوتا ہے اور جمرۃ العقبہ پر ختم ہوتا ہے۔ یہ کنکریاں حاجی عموماً

Marfat.com

مزدلفہ سے جمع کر لیتے ہیں۔ ہم نے بھی اِن شیطانوں پر لعنت بھیجی اور کنکریاں مارنے کے لیے موٹر کار میں گئے۔ رمیِ جمار کرتے وقت کافی ہجوم تھا

سعودی ٹریفک پولیس :

ٹریفک پولیس کے سعودی سپاہیوں نے، جو ہاتھ میں ڈنڈے لیے کھڑے تھے، ہماری کار کے علاوہ کئی دُوسری گاڑیوں پر بھی ایسی بیدردی سے ڈنڈے برسائے کہ کسی کا اگلا حصّہ بیٹھ گیا۔ اور کسی کے شیشے ٹوٹ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے امریکنوں نے اِن سپاہیوں کو موٹریں توڑنے کے لیے کچھ نذرانہ دے رکھا ہے کہ ہم امریکہ سے موٹریں بھیجتے رہیں اور یہ اُنھیں توڑتے جائیں۔ ان کی یہ حرکت واقعی عقل سے بہت دُور تھی۔ عرب میں ہزاروں بڑی بڑی عالی شان موٹریں دوڑتی نظر آتی ہیں جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حکومتِ سعودیہ کے پاس کس قدر وافر دولت ہے۔

سر منڈانا :

کنکریاں مار کر ہم بازار صفا و مروہ میں ایک حجام کی دُکان پر گئے۔ لاہور کے ایک واقف سفید ریش بزرگ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ حجام نے کُند اُسترے سے پہلے تو اُن کے سر پر کئی زخم کر دیے اور پھر لبیں لیتے ہوئے اُن کا ہونٹ کاٹ دیا۔ جس سے خون بہنے لگا۔ اِس زخم نے اُنھیں

Marfat.com

تین روز تک کافی پریشان رکھا۔ اِسی طرح عزیزم عبدالحی کو اُسترا کُند ہونے کی وجہ سے سر پر کئی زخم آئے۔

طوافِ وداع :

اِن تمام کاموں سے فراغت پا کر مُعلّم کے مکان پر اِحرام کھولے اور اُن کے صاحبزادے کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا۔ مگر وہ قبول نہ فرماتے تھے۔ آخر کچھ زائد کرنا پڑا۔ اِس کے بعد اُن کے مُلازمین کی فوج نے گھیر لیا جو باوجودیکہ ہر کام کا ساتھ کے ساتھ مُعاوضہ وصُول کر چُکے تھے تاہم کچھ اور دیا اور بڑی تگ و دو کے بعد یکم اگست کی شام کو طوافِ وداع کر کے مدینہ مُنوّرہ جانے کے لیے جدّہ روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

مدینہ منوّرہ

مکہ معظّمہ سے سیدھے جدّہ ایرپورٹ پہنچے۔ متواتر چھ گھنٹے ہوائی ٹکٹ جو ہم نے پہلے ہی پاکستان سے خرید رکھے تھے۔ ہاتھ میں لیے اہل کاران متعلقہ کی طرف بڑھاتے رہے۔ تاکہ وہ درج کرکے مدینہ طیبہ کے لیے سیٹیں ریزرو کر دیں۔ لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی نفسا نفسی کا عالم تھا۔ کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ تھا۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ اُسے سیٹ مل جائے۔ لیکن اہل کاران کا یہ عالم تھا کہ جواب تو درکنار سر اُٹھا کر دیکھنا بھی کسرِ شان سمجھتے تھے۔ آخر ایک عیسائی مسٹر گرنڈی چیف اکاؤنٹنٹ نے ہمارے ٹکٹ دیکھ کر تین تین سو ریال فی کس اور طلب کیے۔ پوچھنے پر بتایا کہ پہلے کرایہ کم چارج کیا گیا ہے۔ توفیقِ ایزدی شاملِ حال تھی کہ یہ مرحلہ بھی آسانی سے طے ہو گیا۔ خدا اُن مخلص دوستوں کا بھلا کرے جو ہمیں یورپ اور اسلامی ممالک کے سفر کے دوران میں معتدبہ رقوم دیتے چلے گئے۔ اور وافر روپیہ ہر وقت ہمارے پاس رہا۔ ورنہ ہمارا مدینہ منوّرہ پہنچنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور تھا۔ رقم ادا کرکے ٹکٹ بنوائے اور پھر اہلکاران متعلقہ کے گرد ہوئے کہ سیٹیں ریزرو کریں۔

Marfat.com

لیکن جب ٹکٹ اور پاسپورٹ کلرک متعلقہ کو دیئے تو اُس نے بتایا کہ ان پر وکیل معلّم کی مُہر ہونا ضروری ہے۔ اب کیا تھا علی الصّبح فوراً ایک ٹیکسی کرایہ پر لے کر واپس وکیل گئے دفتر کی طرف روانہ ہُوئے۔ جہاں ہُو کا عالم تھا۔ صرف ایک کارکن سویا ہُوا پایا۔ ڈرتے ڈرتے اُسے جگایا اور حرفِ مطلب زبان پر لائے۔ اُس نے سُنی اَن سُنی ایک کر دی لیکن جب دس ریال کا نوٹ اُس کی نذر کیا، تو بصد ناز انگڑائی لے کر اُٹھ کھڑا ہوا ہے

اے زر تو خدا نہ ای ولیکن بخدا
ستّار عیوب و قاضی الحاجاتی

تین پاسپورٹ درج کرنے اور ان پر مہریں لگانے میں جو زیادہ سے زیادہ پانچ سات منٹ کا کام تھا اُس نے ہمیں دو گھنٹے حیران کیے رکھا جس سے بڑی رُوحانی کوفت ہُوئی۔ مکّہ معظمہ میں معلّم کے صاحبزادے نے ہمیں بالکُل یہ نہ بتایا کہ یہ پاسپورٹ اُن کے وکیل جدّہ کے دفتر میں درج ہوں گے اور اُن کی مُہر پاسپورٹوں پر ثبت ہونا لازمی ہے۔ واقعی یہ لوگ حجّاج کے ساتھ ظالمانہ کیا وحشیانہ سلوک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِنھیں ہدایت دے۔ ہم تو صرف شیطان ہی سے پناہ مانگتے ہیں۔ لیکن میرا مخلصانہ مشورہ عازمینِ حج کی خدمت میں یہ ہے کہ جہاں وہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھیں تو اس پر وَ مُعَلِّمِيْنَ الْحُجَّاج کا اضافہ بھی ضرور کر لیا کریں۔

Marfat.com

کھڑے پیر کا روزہ :

وکیل معلّم کے کارندے نے تو پریشان کرنا ہی تھا۔ لیکن ٹیکسی والے نے بھی کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور ایرپورٹ واپس آکر نذرانہ وصول کرنے میں پوری قوّت صرف کر دی۔ اب سیٹیں ملنے میں کوئی رُکاوٹ نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن پھر بھی صبح سے کھڑے کھڑے عصر کے قریب ہوائی جہاز میں جگہ ملی۔ پُورے بیس گھنٹے کھڑے پیر کا روزہ رکھا۔ چند بسکٹ اور پانی کے گھونٹ پر گذارہ کیا۔ جس قدر تکلیف اور پریشانی جدّہ ایرپورٹ پر ہُوئی وہ بیان سے باہر ہے۔

اِس بزم میں مُجھ سے کہتے ہیں موقع کے مُطابق بات کرو
اُدھر ہم نے یہ دل میں ٹھانی ہے یا دِل کی کہیں یا کچھ نہ کہیں (اکبر)

مدینہ طیبہ کا ہوائی اڈّہ :

ہوائی جہاز نے پرواز شروع کی تو گنبدِ خضرا کا تصوّر کچھ اِس طرح غالب ہُوا کہ معلّم اور اِس کے متعلقین کی چیرہ دستیاں اور جدّہ ایئرپورٹ کے اہلکاران کا نامُناسب برتاؤ سب یک قلم محو ہو گیا۔ اب ایک ہی خیال تھا کہ حضورؐ کے آستانہ پر جلد سے جلد سرِ نیاز جھکائیں۔ خُدا خُدا کرکے مدینہ شریف کے ہوائی اڈّے پر آکر اُترے۔ ہوائی اڈّہ کیا ہے ایک لق و دق میدان ہے۔ جہاں نہ کوئی مکان نہ سایہ۔ صرف دو چھوٹے سے خیمے لگے ہُوئے ہیں۔ ایک جہاز کے مُسافروں کو دُھوپ سے قدرے بچاؤ کرنے کے

Marfat.com

کام آتا ہے اور دوسرا اہل کاروں کے لیے ہے۔

نئے شکاری :

کافی انتظار کے بعد ایک لاری میں لادے گئے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد مدینہ طیبہ کے آثار نظر آئے۔ دلوں کو قدرے ڈھارس ہوئی۔ ابھی لاری کھڑی بھی نہ ہوئی تھی کہ مسافروں سے زیادہ معلمین کے ایجنٹ چیلوں کی طرح دندانِ آز تیز کیے ہماری طرف جھپٹے ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی۔

طبیعت بڑی پریشان ہوئی مگر ہمارے بس کی کوئی بات نہ تھی۔ بہتیرا چھٹکارا کرنا چاہا۔ بہانے بنائے کہ ہم مدرسہ میں ٹھہریں گے۔ لیکن غلام حیدر معلم کے چیلے نے ہماری کوئی بات نہ سُنی اور کہا کہ پنجاب کا حاجی ہمارے سوائے اور کہیں نہیں جا سکتا۔ ایک ٹیکسی لے کر معلم کے گھر پہنچے۔ جہاں سے وہ ہمیں ایک مکان پر لے گیا کہ یہ میرا ملکیتی نہیں ہے آپ کے بھائی ڈاکٹر عبدالوحید بھی گزشتہ برس اسی میں ٹھہرے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ آخر ایک کمرہ ہفتہ بھر ٹھہرنے کے لیے ایک سو ریال پر لیا گیا۔ تین چارپائیاں ایک ریال فی چارپائی یومیہ کے حساب پر۔ دوسرے روز معلوم ہوا کہ یہ مکان آپ ہی کی ملکیت ہے۔ میں نے مبارک دی مگر وہ ایسی باتوں کو دھو پی چکے ہیں۔

Marfat.com

روضۂ اطہر کی زیارت :

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

پانی منگوا کر غسل کیا اور روضۂ اطہر کی طرف چل دیے۔

نقشہ ترتیب زیارت جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم :

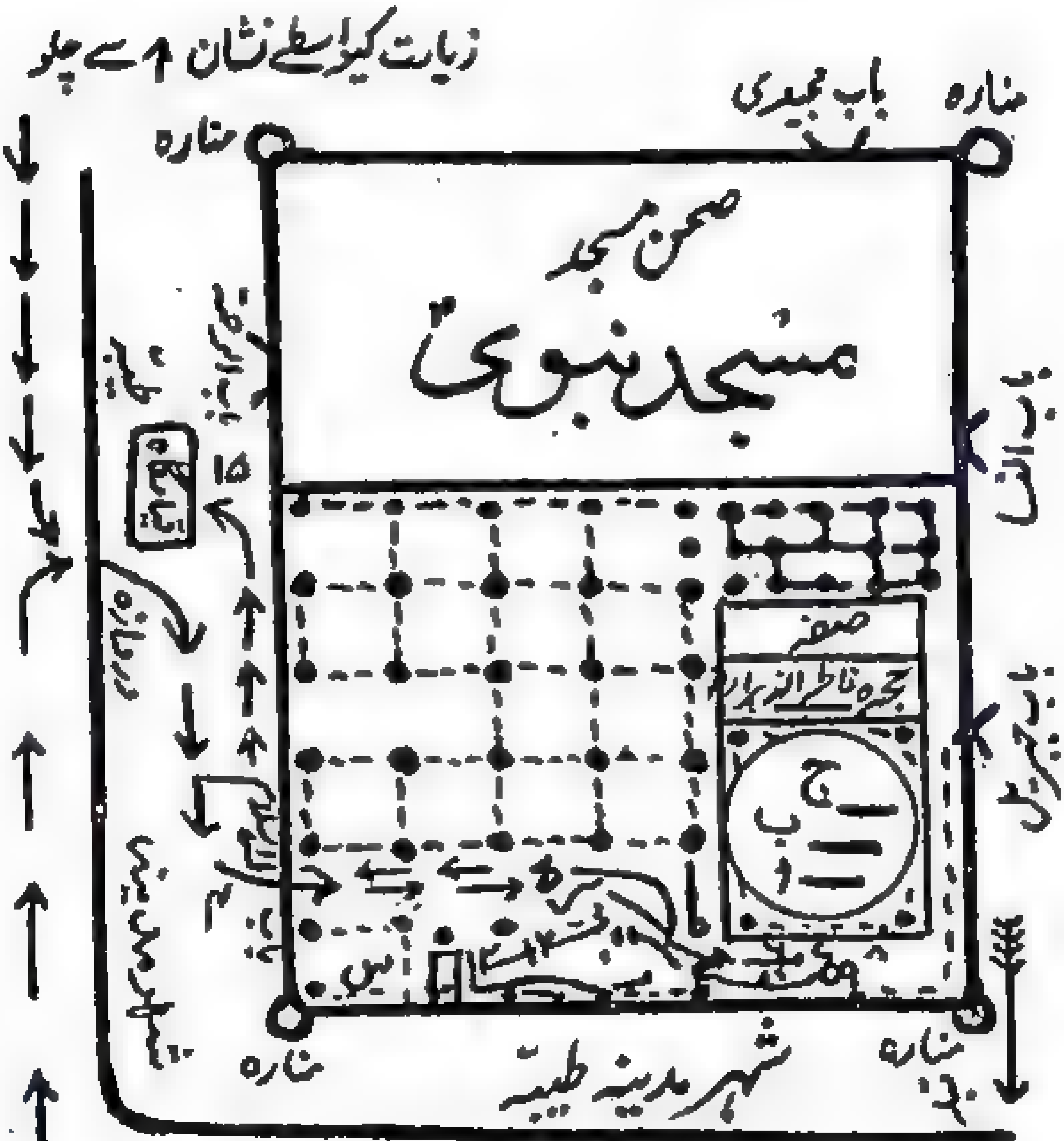

حدود شہر مدینہ شریف

۱۔ روانگی از مکہ ۲ مدینہ شریف کا قرب

۳- دروازۂ شہر
۴- باب السّلام
۵- روضہ
۶- روبروآنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم
۷- روبرو حضرت ابوبکر صدیق رض
۸- روبرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ،
۹- روبرو ہر دو حضرات رضی اللہ عنہما

۱۰- رُوبروآنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم
۱۱- ستون ابولبابہ
۱۲- رُوضہ
۱۳- منبر
۱۴- ستون مُعلق یاستون حنّانہ
۱۵- قیام گاہ

ا- مزار مُطہّر جناب رسُول خُدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔
ب- مزار شریف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ج- مزار شریف حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
د- محراب نبویؐ
ہ- منبر اقدس
س- منبر سُلطانی

نوافل، سلام اور دُعاؤں سے فارغ ہوکر قدسی کی وہ نعت پڑھی جسے کبھی کبھی اپنے اوراد میں شامل رکھتا ہوں۔

نعت:

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

مَن بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

Marfat.com

چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقب و ہاشمی و مُطّلبی

نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
رحم فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی

نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

عاصیانیم ز ما نیکی اعمال مپرس
سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے یہاں حاضری کی سعادت مرحمت فرمائی جس کے متعلق لکھا ہے کہ و قد قال اللہ تعالیٰ فی حقہٖ العظیم وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔

" اور تحقیق فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کے بلند مرتبے کے بارے میں اور اگر وہ (گنہگار) ظلم کریں اپنی جانوں پر پھر آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے معافی چاہیں اور معافی چاہے اُن کے لیے پیغمبر تو وہ پائیں گے اللہ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا ۔"

مدینہ منورہ :

مدینہ منورہ کا قدیمی نام یثرب تھا۔ جس کا ذکر پرانی تاریخی کتب میں مرقوم ہے۔ فراعنۂ مصر کے زمانہ میں شام۔ کنعان۔ مصر سے قافلے جو

Marfat.com

یمن اور جنوبی عرب کی طرف تجارت کا سامان لے کر جاتے تھے ، اسی شہر سے ہو کر گزرتے تھے ۔ حبشہ اور جنوبی مصر کے لوگ بھی عراق اور شام کی طرف جاتے ہوئے یہاں قیام کرتے تھے ۔ اسی طرح واپسی پر بھی یہاں ان کا پڑاؤ ہوتا ۔ اس کی بڑی وجہ اس شہر کی اچھی آب و ہوا اور پانی کی فراوانی تھی ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کا حکم ملا تو آپ نے بھی مدینہ طیبہ کو اپنی قیام گاہ کا شرف بخشا کیونکہ ایک تو اس کی آب و ہوا نہایت اچھی تھی ؛ دوسرے یہاں کے رہنے والے دین اسلام میں داخل ہو کر حلقہ بگوشانِ ملت ہو چکے تھے اور ان کی استدعا تھی کہ آپ ان کے درمیان آکر ان کو خدمت کا موقع دیں تیسری وجہ جو سب سے اہم تھی وہ یہ کہ اسلام کو دنیا میں پھیلنا تھا ۔ اور اس کے لیے ایسے مرکز کی ضرورت تھی ۔ جہاں سے اطرافِ عالم میں پیغام آسانی سے پہنچ سکے ۔ جہاں یہود و نصاریٰ کو بھی پیغامِ حق سنایا جا سکے جہاں سے کفّار کا مقابلہ بھی کیا جا سکے ۔ مکۂ معظمہ میں لڑائی لڑنا اس وقت کے مشرکین میں بھی جائز نہ تھا اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بیٹھ کر کفّار کے خلاف صف آرا ہوتے تو یہ ایک ایسا حربہ ان کے ہاتھ آجاتا جسے وہ ہادیٔ برحق کے خلاف استعمال کر سکتے تھے ۔ اس لیے مدینہ کا انتخاب بہترین تھا ۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہاں دو عرب قبیلے بنی اوس اور بنی خزرج آباد تھے اور دو یہودی قبیلے

Marfat.com

بنی قریظہ اور بنی نضیر رہتے تھے۔

عرب قبیلوں کے لوگ اکثر مسلمان ہو چکے تھے اور جب اُن کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لا رہے ہیں تو وہ بڑی بے تابی سے آپ کا انتظار کرنے لگے۔ آپ جس اُونٹنی پر سوار تھے وہ موجودہ مدینہ طیبہ کے شہر سے دو میل دُور قبا میں ٹھہری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں قیام فرمایا۔ اِس جگہ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک مسجد کی بُنیاد رکھی۔ جو مسجدِ قبا کے نام سے مشہور ہوئی۔

مسجدِ قبا :

جس جگہ ناقہ نے قیام کیا، وہاں محراب اور چبوترہ بنا ہوا ہے۔ اس مسجد کے شرقی کونہ میں ایک اور محراب ہے جو محرابِ کشف کے نام سے مشہور ہے۔ مقامِ ناقہ سے مغرب کی طرف ایک اور محراب ہے جس پر محلِ نزول الآیۃ القرآنیہ لکھا ہوا ہے۔ چوتھا محراب دیوارِ قبلہ کے عین وسط میں ہے۔ مدینہ طیبہ میں چونکہ یہ مسجد سب سے اوّل تعمیر ہوئی۔ اِس لیے اِس کا ذکر سب سے اوّل کرنا ضروری تھا۔

مسجدِ نبویؐ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو قبا سے مدینہ منوّرہ

Marfat.com

تشریف لائے۔ ہر انصاری یہ خواہش رکھتا تھا کہ آپ اُس کے گھر میں نزول فرمائیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ جہاں اُونٹنی ٹھہرے گی وہیں آپ قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ اُونٹنی حضرت ابُوایُّوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے ٹھہر گئی۔ آپ حضرت ابُوایُّوب انصاریؓ کے مہمان ہُوئے۔ اِس مکان کے پاس ہی ایک ویران جگہ تھی دو یتیم اِس کے مالک تھے جنہوں نے بصد خوشی یہ ٹکڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مُفت پیش کرنا چاہا لیکن شہنشاہِ دو عالم نے مُفت لینے سے انکار کر دیا اور زمین کی قیمت ادا کر کے مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ اِس مسجد کی تعمیر میں خود خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار و مُہاجر سب شامل تھے۔ مسجد کی دیواریں کچّی تھیں۔ کھجور کے تنوں کے ستُون تھے۔ کھجور کے پتّوں اور شاخوں کی چھت اور فرش بھی کچّا تھا۔ بارش میں بڑی تکلیف ہوتی۔ کیونکہ چھت کے ٹپکنے سے مسجد کا کچّا فرش کیچڑ بن جاتا تھا۔ مسجد کے ساتھ ہی آنحضرتؐ کا حُجرۂ مُطہرہ تھا اور شمال کی طرف ایک چھتا ہُوا چبوترہ جو اُن لوگوں کے لیے بنایا گیا تھا جو بے گھر اور بے در تھے۔ یہ چبوترہ اب بھی ہے اور اصحاب صُفّہ کا چبوترہ کہلاتا ہے۔ یہاں اب بھی الماریوں میں قرآن مجید اور احادیث کے نسخے رکھے ہُوئے ہیں۔ تاکہ تلاوت کرنے والے اِن کو اِستعمال کر سکیں۔

بوقت تعمیر مسجد ۱۰۵ فٹ لمبی ۹۰ فٹ چوڑی اور دس فٹ بلند تھی۔ فتح خیبر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۵۰ فٹ مربّع کر دی۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اِس کے طول میں ۶۰ فٹ اور عرض میں

Marfat.com

۴۰ فٹ کا اضافہ کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے مسجد کی دیواریں اور ستون پتھر کے بنوائے۔ چھت لکڑی کی ڈالی اور طول وعرض میں بھی کچھ اضافہ کیا۔ حضرت ولیدؓ نے ۸۸ھ میں مسجد کو اور وسیع کر دیا۔ اُمہات المومنین کے حُجرے خرید کر اُنھیں مسجد میں شامل کیا۔ سنگِ مرمر کے ستون لگوائے اور چھت پر سونے کے نقش و نگار بنوائے۔ ۱۶۰ھ میں خلیفہ المہدی نے صحن کو اور وسیع کیا۔ مشرق اور مغرب میں خوبصورت برآمدے بنوائے۔ اِس کے بعد جب ۸۸۶ھ میں بجلی کے گرنے سے عمارت کو نقصان پہنچا تو اس کی تعمیر اور مرمّت مصر کے تاجدار نے کی۔ سُلطان عبد الحمید اور سلطان عبد العزیز نے اِس مسجد کو از سرِ نو تعمیر کرا دیا۔ اِس کی چھت گنبد دار ہے۔ یہ چھت اور گنبد سب منقّش ہیں اور عمارت کو دیکھ کر زبان سے بے اختیار سُبحان اللہ سُبحان اللہ کے الفاظ نکلتے ہیں۔ روضۂ مُطہّرہ یعنی مواجہ شریف کے سامنے جنوبی دیوار پر یہ آیت نہایت خوبصورت طریقہ پر لکھی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا جسے دیکھ کر خود بخود درُود شریف پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ موجودہ عمارت سُرخ پتھر کی ہے۔ مسجد کے اگلے حصّہ اور روضہ ریاض جنّت کی دیواریں اور ستون سنگِ مرمر کے ہیں۔ جن پر سونے کا کام کیا ہُوا ہے۔

اب سُلطان ابن سعود نے لاکھوں پونڈ کے خرچ سے مسجد نبویؐ میں توسیع کی ہے۔ مشہور ممالک کے انجینئر کاریگر اور نمائندے یہاں کام میں مصروف ہیں۔ پاکستانی انجینئروں اور کاریگروں نے بھی اِس کارِ خیر میں بڑھ

Marfat.com

چڑھ کر حصّہ لیا ہے۔ مسجد کا رقبہ توسیع سے پہلے ۱۲۲۳۶۳ مُربّع گز تھا اس میں ۶۷۲۷ مُربّع گز اور رقبہ شامل کرکے مسجد کی وسعت تقریباً ۱۹۶۲۴۰ مُربّع گز کر دی گئی ہے۔ مسجد نبوی سے روضۂ اطہر تک جانے کے لیے محراب دار راستہ بنایا گیا ہے۔ جس کی سجاوٹ نہایت ہی خُوب صُورت اور دیدہ زیب ہے۔

مسجد نبویؐ کے پانچ دروازے ہیں۔ دو جانبِ مغرب جو باب السّلام اور باب الرّحمت کہلاتے ہیں۔ دو جانبِ مشرق ایک باب النّساء اور دُوسرا بابِ جبریلؑ ہے۔ جانبِ شمال کا دروازہ بابِ مجیدی کے نام سے مشہور ہے۔ چُونکہ قبلہ وہاں سے بطرفِ جنوب ہے۔ اِس لیئے کوئی دروازہ نہیں۔ صرف ایک کھڑکی اور چھوٹا سا دروازہ ہے۔

روضۂ ریاضِ جنّت :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے "میرے منبر اور میرے مکان کے درمیان مسجد کا جو حصّہ ہے۔ وہ جنّت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے"۔ یہ حصّہ روضۂ ریاضِ جنت کہلاتا ہے۔ یہاں نمازیوں کا اِس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ وقت سے کافی پہلے آنے والے کو بھی جگہ بمُشکل ملتی ہے۔

مُتبرّک ستون

مسجد کے کچھ ستُون اِس کی تاریخی حیثیّت کو ظاہر کرتے ہیں۔

۱۔ وہ ستون جن پر دس فٹ تک طلائی خطوط ہیں۔ وہ عہدِ نبوی کی بندش کو ظاہر کرتے ہیں۔

۲۔ وہ ستون جن پر طلائی خطوط کے علاوہ سونے کے پھول بنے ہیں وہ مسجد کی حد ظاہر کرتے ہیں جو فتح خیبر سے پہلے تھے۔

۳۔ حضرت ولیدؒ کے عہد کا اضافہ سادہ ستون ظاہر کرتے ہیں۔

۴۔ روضہ ریاضِ جنّت کو ظاہر کرنے والے ستونوں پر سنگِ مرمر لگا ہوا ہے۔ پھر سونے کے نقوش بھی ہیں۔

یوں تو مسجدِ نبوی کے سب ستون مبارک ہیں مگر ان میں آٹھ زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ ستونِ حنّانہ۔ آنحضرتؐ اس کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے۔

۲۔ ستونِ عائشہؓ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اگر میں اس کی فضیلت ظاہر کر دوں تو یہاں نماز پڑھنے کے لیئے قرعے پڑنے لگیں۔

۳۔ ستونِ ابی لبابہؓ۔ ابی لبابہؓ ایک صحابی تھے۔ ایک غلطی کی پاداش میں انھوں نے اپنے آپ کو اِس ستون سے باندھ دیا تھا۔

۴۔ ستونِ سریر۔ یہاں آنحضرتؐ حالتِ اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے۔

۵۔ ستونِ علیؓ۔ یہاں حضرت علیؓ اکثر نماز پڑھا کرتے تھے۔

۶۔ ستونِ وفود۔ یہاں آنحضرتؐ شریعت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

۷۔ ستونِ مربعۃ البصیر۔ اسے مقامِ جبرائیل بھی کہتے ہیں۔

۸۔ ستونِ تہجّد۔ یہاں رسولِ خدا تہجّد کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

Marfat.com

محرابُ النبیؐ

یہ وہ مبارک جگہ ہے جہاں رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم امامت فرمایا کرتے تھے۔ یہ سنگِ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کی جگہ کو محراب کی بُنیاد کی چوڑائی میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اسی صُورت کا ایک محراب اُس منبر اور محراب سے جانبِ غرب سُلطان تُرکی سلیمان نے بنوایا تھا۔

منبر شریف

یہ منبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی جگہ پر رکھا ہُوا ہے۔ اسے سُلطان مُراد نے بنوا کر پیش کیا تھا۔

مسجدِ نبویؐ کے مینار

مسجد کے پانچ مینار ہیں۔ مینارہ بابُ السّلام۔ مینارہ رئیسہ۔ جنُوبی مینار کے دونوں کونوں میں۔ غربی دیوار میں بابُ الرحمت کے پاس مینارہ بابُ الرحمۃ اور مینار مجیدیہ۔ مشرقی دیوار میں مینارہ سُلیمانیہ۔

گُنبدِ خضرا

ہزار بار بشویم دہن زمُشک و گُلاب　　ہنوز نامِ تو گُفتن کمالِ بے ادبیست

یہ وُہ متبرک مقام ہے جہاں سیّدالانبیاء، فخرِ دو عالم، خاتم النبیّین

Marfat.com

آرام فرما رہے ہیں۔ یہ جگہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ ہے۔ جہاں آپ نے وفات پائی اور جہاں تا قیامت آپ آرام فرما رہیں گے۔ اس کی تعمیر بھی مسجدِ نبوی کے ساتھ ہی ہوئی تھی۔ گنبدِ خضرا میں آنحضرتؐ کے ساتھ حضرت صدیقِ اکبرؓ اور حضرت عمرِ فاروقؓ کے مزار بھی ہیں۔ حضرت ولیدؒ کے عہدِ خلافت تک یہ حجرہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہا۔ لیکن انھوں نے اعلیٰ قسم کے پتھروں کا ایک مکان اس کے چاروں طرف تعمیر کرا دیا۔ اور اس میں کوئی دروازہ نہ رکھا۔ اس مکان کے گرد ایک چوکور احاطہ بنوایا گیا جس میں محرابیں لگائی گئیں۔ جن کے اوپر سبز گنبد تعمیر کروایا مواجہ شریف کی طرف پیتل کی جالیاں ہیں اور باقی تین اطراف میں لوہے کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ مواجہ شریف سے داخل ہونے کے لیے ایک کھڑکی بھی بنی ہوئی ہے اور کچھ سوراخ بھی ہیں۔ جالیدار عمارت کو مقصورہ شریف کہتے ہیں۔

مدینہ منوّرہ کی دوسری زیارتیں

جبلِ اُحد :

یہ وُہی مشہور پہاڑ ہے۔ جہاں جنگِ اُحد ہوئی تھی۔ مدینہ منوّرہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ جبلِ اُحد کی بابت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا تھا۔ "اُحد پہاڑ ہم سے محبّت رکھتا ہے۔ اور ہم اس سے۔" یہاں سیدنا حضرت حمزہؓ کا مزار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت حمزہؓ کے علاوہ عبداللہ

بن جحش رضی اللہ عنہ، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور شمس بن عثمان رضی اللہ عنہ بھی یہیں مدفون ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقبرہ کے قریب ہی شہدائے اُحد کی قبروں کے نشانات دو احاطوں کے اندر ہیں۔

مسجدِ قبلتین:

یہ مسجد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے اس مسجد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب تبدیلیٔ قبلہ کی آیات نازل ہوئیں تو آپؐ نے مسجد حرام کی طرف مُنہ پھیر لیا۔ بیت المقدس اِس مسجد کے شمال کی طرف ہے۔ اور مسجدِ حرام اس کے جنوب کی طرف۔ شمالی محراب یعنی بیت المقدس والی محراب اب بھی موجود ہے۔

مسجدِ شمس:

مسجد قبا سے نصف میل کے فاصلہ پر جانب شرق کچھ بنیادیں باقی ہیں جو مسجدِ شمس کی ہیں۔ یہاں آنحضرتؐ زانوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ پر سر رکھے استراحت فرما تھے کہ حضرت علیؓ کی نمازِ عصر قضا ہوگئی۔ آپ کو جب معلوم ہُوا تو آپ کے حُکم سے سورج پھر ظاہر ہوگیا اور حضرت علیؓ نے نمازِ عصر ادا کی۔ اِس سے واپسی پر راستے میں بائیں طرف ایک میدان آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضورؐ نے جنگِ اُحد کے زخمیوں کو اِس میدان کی خاک اپنے زخموں

Marfat.com

پر ڈالنے کا حکم دیا اور اُن کے زخم اچھے ہو گئے تھے۔ یہاں کی مٹی کو خاکِ شفا کہتے ہیں اور حجاج اِس کی ٹکیاں تبرک کے طور پر خرید لاتے ہیں

جنت البقیع :

مدینہ طیبہ کے مشرق میں یہ وُہ متبرک قبرستان ہے جس میں اکثر صحابہ کرامؓ اُمہات المؤمنینؓ ازواجِ مطہراتِ آنحضرتؐ آپ کے صاحب زادے اور صاحبزادیاں مدفون ہیں۔ اس میں بڑے بڑے صحابیوں اور اہلِ بیت کے مزارات پر قُبّے تھے۔ لیکن اب ان کا کوئی نشان نہیں۔ مشہور قبروں کے نشانات مٹی سے دوبارہ بنوا دیئے گئے ہیں۔ اِس کی چار دیواری خستہ حالت میں ہے۔ عورتوں کو قبرستان کے اِحاطہ میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔

یہاں شہدائے اُحد۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت ابو سعید خُدریؓ۔ حضرت فاطمہؓ بنت اسد۔ حضرت حلیمہ سعدیہ۔ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نافعؒ۔ حضرت امام مالکؒ۔ حضرت عقیلؓ بن ابی طالب۔ ازواجِ مطہرات۔ اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنھنّ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحبزادیاںؓ۔ حضرت عباسؓ۔ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپؐ کی پھوپھیاںؓ۔ حضرت اسماعیل بن امام جعفر صادقؒ والدِ محترم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضرت مالک انصاریؓ۔ بیرقیؓ حضرت زکی الدینؒ۔ حضرت علی عریضی بن امام صادقؒ حضرت حمزہؓ

Marfat.com

اور دیگر شہداء رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے مزارات پر سلام اور دعائیں پڑھیں۔

ہماری آمد کے دو روز بعد روزانہ حاجیوں کے قافلے مدینہ طیبہ میں آنے شروع ہو گئے اور اُسی مکان کے بقیہ کمرے سو سو کی بجائے دو دو سو ریال میں اُٹھ گئے۔ مکہ معظمہ میں جس طرح معلم عمر اکبر کے گھر کی حالت تھی۔ ویسی ہی یہاں تھی۔ تعفن سے مغز پھٹا جا رہا تھا۔ مگر معلم حیدر اِس کی طرف کوئی توجہ نہ دیتے تھے۔ آخر خود ہی کسی کو کچھ دے دلا کر صفائی کرائی۔

صدقہ کے دُنبے:

میری اہلیہ کو سفر کی کوفت اور پھر زیادہ وقت سخت گرمی میں حرم شریف کے اندر قیام کرنے پر بخار ہو گیا۔ میں اور عبدالحی بھی کچھ تندرست نہ تھے۔ تین دُنبے صدقہ کرنے کے لیے منگوانے چاہیے۔ توحید معلم نے سوا سو ریال علی الحساب لے لیا۔ لیکن دُنبے کئی تاکیدوں کے بعد بھی نہ آئے۔ بلکہ وہ کہنے لگے کہ میں یہ رقم ہی صدقہ میں دے دوں گا۔ آپ دُنبے نہ منگوائیں۔ آج کل قیمتیں بہت زیادہ ہیں۔ میرے اصرار پر آخر معمولی سے تین دُنبے آئے۔ اِن دُنبوں کے ساتھ گُندچیا فروش والے بدّو بھی آ گئے۔ اور دُنبوں کو خود بخود ذبح کرنے کے لیے گھسیٹنے لگے۔ بڑی مشکل سے چھری اُن سے چھین کر تیزی کی اور دُنبے خود ذبح کیے۔

Marfat.com

ابھی فارغ نہ ہوئے تھے کہ مُعلّم کے مُلازمین نے اِن دُنبوں کو گھسیٹنا شروع کیا۔ ایک دُنبہ تو وہ زبردستی اُٹھا کر لے گئے۔ لیکن باقی دو کو ہم نے سختی سے روک کر سامنے ہی ایک یتیم خانہ میں بھجوا دیا۔

پیسہ تیل کا اور پیسہ تیل ڈالے کا:

غُلام حیدر صاحب مُعلّم روزانہ دو ایک بار اپنی اسامیوں کے مُعائنہ کے لیئے تشریف لاتے۔ اور جب زائرین اُن کی خدمت میں اپنی تکالیف بیان کرتے تو یہ ایک کان سے سُن کر دوسرے سے اُڑا دیتے۔ کسی تکلیف کا ازالہ اُنھوں نے کبھی نہیں کیا۔ جہاں تک مُمکن ہوتا زائرین سے کچھ نہ کچھ ہتھیانے کی کوشش کرتے۔ آخری دن جب ہم نے سو ریال مُقرّر شدہ کرایہ اور پچاس ریال بطورِ نذرانہ پیش کیے تو بہت گرم ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے اِس جیسے کمرے کا دو دو سو ریال کرایہ لیا ہے۔ آخر بہ ہزار دِقّت ۲۲۵ ریال دے کر جان چُھڑائی۔ اب چارپائیوں کا کرایہ اور مُلازمین کے اِنعام و اِکرام کا سِلسلہ شروع ہُوا۔ بنیوں کی طرح پیسہ تیل کا اور پیسہ تیل ڈالے کا۔ غرضیکہ ہمیں خُوب اُلّو بنا کر جیبیں ہلکی کی گئیں۔

بابو محمد سرور صاحب مُہاجر پنجابی جو پہلے دونوں مرتبہ یہاں کے قیام میں میرے ساتھ رہے تھے بوجہ علالت دیبری زائروں کی طرف توجّہ نہ دے سکتے تھے۔ خُدا کے فضل سے اب وہ ایک مکان کے بھی مالک ہیں جس میں مُعتکف زائرین کے قیام کا بندوبست ہوتا ہے۔ جب میں نے

اُن کو بلا کسی بدل کے نذرانہ پیش کیا تو بڑے تعجّب سے قبول فرمایا۔
اِس مرتبہ بابو غلام رسول صاحب مہاجر پنجابی نے ہماری بڑی اِمداد فرمائی۔ سودا سلف لانے، اِدھر اُدھر جانے اور وہاں کے حالات معلوم کرنے میں اُن کی وجہ سے بڑا آرام رہا۔ بڑے درویش مزاج خدمتی اور صابر قسم کے اِنسان ہیں۔ خُدا تعالیٰ اُنھیں دِین و دُنیا میں شاد کام رکھے۔

مُراجعتِ وطن:

بابو غلام رسول صاحب ہمارا سامان اُٹھوا کر ہوائی جہاز کے دفتر تک ہمارے ساتھ گئے۔ جہاں جا کر معلوم ہُوا کہ شربتِ بادام کی بوتل مکان پر رہ گئی ہے۔ یہ لینے کے لیے واپس لوٹے مگر وُہ معلّم صاحب کے مکان پہ پہنچ چکی تھی۔ بہر کیف یہ بھی لے کر ہی لوٹے۔ توبہ توبہ مَیں یہ کیا لکھ رہا ہوں ؎

ہاں حالیؔ گستاخ نہ بڑھ حدِّ ادب سے | باتوں سے ٹپکتا تری اِستخفاف گلا ہے
ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب | یاں جُنبشِ لب خارج از آہنگ خطا ہے

ایر بکنگ آفس میں بھی کافی تکلیف اور دِقّت کے بعد ہوائی نشستوں کا اِنتظام ہُوا۔ ہوائی جہازوں کی آمد و رفت کے مُتعلّق وقت کی کوئی قید نہیں۔ گھنٹوں یُونہی گزر جاتے ہیں۔
۹ راگست کو مدینہ مُنوّرہ سے مصر پہنچے کہ وہاں کُچھ سامان پڑا تھا۔ جس کی وجہ سے تین روز قرطبینہ میں رہنا پڑا۔ اور بیروت ہوتے ہُوئے

بخیریت کراچی پہنچ گئے۔

خُدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اُس نے مجھ جیسے گُنہگار اور کج مج بیان شخص کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ یورپ اور اسلامی ممالک کی سیر و سیاحت کے علاوہ تیسری بار زیارتِ حرمین سے مستفیض ہُوا ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خُدائے بخشندہ

آخر میں خود بھی دُعا کرتا ہوں اور ناظرین سے بھی طالبِ دُعا ہُوں کہ اُس مُنعمِ حقیقی نے جس طرح مجھے دُنیا میں کامیاب و بامُراد فرمایا ہے، آخرت میں بھی اپنے دامنِ عفو میں ہم سب کو جگہ عطا فرما کر حساب و کتاب کے بغیر بخش دے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

عبدالحمید خان

مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور باہتمام عبدالحمید خاں پرنٹر پبلشر

Marfat.com